فَوۡزُ الدَّارَيۡنِ فِيۡ دِفَاعِ الشَّيۡخَيۡنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمَا

شہادت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام

شہنشاہ حسین نقوی صاحب کے دلائل کا تنقیدی جائزہ

محمد طلحٰہ علوی
(ایم فل، علوم اسلامیہ)

فَوْزُ الدَّارَيْنِ فِيْ دِفَاعِ الشَّيْخَيْنِ رضي الله عنهما

شہادت فاطمہ الزہرا علیہا السلام

شہنشاہ حسین نقوی صاحب کے دلائل کا تنقیدی جائزہ

مصنف: محمد طلحہ علوی

ایم فل، علوم اسلامیہ

مقدمہ: مفتی محمد وقاص رفیع

اسلامک اسکالر " الندوہ " لائبریری اسلام آباد

ادارہ علم و تحقیق:

زینب اسلامک ریسرچ سینٹر چنیوٹ پاکستان

نام کتاب	:	فوز الدارین فی دفاع الشیخین، شہادت فاطمہ الزہرا علیہا السلام شہنشاہ حسین نقوی صاحب کے دلائل کا تنقیدی جائزہ
مصنف	:	محترم جناب محمد طلحہ علوی صاحب
مقدمہ	:	مفتی محمد وقاص رفیع
خصوصی معاونت	:	سید حیدر علی نقوی (اسلام آباد)
ضخامت	:	426 صفحات
تاریخ طباعت	:	یکم جمادی الاول ۱۴۴۵ھ
مقام اشاعت	:	زینب اسلامک ریسرچ سینٹر چنیوٹ پاکستان

اسٹاکسٹ

زینب اسلامک ریسرچ سینٹر چنیوٹ پاکستان ادارہ علم و تحقیق

03041399692

فہرست مضامین

اظہارِ تشکر

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَأَزِيدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (ابراہیم: ۷)
اگر تم شکر کروگے تو تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو پھر میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔

سب سے پہلے میں اس ذات باری تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہتا ہوں۔ کہ جس کی رحمت خاص اور توفیق سے تحقیقی کام کا شرف حاصل ہوا میں اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں وہ کم ہے کیونکہ اس نے بندہ ناچیز کو یہ کام احسن انداز میں مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

میں اپنے تمام اہل خانہ خصوصاً والدین کا شکر گزار ہوں۔ کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ میں یہ کام انہی کی شب و روز کی محنت و کاوش اور دعاؤں کے نتیجے میں پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہوا ہوں۔ انہوں نے ہر لحاظ سے میری بھرپور مدد کی۔

میں شکر گزار ہوں اپنے ان اساتذہ کرام کا کہ جنہوں نے تعلیمی میدان میں میری رہنمائی فرمائی اور مجھے نیک راستے کی طرف گامزن کیا۔ اور آج میں نے انہی کی محنت اور رہنمائی کی بدولت اس منزل کو پایا ہے۔

اس کے علاوہ میں جملہ دوست احباب کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر مشکل وقت میں میرا ساتھ دیا۔ اور اس کار خیر کی تکمیل کے سلسلہ میں ہمیشہ مجھے تسلی دی اور میری حوصلہ افزائی کی۔

بالخصوص رفیق خاص علم سے شغف رکھنے والے **سید حیدر علی نقوی** کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جس نے مجھے اس کار خیر پر آمادہ کیا اور اسی کی بدولت یہ علمی و تحقیقی کام آج پایہ تکمیل کو پہنچا۔

دعا گو

محمد طلحہ علوی

ایم فل، علوم اسلامیہ

۲۹ ربیع الاول ۱۴۴۵ھ بمطابق 14 اکتوبر 2023ء

انتساب

اس ہستی کے نام کہ جس کی محبت جزوایمان ہے

جو ضامن نسل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

جس کی ناراضی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی ہے۔

جو باعث راحت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

جس کی زندگی ہر مستور کے لیے اسوہ حسنہ ہے۔

جس کی محبت ہر محب کو سر اٹھا کر جینا سکھاتی ہے۔

جو کائنات کی ہر مستور سے زیادہ قابل احترام ہے

سیدہ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا

سیدہ کائنات سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت

لجپال گھرانہ ہے نگینوں کی لڑی ہے
اس گھر کی غلامی بھی مقدر سے بڑی ہے

تم لوگ ادھر باغ فدک پر ہو پریشان
فردوس ادھر زہراؑ کے قدموں میں پڑی ہے

زہراؑ کی سواری ہے سوئے جنتِ فردوس
نظروں کو جھکائے ہوئے مخلوق کھڑی ہے

آقاؐ نے کھڑے ہو کے یہ امت کو بتایا
رحمتؐ کے لیے فاطمہؑ رحمت کی گھڑی ہے

تین اور بھی بہنیں ہیں بڑی عمر میں تحسین
رتبے میں مگر فاطمہؑ تینوں سے بڑی ہے

شاعر: یونس تحسین

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت

جنت ہے زہے بارگہِ آلِ ابی اکبرؓ
آباد رہے بارگہِ آلِ ابی بکرؓ

سوچوں تو ابھی تک ہے نبیؐ سائیں کا مسکن
دیکھوں تو دکھے بارگہِ آلِ ابی بکرؓ

نکلا ہوں مواجہ سے ابھی پڑھ کے تحیّات
اب رخ ہے سوئے بارگہِ آلِ ابی بکرؓ

آنکھیں رہیں اس روضہء محبوب کی پیاسی
آنکھوں میں رہے بارگہِ آلِ ابی بکرؓ

لب پر مرے نذرانہء توصیف و ثناء ہے
اب اذن تو دے بارگہِ آلِ ابی بکرؓ

اس دل پہ سدا گنبد خضریٰ کا کرم ہے
جس دل میں بسے بارگہِ آلِ ابی بکرؓ

شاعر: نادر صدیقی

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں نظرانۂ عقیدت

پاکیزہ دعاؤں کا اثر بول رہا تھا
اک مرد جری ، مردِ ہنر بول رہا تھا

ماں کیلئے بے خوف و خطر بول رہا تھا
قدوس کے الفاظ بشر بول رہا تھا

کس شان سے انمول گہر بول رہا تھا
خطاب کا دل اور جگر بول رہا تھا

تہمت کی زباں بولنے والوں کے مقابل
قرآں کی زباں بن کے عمرؓ بول رہا تھا

شاعر: نادر صدیقی

سیدنا مولا علی علیہ السلام کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت (سرائیکی)

اے جیویں سجدی سویر حق اے
علیؑ حقیقت توں ڈھیر حق اے

حَسینیں توں ودھ حَسیں علیؑ اے
یقیں علیؑ اے امن علیؑ اے

امیں علیؑ اے اماں علیؑ اے
اساں فقیریں دی چھاں علیؑ اے

علیؑ دی توصیف کیوں ناں لکھاں
جو میڈے لفظے دی لج علیؑ اے
تے میڈے اکھیں دا حج علیؑ اے

علیؑ دے خطبے توں حرف بنڑدن
علیؑ دے رتبے توں شرف بنڑدن

سوہنے محمدؐ دی سوہنی مندری دا نگ علیؑ اے
اساڈے سریں دی پگ علیؑ اے

علیؑ عقیدہ، علیؑ عقیدت، علیؑ تصوف، علی طریقت
علیؑ ولایت ، علیؑ امامت ، نبیؐ دے یاریں دا یار علیؑ اے
صحابہؓ پیارے دا پیار علیؑ اے ، تے موسمیں دی بہار علیؑ اے

نبیؐ دے بستر دا چین علیؑ اے
حسنؑ علیؑ اے حسینؑ علیؑ اے
حسینؑ دا پُتر زینؑ علیؑ اے

نبیؐ دی جند جان ویر علیؑ اے
طہارتیں دا سفیر علیؑ اے

امیر علیؑ اے، امیر لوگیں دا پیر علیؑ اے
تے پہلے خلیفہ سائیں دا وزیر علیؑ اے

عمرؓ تے عثمانؓ باحیا دا مشیر علیؑ اے
وفا علیؑ اے، دعا علیؑ اے
دوا علیؑ اے، شفا علیؑ اے

نمازی مسجد دا، غازی جنگیں دا
ہیرو خیبر دا، مولا سُنّیں دا

گال مکدی مکاوے نادر
ملائی تے مکھن تے گھیو علیؑ اے
نبیؐ دی نسلیں دا پیو علیؑ اے

شاعر: نادر صدیقی

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ و کفی و الصلوۃ و السلام علی نبیہ المصطفی و علی آلہ و اصحابہ نجوم الھدیٰ

جس دن سے اہل سنت اور اہل تشیع کی راہیں جدا ہوئیں اس وقت سے لے کر تاہنوز ان دونوں گروہوں کے مابین معرکہ آرائیاں جاری ہیں۔اہل سنت دلائل اور ثبوت کی بنیاد پر اپنے مدمقابل سے نبرد آزما نظر آتے ہیں۔ جبکہ اہل تشیع اپنے خبث باطن کی آگ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین پر تبرا کر کے بجھاتے نظر آتے ہیں۔

کبھی ان کے ایمان و عقیدے کے بارے میں طعنے نقل کرتے ہیں۔ کبھی ان کی خلافت و حکومت کے خلاف پراپیگنڈا کرتے ہیں۔اور کبھی ان کی شخصیت کو لے کر طوفان بدتمیزی برپا کرتے ہیں۔

منجملہ انہی خرافات میں سے ایک یاوہ گوئی یہ بھی ہے کہ آج سے تقریباً دو یا تین سال قبل سید شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے یوٹیوب پر ایک وڈیو ریکارڈ کروائی تھی جس میں انھوں نے اہلسنت کی کتابوں سے چالیس حوالہ جات نقل کر کے یہ باور کرایا تھا کہ ان میں یہ لکھا ہوا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدہ کائنات فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے در دولت پر آگ لے کر آئے اور ان کا گھر جلا دیا جس سے ان کا اسقاط حمل ہو گیا۔العیاذ باللہ

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے اہل سنت کتب سے چالیس حوالہ جات یکے بعد دیگرے وڈیو میں اسکین کر کے دکھائے اور ان کو بالترتیب عوام کے سامنے پیش کیا۔ ان میں فدک کی روایت کے الفاظ بھی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مطالبہ فدک کے پورا نہ ہونے پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں اور ایک روایت وہ بھی ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کے گھر کے باہر کھڑے ہو کر ان کو دھمکی دی کہ میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔ العیاذ باللہ

چند ایک تاریخی حوالہ جات بھی انہوں نے نقل کیے اور پھر انھوں نے الگ سے ''مصائب فاطمہؑ'' کے نام سے کتاب بھی شائع کر دی برادر مکرم جناب محمد طلحہ علوی صاحب، ہمارے معزز و مکرم اور کتاب علم دوست شخصیت کے حامل ایک قابل قدر فرد ہیں۔ انھوں نے گزشتہ سال مجھ سے اس موضوع پر کام کرنے کے حوالے سے بات چیت بھی کی تھی۔ اور آج انھوں نے یہ خوشخبری سنائی کہ وہ اپنا کام مکمل کر چکے ہیں۔

انھوں نے ''فوز الدارین فی دفاع الشیخین'' المعروف بہ شہادت فاطمہؓ، شہنشاہ حسین نقوی صاحب کے دلائل کا تنقیدی جائزہ'' کے نام سے نقوی صاحب کی کتاب کا بہترین علمی رد کیا ہے۔

جناب محمد طلحہ علوی صاحب نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ سید شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت سے متعلق اہل سنت کی کتابوں سے جو حوالہ جات نقل کر کے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی سعی نامشکور کی ہے۔ اس میں انھوں نے اہل سنت کے حوالہ جات نقل کرنے میں علمی خیانت سے کام لیا ہے۔ انھوں نے ادھورے حوالہ جات نقل کیے ہیں اور غیر علمی طریقے سے کتاب شائع کر دی ہے۔ میں نے اپنی علمی مصروفیات سے کچھ وقت نکال کر جناب محمد طلحہ علوی صاحب کی کتاب کو جستہ جستہ مقامات

سے دیکھا ہے۔ جس سے اندازہ ہوا ہے کہ اس نوجوان صاحب قلم نے بڑی محنت وجاں فشانی سے یہ میدان خارزار طے کیا ہے۔

اور اہل سنت کی جانب سے ایک اہم فریضہ کا اہتمام کیا ہے۔اس پر وہ ہماری طرف سے مبارکباد اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ جناب محمد طلحہ علوی صاحب کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور انھیں دنیا وآخرت میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ان کی کتاب سے زیغ وضلال میں بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے سوئے حرم مشعل راہ بنائے۔(آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

والسلام:

مفتی محمد وقاص رفیع

دارالافتاءادارۃالتحقیق والادب اسلام آباد

اسلامک ریسرچ اسکالر" الندوہ" لائبریری اسلام آباد

۲۹ ربیع الاول ۱۴۴۵ھ بمطابق 14 اکتوبر 2023ء

اصول ومبادی
(حصہ اول)

تمہیدی گفتگو:

دین کی بنیاد قرآن وسنت پر ہے۔ قرآن وسنت ہی دین کے بنیادی ماخذ ہیں اور یہ ماخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عطا کیے گئے ہیں قرآن مجید سنی شیعہ کی مشترکہ دینی کتاب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت / طریقہ بھی سنی شیعہ کے ہاں مسلمہ ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کی جس عملی روایت کو دین کی حیثیت سے جاری کیا اور صحابہ کرام اور اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس کا پابند کیا۔

اس عملی روایت پر تمام طبقات امت کا اتفاق ہے۔ ۱۴۰۰ سال سے امت مسلمہ دین کی اس عملی روایت پر عمل پیرا ہے کلمہ شہادت، نماز، اذان، روزہ، حج، عمرہ، زکوۃ، قربانی وغیرہ سے لے کر وہ تمام اصول وفروع جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت متواترہ سے ثابت ہیں جس کے ثبوت میں ادنی درجے کا کوئی ابہام یا شک نہیں سب کے ہاں سنت کی حیثیت سے جاری وساری ہیں۔

اس کے برعکس دین پر غور وفکر کے نتیجے میں جو مذہبی فکر وجود میں آتی ہے اس کو دین کی تعبیر کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ دین کی ایک سیاسی تعبیر ہے، ایک صوفیانہ تعبیر ہے، ایک سلفی تعبیر ہے ایک امامی (شیعہ) تعبیر ہے، ایک سنی تعبیر ہے۔ یہ اصلاً دین نہیں ہے۔ یہ دین پر تدبر کرنے کے نتیجے میں اہل علم کے آرا سے جنم لینے والے مسالک ہیں جنہیں ہم مدرسہ فکر یا مکتبہ فکر کہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا دین جس پر نجات کا مدار ہے وہ محفوظ ذرائع سے پہنچ چکا ہے۔ سب اسی دین پر عمل پیرا ہیں۔ لیکن بعض اوقات کسی آیت یا کسی حدیث کو سمجھنے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہو جایا کرتا ہے۔ اس کو نزاع کا باعث نہیں بنانا چاہیے۔ نزاع اسی صورت ہوتا ہے جب ہم اپنے فہم کو رسول اللہ ﷺ کی عمومی ہدایت سے جوڑ کر بیان کرتے ہیں۔

علماء کو یہ بتانے کی سعی کرنی چاہیے کہ فلاں آیت سے یا فلاں حدیث سے وہ یہ سمجھے ہیں۔ نہ تو اہل تسنن کی تعبیر اصلاً دین ہے اور نہ ہی اہل تشیع کی تعبیر اصلاً دین ہے۔ میرا احساس تو یہ ہے، اور یہ ایک مسلمہ حقیقت بھی ہے کہ جو دین رسول اللہ ﷺ نے ہم تک پہنچایا وہ قطعیت سے پہنچ گیا ہے سنی شیعہ مسلمان اسی دین کے عامل ہیں بعض عقائد و نظریات و اعمال مسلک کے ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں۔ اس کا اصلاً دین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

یعنی جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اہلسنت کے نزدیک فلاں چیز جائز ہے یا شیعہ کے نزدیک فلاں چیز حرام ہے تو اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ چونکہ اہلسنت نے اس کو جائز قرار دے دیا تو اب وہ اصلاً جائز ہو گئی اس سے اختلاف نہیں ہو سکتا یا شیعہ نے اگر کسی چیز کو حرام کہہ دیا تو اب وہ حلال نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالی جنت و جہنم کے فیصلے کسی محقق کی تحقیق پر نہیں کرے گا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی اس ہدایت کی بنیاد پر کرے گا جو بغیر کسی شک و شبہ کے پہنچ گئی ہے۔ مبہم چیز کبھی بھی فیصلہ کن نہیں ہوا کرتی۔ رسول اللہ ﷺ کی دینی ہدایت جس پر نجات کا مدار ہے بالکل واضح ہے۔ سنی شیعہ علماء کو چاہیے کہ وہ اپنی آرا اور رسول اللہ ﷺ کی دینی ہدایت میں فرق کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

مسلکی تعبیرات کے پیش نظر جنت و جہنم کے فیصلے نہ کریں، رائے کے اختلاف کی وجہ سے کسی کو کافر نہ کہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اختلاف صریحاً کفر ہے لیکن سنی شیعہ اکابرین سے علمی، سیاسی، فکری، سماجی، فقہی اختلاف کسی صورت کفر نہیں۔

دین اسلام دین فطرت ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالی کی آخری کتاب اور آخری ہدایت ہے اس کتاب کو دین میں مصدر و مرجع کے لحاظ سے اصل کی حیثیت حاصل ہے۔

قرآن مجید کا طریقہ استدلال اور گفتگو کرنے کا انداز یہ ہے کہ قرآن مجید ٹھوس علمی و عقلی بنیادوں پر دین کی ہدایت دیتا ہے اس کے لیے میں ایک اصطلاح استعمال کرتا ہوں "Established Knowledge" یعنی (تسلیم شدہ) علمی حقائق، ان علمی حقائق کے پیش نظر قرآن مجید مشرکین سے بات کرتا ہے توحید پر دلائل دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر دلائل دیتا ہے۔

قرآن مجید کا مکمل مطالعہ کریں تو یہ بات دین کے ہر طالب علم پر واضح ہو گی کہ قرآن نے ٹھوس علمی و عقلی بنیادوں پر توحید پر گفتگو کی ہے۔ نبوت و رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گفتگو کی ہے۔ جو لوگ وحی کو نہیں مانتے ان کو بھی اگر بات سمجھائی ہے تو انہی عقلی بنیادوں کی روشنی میں ہی سمجھائی ہے جو انسانی علم کے دائرہ کار میں اثبت ہیں۔

آج ایک مسلمان تک دین کی ہدایت پہنچانا یا اس کو قرآن و حدیث میں موجود کسی دقیق نکتہ سے آشنا کرنا اس قدر مشکل نہیں جس قدر مشکل ایک غیر مسلم کو دین سمجھانا ہے۔ لیکن افسوس ہم پر روایت غالب آگئی۔ ہم دین اسلام کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور دیکھنا بھی چاہیے میں اس کا انکار نہیں کرتا لیکن کیا کبھی ہم نے یہ سوچا ہے کہ جس بات کو میں دین کی حیثیت سے اختیار کیے ہوئے ہوں کیا واقعی وہ خدا کی منشاء ہے۔

کیا ہمارے پاس اس کے عقلی و نقلی دلائل موجود ہیں۔ آج امت مسلمہ کا وہی حال ہے جو کئی سو سال پہلے اہل کلیسا تھا۔ بہت سے ایسے نظریات جن کا دین سے، شریعت سے کوئی تعلق نہیں ان کو دینی نظریات کی شکل دے کر لوگوں میں عام کر دیا گیا۔ اور ان سے اختلاف کرنے والوں کو یا تو قتل کر دیا گیا یا سخت ترین سزا دی گئی۔

گلیلیو کے نام سے ہم سب واقف ہی ہیں۔ یہ خوش قسمت نکلا اس کی جان بچ گئی لیکن کیسے بچی، اس کو مجبوراً اپنی رائے ترک کرنی پڑی کیونکہ اس وقت اہل کلیسا خدا بنے بیٹھے تھے۔ جو ان کے نظریات کے خلاف آواز اٹھاتا وہ اپنا انجام خود ہی دیکھ لیتا۔

آج امت مسلمہ بھی انہی حالات سے دو چار ہے۔ جب بنائے استدلال علم و عقل کے مسلمات کی بجائے عقیدت اور نفسانی خواہشات بن جائیں تو اسی طرح اختلاف کرنے والوں کی گردنیں مار دی جاتیں ہیں، کیونکہ استدلال ٹھوس علمی و عقلی بنیادوں پر نہیں ہوتا اس لیے لاجواب ہونے کی صورت میں ہم اپنی جہالت کا اعتراف کرنے کی بجائے اپنے مخاطب کی زندگی اجیرن کر دیتے ہیں۔

اگر تحقیق ٹھوس علمی و عقلی بنیادوں پر ہو تو کوئی انتشار پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم علم کی اس روایت کو دوبارہ سے زندہ کریں۔ ٹھوس علمی و عقلی بنیادوں پر علم کی بات کریں، اللہ رسول کی ہدایت بھی ایک علم ہے اس کا تعلق عقیدت سے نہیں شعور سے ہے۔

یعنی اللہ رسول نے جو ہدایت ہمیں دی ہے اس کو اپنوں اور غیروں تک پہنچانے کے لیے جذبات سے نہیں بلکہ علمی و عقلی دلائل سے کام لینا ہو گا۔ ہمارا دین اپنی بات ثابت کرنے کے لیے مکمل علمی و عقلی دلائل رکھتا ہے۔

میں اکثر حیران ہوتا ہوں کہ اس طرح گفتگو کرنے سے ہمارے اکثر علماء کرام (سنی، شیعہ) احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہم نہ تو سوال کا سامنا کرتے ہیں اور نہ ہی سائل کو عزت اور احترام دیتے ہیں، جب ہماری فکر ہی کمزور بنیادوں پر کھڑی ہے تو ایسا ہی ہوگا۔

اللہ تعالی نے جب بھی قرآن میں توحید پر دلائل دیے تو کہا: "اس میں اہل عقل کے لیے نشانیاں ہیں" یہاں اہل عقل سے مراد ہر وہ ذی شعور ہے جو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنی نبوت پر اور قرآن مجید کی حقانیت پر دلائل دیے تو ٹھوس علمی و عقلی مقدمات کی روشنی میں مخالفین و منکرین سے کلام کیا۔

قُلْ لَوْ شَاءَ اللّٰہُ مَا تَلَوْتُہُ عَلَیْکُمْ وَلَا أَدْرَاکُمْ بِہِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیکُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِہِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیجیے اگر اللہ چاہتا تو میں تمہارے سامنے اس کی تلاوت نہ کرتا اور نہ وہ تمہیں اس سے خبردار کرتا تو بیشک میں اس سے پہلے تم میں عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

اس آیت پر غور کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم و عقل کے مسلمات کی روشنی میں اپنے مخاطبین سے بات کی ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہہ رہے ہیں کہ اے لوگو، کیا تم دیکھتے نہیں ہو میں نے چالیس سال اسی شہر مکہ میں گزارے ہیں۔ کبھی اس سے پہلے میری زبان سے ایسا کلام سنا ہے، کبھی میں نے فصیح و بلیغ عربی زبان میں کوئی شعر کہا ہو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

---

1 یونس: ١٦

میں نے کسی خاص منصوبے کے تحت اس قرآن کو پیش نہیں کیا، یعنی انسانی عقل، ظاہری اسباب اور انسان کا دائرہ علم اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے کہ ایسا شخص جس سے اس کلام کے صدور کی کوئی توقع نہیں وہ آج اس طرح لوگوں سے فصیح عربی زبان میں بات کر رہا ہے۔Impossible،یعنی یہ خدا ہی کی طرف سے ہے یہ کسی انسان کا کلام نہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی کاوش نہیں۔آخر کار ماننے والے مان گئے اور ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آنے والوں نے اس عقلی استدلال کو نظر انداز کر دیا۔خدا وند متعال نے انہی لوگوں کو جانوروں سے بدتر قرار دیا ہے۔

بہت معذرت کے ساتھ عرض ہے، ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں ہم بھی یوں ہی منکر ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں کئی ایک علماء جنہوں نے ماضی کی علمی روایات سے اختلاف کیا اور اس روایت میں موجود استدلال کی غلطی پر ہر خاص و عام کو متنبہ کیا، لیکن روایتی علماء نے اس اختلاف کو برداشت نہ کیا اور ایسے لوگوں کی زبانیں بند کر دی گئیں۔

ہمارے ملک میں بہت سے ایسے علماء اور گنتی کے چند لوگ گزرے ہیں جن کو ان کی علمی آرا کی وجہ سے ملک بدر کر دیا گیا۔ایسا کیوں ہے ؟اس کا فقط ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ ہمارے پاس اپنے نظریات کو ثابت کرنے کے لیے کوئی علمی و عقلی مقدمہ نہیں ہے، ہم فقط رٹی رٹائی علمی روایت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

جب کوئی اس روایت میں رہ کر علماء سے ہٹ کر بات کرے اس کی زبان بند کر دی جاتی ہے یعنی اب حال یہ ہے کہ اولاً یہ کہا جاتا ہے کہ ماضی کی روایت سے جڑے رہیں اب اگر کوئی عالم اس روایت سے جڑا رہتا ہے اور اس روایت میں رہ کر ماضی کی روایت کے ذیل میں معاصر علماء سے کسی مسئلہ میں اختلاف کرتا ہے تو اس پر بھی علماء ناراض ہو جاتے ہیں اور یہ درس دیتے ہیں کہ ماضی کی روایت کو جیسے وہ سمجھے ہیں ویسے ہی سمجھنا ہو گا۔

خدارا اس روش سے رجوع کریں۔ اگر یہی حال رہا تو ہماری نوجوان نسل دین سے دور ہو جائے گی اب زمانہ وہ نہیں رہا، اب لوگ سوال کرتے ہیں۔ دلائل سے بات سننا اور کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم ٹھوس علمی و عقلی بنیادوں پر علم (دین، تاریخ) کی بات نہیں کر سکتے تو ہمیں ہر مسئلہ میں سکوت اختیار کر لینا چاہیے اسی میں سب کے لیے عافیت ہے۔

اصول ومبادی
(حصہ دوم)

مبادی تدبر تاریخ:

تاریخی روایات پر غور کرنے سے متعلق چند ایک ضروری ہدایات کا جاننا ناگزیر ہے۔ تاریخ کے منتقل ہونے کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہیں یا انھیں ہم تاریخ کے منتقل ہونے کا بنیادی ذریعہ بھی کہہ سکتے ہیں جن میں سے ایک خبر متواتر اور دوسری خبر واحد ہے خبر متواتر سے مراد ایسی خبر جس کو بیان کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقل سلیم محال سمجھے جبکہ خبر واحد سے مراد ایسی خبر جس میں خبر متواتر کی شرائط نہ پائی جائیں۔

خبر متواتر سے جو تاریخ منتقل ہوتی ہے اسے تاریخی حقائق کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے جسے ہم عام طور پر Established History بھی کہتے ہیں۔ یہ تاریخی حقائق اس قدر واضح ہوتے ہیں کہ ہر ذی شعور ان سے بنیادی طور پر واقف ہوتا ہے۔

تاریخی حقائق تحقیق، استدلال یا قیاس کی قبیل سے نہیں ہیں کہ کسی محقق نے فلاں خبر پر تحقیق کی اور اس تحقیق کے نتیجے میں اب فلاں خبر تاریخی حقیقت بن جائے گی یا کسی محقق نے کسی خبر پر اپنا تبصرہ یا تجزیہ نقل کیا اور بعد میں اس محقق کی نسبت سے وہ تبصرہ یا تجزیہ عوام میں مشہور و معروف ہو گیا یا بعض اوقات اہل علم کسی روایت سے استدلال کر کے بعض آرا قائم کر لیتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں کسی صورت تاریخی حقائق نہیں بن سکتیں کیونکہ تاریخی حقائق کا تعلق خبر متواتر سے ہے۔

اور خبر متواتر سے مراد ایک جم غفیر کی اس وقت سے اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کی حسی شہادت ہے جس وقت وہ واقعہ رونما ہوا تھا اس کے لیے حدثنا یا اخبرنا کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اصلاً خبر متواتر سند کی محتاج نہیں ہوتی اس کے ثبوت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو روایت کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر ہوں کہ عقل یہ بات ماننے کو تیار نہ ہو کہ اتنے سارے لوگ جھوٹ کیسے بول سکتے ہیں یا جھوٹ پر جمع کیسے ہو سکتے ہیں کوئی نہ کوئی تو ان میں سے اس جھوٹ کا پردہ فاش کرنے والا ہو گا۔

لہذا یہ بات مسلمہ ہے کہ تاریخی حقائق کا تعلق خبر متواتر سے ہے۔ تارِیخی حقائق ہر خاص و عام میں اس قدر مشہور و معروف ہوتے ہیں کہ کوئی ذی شعور شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا مثلاً محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخصیت کا نام ہے ان کے تاریخی وجود کے اثبات کے لیے تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔

کیونکہ ان کے تاریخی وجود کے اثبات پر انسانوں کی بہت بڑی جماعت کی شہادت ہے۔ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے عبداللہ اور آمنہ کے بیٹے ہیں انھوں نے چالیس سال کی عمر میں نبوت کا اعلان کیا ان پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید ہے۔

یہ سب باتیں تاریخی حقائق میں سے ہیں ان کا تعلق خبر متواتر سے ہے جو اپنی ذات میں اس قدر واضح ہیں کہ کوئی شخص اس معلومات کا انکار نہیں کر سکتا الا یہ کوئی شخص بالکل ہی تاریخ سے نابلد ہو۔

اسی طرح محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ابو بکر بن ابی قحافہ کا اقتدار میں آنا ایک تاریخی حقیقت ہے، اسی طرح عمر بن خطاب کو ابولو فیروز نامی شخص کا نماز میں قتل کرنا، عثمان بن عفان کی حکومت میں ان کے خلاف بغاوت کی صورت پیدا ہونا اور اسی سبب

ان کی شہادت ہونا علی بن ابی طالب کا جمل، صفین اور نہروان میں اپنے مخالفین سے جنگ کرنا حسن ابن علی کا معاویہ بن ابی سفیان سے صلح کرنا، معاویہ بن ابی سفیان کا تقریبا بیس سال حکومت کرنا، معاویہ بن ابی سفیان کی حکومت میں فتنہ، فساد، جنگ وجدال، خون ریزی کا خاتمہ ہو جانا، معاویہ بن ابی سفیان کے بعد یزید بن معاویہ کا اقتدار میں آنا، یزید کے دور حکومت میں نواسہ رسول ﷺ اور ان کے رفقاء کی شہادت ہونا، عمر بن عبد العزیز کا **امرھم شوریٰ بینھم** کے اصول کے تحت حکمران بننا، بنو امیہ ،بنو عباس کی حکومتوں کا قائم ہونا، عثمانی ترکوں کا کم وبیش آٹھ سو سال حکومت کرنا، مغلیہ سلطنت کا قائم ہونا، ہندوستان میں انگریز کی آمد، پاکستان کی آزادی، محمد علی جناح کی سیاسی وسماجی خدمات، لیاقت علی خان ضیاء الحق، ذوالفقار علی بھٹو اور محترمہ بے نظیر بھٹو کی شہادت وغیرہ وغیرہ، یہ سب تاریخی حقائق میں سے ہیں ان کو تسلیم کرنے کے لیے نہ تو کسی محقق کی تحقیق کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی محقق کے تبصرہ پر توجہ دینے کی حاجت ہے یہ تمام اخبار اپنی ذات میں اس قدر واضح ہیں کہ تاریخی اعتبار سے اس معلومات کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ان اخبار کا معروف ومشہور ہونا بالکل واضح ہے۔

اس کے برعکس تاریخ کا بہت بڑا ذخیرہ اخبار آحاد کے ذریعے منتقل ہوا ہے جو اصلاً خبر متواتر سے منتقل ہونے والے تاریخی حقائق کی تفصیلات پر مشتمل تاریخی مواد ہے یہی تاریخی مواد تحقیق کا اصل موضوع ہے۔

کوئی روایت یا کوئی خبر اپنی ذات میں اصل سے دور نہیں ہوسکتی۔تاریخ کی اساس خبر متواتر پر رکھی گئی ہے اسی کے تحت اخبار آحاد کو بیان کیا جاتا ہے اور ان اخبار کی روشنی میں استدلال کرکے ہی کوئی محقق تاریخ کے باب میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ تاریخی معلومات اگر تاریخی حقائق کے منافی ہوگی تو ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔

کسی بھی خبر کا متحقق ہونا تاریخ حقائق کے تابع رہ کر ہے۔ اگر کوئی تاریخی معلومات اصلاً تاریخی حقائق کے خلاف ہو تو اس کو شاذ سمجھا جائے گا۔ اگر کوئی تاریخی معلومات شخصیات کے کردار سے متعلق ہے تو اس میں یہ دیکھا جائے گا کہ وہ معلومات کس نوعیت کی ہے اگر تو اس معلومات کا تعلق اصولی مباحث سے ہے تو اس کے لیے سب سے پہلے تاریخی حقائق میں اس کی اصل تلاش کرنی ہو گی۔

مثال کے طور پر اگر کسی تاریخی روایت میں یہ بیان ہوا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سندھ کے فلاں علاقہ میں تشریف لائے تو ایسی خبر صحیح السند ہونے کے باوجود بھی قابل قبول نہ ہو گی کیونکہ تاریخی طور پر یہ اثبت ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کبھی سندھ کی طرف نہیں آئے۔

اس مثال سے یہ اصول بالکل واضح ہے کہ اخبار احاد سے ماخوذ تاریخی معلومات خبر متواتر (تاریخی حقائق) کے تابع رہ کر ہی قبول یا رد کی جائیں گی۔ خبر واحد اگر عام سیاسی اور سماجی واقعات پر مبنی ہے کسی کے اخلاق، فضائل و مناقب کو بیان کر رہی ہے، کسی کے روشن کارناموں کا ذکر کر رہی ہے تو اس کے متحقق ہونے کے لیے تحقیق کے باب میں شدت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

یعنی اس باب میں کمزور روایت سے بھی استدلال جائز ہو گا۔ لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ایسا استدلال اصول کے منافی نہ ہو اور اس روایت کے نقل ہونے میں راویوں کے مابین کوئی اختلاف نہ ہو۔ خبر واحد اگر کسی بھی معاملے میں کوئی معلومات فراہم کرتی ہے تو اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے مثلاً ایک راوی کہے وہ لاہور آیا تھا دوسرا کہے وہ راولپنڈی آیا تھا وغیرہ وغیرہ، ایسی صورت حال میں حتمی رائے نہیں دینی چاہیے ہاں یہ خالصتاً تحقیق کا موضوع ہے۔

محققین راویوں کے باہمی اختلاف کو رفع کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اس طرح کی روایات سے حاصل شدہ معلومات حتمی و قطعی نہیں ہوتی خبر متواتر اور خبر واحد میں سب سے بڑا بنیادی فرق اس کے بیان ہونے میں راویوں کا باہمی اختلاف ہے۔ بہت کم اخبار احاد ہی ایسی ہیں جو من وعن بغیر کسی اختلاف کے بیان ہوئی ہیں۔

راویوں کے باہمی اختلافات کو رفع کرنے کے بعد ہی کوئی رائے قائم کی جاتی ہے اس کا طریقہ کار بہت سادہ ہے کہ سبب اختلاف کو تلاش کرنے کی سعی کی جائے راویوں کے باہمی ربط پر غور کیا جائے، ان کے حسی مشاہدات کا جائزہ لیا جائے۔ اس کے بعد ہی عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں ترجیح قائم کی جائے۔

تاریخ کا وہ حصہ جو شخصیات کے کردار سے متعلق ہے تو ایسی صورت میں اخلاق حسنہ و فضائل و مناقب کے باب میں تمام تاریخی معلومات قبول کی جائیں گی الا یہ کہ وہ حقائق کے منافی نہ ہوں۔

اگر کوئی تاریخی روایت کسی شخص سے متعلق کوئی ایسی معلومات فراہم کرے جو علم و عقل کے مسلمات کے تحت غیر اخلاقی ہو تو ہر گز قبول نہیں کی جائے گی اس کو سمجھنے کا بہترین اصول یہ ہے کہ جس شخص کا کردار تاریخی طور پر اثبت ہے۔ کوئی خبر واحد اس کے کردار پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ بہتان و الزمات پر مبنی تاریخ نقد و جرح کے مراحل سے گزر کر ہی قابل قبول ہے کیونکہ ہر انسان عند اللہ لائق تعظیم ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ[2]

اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی

---

[2] الاسراء : ۷۰

قرآن مجید کی رو سے ہر شخص قابل تعظیم ہے۔ اس لیے کسی بھی شخصیت سے متعلق کوئی رائے دینے سے پہلے اس بات کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ اس شخص سے متعلق تسلیم شدہ، ثابت شدہ تاریخی ریکارڈ کیا اس رائے کے منافی تو نہیں۔

کسی بھی شخص کی اچھائی پر کوئی تحقیق نہیں کرتا ہر کوئی عیوب سے کردار کے اچھا یا برا ہونے کا فیصلہ کرتا ہے لہذا اس طرح کی معلومات جو کسی بھی عام شخص یا خاص شخص سے متعلق اس کے اچھے یا برے کردار کا فیصلہ کرے نقد و جرح کے مراحل سے گزر کر ہی قبول کی جائے گی۔

اگر کسی شخص کا معاشرتی طور پر اچھا ہونا عادل ہونا صدوق ہونا ثقہ ہونا ثبت ہے تو کوئی خبر واحد اس کو ان صفات سے بے نیاز نہیں کر سکتی ایسی معلومات الزام تراشی و بہتان کی قبیل سے ہیں اس کے لیے عقلی و نقلی استدلال ہی روایت کی صحت کے لیے فیصلہ کن ہوگا لیکن روایت اگر صحت کے معیار پر پوری اتر آئے اور اصل کے خلاف ہو یا علم و عقل کے مسلمات کے خلاف ہو تو ایسی روایت مسترد کر دی جائے گی۔

کسی بھی شخصیت کے کردار سے متعلق اصولی معلومات جس سے اس کی پوری زندگی مطعون قرار پائے گی تاریخی حقائق ہی سے متحقق ہوگی اور تمام اخبار احاد اس کے ذیل میں ہی قابل قبول ہوں گی۔

تاریخی مقدمات کا تعلق خاص علمی و عقلی بنیادوں سے ہے ایسا نہیں ہے کہ ہر طب ویابس کسی عقلی و نقلی دلیل کے بغیر مقبول ہے بلکہ ہر خبر کے صحیح ہونے کے عقلی و نقلی دلائل ہیں۔ شخصیات سے متعلق جو تاریخی مواد ہمیں دستیاب ہے وہ اس قدر سچ اور جھوٹ سے مخلوط مواد ہے کہ ہر خاص و عام ایک ہی وقت میں اچھا بھی ہے اور برا بھی، عادل بھی ہے

اور ظالم بھی، شقی بھی ہے اور سعید بھی، سچا بھی ہے اور جھوٹا بھی، ان تمام تر احتمالات کا سبب تاریخی اخبار کا وہ رطب و یابس ہے جسے کسی محقق کے ہاتھ نہیں لگے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ تاریخی کتب میں موجود شخصیات سے متعلق وہ اصولی معلومات جو کسی شخصیت کی مکمل زندگی کی ترجمان ہے، اس کے اخلاق و رذائل سے متعلق ہے۔ اس کے بارے میں روایت و درایت کے بنیادی اصول و ضوابط کو مد نظر رکھ کر ہی کوئی رائے قائم کی جائے۔

جیسا کہ شخصیات سے متعلق تاریخی مقدمات کی اساس خبر متواتر ہے خبر متواتر سے تاریخی مقدمات جنم لیتے ہیں اور اصول میں وہ خبر شخصیات سے متعلق متحقق ہوتی ہے۔ اخبار احاد سے حاصل نے والی معلومات تاریخی اعتبار سے شخصیات کے اچھے، برے کردار کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔

اس کے لیے خبر متواتر سے ہی استدلال ناگزیر ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ خبر متواتر کی روشنی میں اخبار آحاد سے استدلال جائز ہو گا لیکن تمام اخبار احاد نقد و جرح کے مراحل سے گزر ہی قبول کی جائیں گی۔

تاریخی اخبار کے منتقل ہونے کی کئی ایک جہتیں ہیں مثلاً بعض اوقات راوی کسی خاص مفاد کے پیش نظر اخبار بیان کرتا ہے، بعض اوقات کسی خاص نفسیات کے پیش نظر اخبار بیان کرتا ہے اور بعض اوقات بغض و عناد کی وجہ سے بھی اخبار بیان کیے جاتے ہیں۔

روایت کی صحت کے لیے بیان کرنے والے کی دلچسپی پر غور کرنا اور اس کے مفادات کا پتا لگانا انتہائی ضروری ہے۔ مثلاً تاریخ کی کتابوں میں صحابہ کرام و اہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سیاسی حالات مرقوم ہیں۔

ان سیاسی حالات پر مشتمل بعض ایسی روایات بھی کتب میں درج ہیں جو ان شخصیات سے متعلق حقائق اور علم و عقل کے مسلمات کے خلاف ہیں۔ یعنی عقل ایسی روایات کو قبول کرنے سے قاصر ہے۔

اس طبقے سے متعلق وہ تاریخی مقدمات جو تسلیم شدہ اور ثابت شدہ ہیں ان کے برخلاف اس طرح کی روایات ہر صورت ناقابل قبول ہیں۔ اخبار احاد کی بنیاد پر شخصیات پر الزام تراشی بے بنیاد ہے۔ اخبار احاد سے استدلال اسی صورت جائز ہوگا جب وہ علم و عقل کے مسلمات اور علم واخلاق کے اصول پر متحقق ہوں گی۔

اس کے لیے درایت کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے روایات کی تنقیح کی جائے گی۔ اس کے بعد روایت مقبول ہوگی لیکن نقد و جرح سے متعلق یہ اصول بھی ذہن نشین رہے کہ اخبار کی صحت وعدم صحت سے متعلق کسی بھی محقق کی تحقیق حتمی نتیجہ نہیں ہوتی اس میں بہر حال غلطی کا امکان رہے گا۔ اور مزید تحقیق ہوتی رہے گی۔ اس مسئلہ میں یہ رویہ درست نہیں کہ چونکہ فلاں ماہر فن نے فلاں روایت کو صحیح کہہ دیا تو اب وہ غیر صحیح نہیں ہوسکتی۔ روایت کی صحت وعدم صحت ایک اجتہادی امر ہے۔ اہل علم اس سے بخوبی واقف ہیں۔

الزامات اور بہتان پر مشتمل تاریخی روایات:

اگر تاریخی روایات کی بناء پر کوئی شرعی مقدمہ قائم ہوتا ہو، یا ان میں ثابت شدہ حقائق کے خلاف کوئی بات ہو، یا ان روایات میں صحابہ و اہلبیت یا معروف شخصیات پر گھناؤنے الزامات لگتے ہوں، وغیرہ وغیرہ، تو ایسی روایات کی تحقیق لازم اور ضروری ہے۔

اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ [3]

اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔

سنی سنائی بات کرنے والا ہی اصلاً جھوٹا ہوتا ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

كفى بالمرء كذبا، ان يحدث بكل ما سمع [4]

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کردے۔

اللہ تعالی نے واضح طور پر اس بات کی ترغیب دی کہ خبر کی تحقیق ضرور کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے مزید وضاحت فرمادی کہ سنی سنائی باتیں نقل کرنے والا ہی جھوٹا ہے لہذا تاریخی اخبار کے معاملے میں شخصیات سے متعلق کوئی روایت جو ان کی ذات کے کسی ایسے گوشے سے متعلق ہو جس کے بیان ہونے سے وہ شخص ہمیشہ کے لیے مطعون قرار پائے گا نقد و جرح کے مراحل سے گزر کر ہی قابل قبول ہو گی۔

عام حوادث پر مبنی تاریخی روایات:

اور اگر تاریخی روایات میں مذکورہ کوئی بات نہ ہو، بلکہ اس میں عام واقعات کا بیان

---

3 الحجرات :٦

4 القشيرى ، مسلم بن حجاج ، صحيح مسلم ، مقدمة ، باب النهى عن الحديث بكل ما سمع ، دار الحضارة ، الرياض ، ١٤٣٦هـ ، ص ١٢، رقم : ٥

ہو، یا ان کا تعلق شخصیات کے فضائل اور ان کے روشن کارناموں سے ہو، وغیرہ وغیرہ۔ تو ان کو بغیر تحقیق کے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن یاد رہے کہ اس قسم کی روایات کو بیان کرتے وقت اس کے سچ یا جھوٹ ہونے کا یقین نہیں کیا جائے گا، بلکہ دونوں کا احتمال مانا جائے گا، جیسا کہ نبی ﷺ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

لا تصدقوا أهل الكتاب و لا تكذبوهم[5]

اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ ان کی تکذیب کرو

تاریخی روایات سے متعلق ہم اسی تفریق و تفصیل کے قائل ہیں، اور جہاں بھی ہم تاریخی روایات کو جرح و تعدیل کے اصول پر پرکھتے ہیں، یا یہ کہتے ہیں کہ تاریخی روایات کو بھی پرکھنے کی ضرورت ہے وہاں ہماری مراد الزام تراشی و بہتان پر مبنی روایات سے متعلق تحقیق ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ اس تفصیل کے بالکل برعکس آج بہت سارے لوگوں کا طرز عمل یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ یہ لوگ الزامات و اتہامات سے متعلق تو ہر روایت پر آنکھ بند کر کے یقین کر لیتے ہیں بلکہ انہیں تواتر کے درجے تک پہنچاتے ہیں۔

لیکن فضائل یا مثبت کارناموں سے متعلق روایات کو قبول کرنے کے لئے ایسا معیار قائم کرتے ہیں کہ بسا اوقات صحیحین کی احادیث بھی اس معیار پر پوری نہ اتریں۔ لهذا شخصیات کے معاملے میں کوئی بھی روایت نقد و جرح کے مراحل طے کیے بغیر ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔

---

5 بخاری ، محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری ،کتاب التوحید ، باب مایجوز من تفسیر التواۃ و غیرها ، دا ر الحضارۃ ، الریاض ، ۱۴۳۶ھ ، ص ۱۲۰۵، رقم : ۷۵۴۲

خبر متواتر اور خبر واحد میں بنیادی فرق:

جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ خبر کے منتقل ہونے کے دو بنیادی ذرائع ہیں جن میں سے ایک خبر متواتر اور دوسرا خبر واحد ہے۔ خبر متواتر سے مراد ایسی خبر جس کو روایت کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقل سلیم محال سمجھے ۔ جبکہ خبر واحد سے مراد ایسی خبر جس میں خبر متواتر کی شرائط نہ پائی جائیں۔ یہ اصطلاحات اہل علم کے ہاں معروف ہیں یہ کوئی شرعی یا دینی اصطلاحات نہیں ہیں یہ خاص علمی اصطلاحات ہیں۔ یعنی کسی بھی علم کا تاریخی طور پر منتقل ہونا انہی دو ذرائع سے ہے۔

مسلمانوں کی علمی روایت میں موجود اصولیین اور محدثین، دونوں بعض احادیث اور اخبار کو ''متواتر'' قرار دیتے ہیں۔ کیا یہ وہی ''تواتر'' ہے جو قرآن مجید کے نقل کے موقع پر بیان کیا جاتا ہے اور جس کی تعریف یہ کہہ کر کی جاتی ہے کہ ''**خبر عدد یمتنع معه لکثرته تواطؤ علی کذب**''، ''یعنی ایسی خبر جو اتنے لوگوں نے بیان کی ہو جن کی کثرت کی وجہ سے ان کا جھوٹ پر جمع ہونا عقلاً محال ہو'' یا جسے اہل علم، ''**علم العامة**'' یا ''**نقل الکافة عن الکافة**'' یا ''**قد اجمع المسلمون**'' کی تعبیر میں بھی بیان کرتے ہیں۔ خبر واحد پر تواتر کا حکم لگانے والے اہل علم اس بارے میں دو آرا رکھتے ہیں:

پہلی یہ کہ خبر واحد کے تواتر سے مراد یہ ہے کہ جس طرح کسی خبر کا متواتر ہونا قطعیت، یعنی یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی خبر واحد بھی قطعیت یا یقین کا فائدہ دے تو اس کی حیثیت بھی تواتر تک پہنچ جانی چاہیے۔ لہٰذا ان کے نزدیک خبر کا '' تواتر'' کیفیت نقل کا نام نہیں بلکہ ''**علم القطع**'' کے حصول کی بنیاد پر کسی خبر کا حکم ہے''۔ اس رائے کو اہل علم ''**ما أفاد القطع**'' سے بیان کرتے ہیں۔

یعنی وہ خبر جس وقت وجود میں آئی تو ابتداء میں وہ خبر واحد کے طریقہ پر ہی ہوئی اور نقل بھی وہ خبر واحد کے اصول پر ہوئی ہے، لیکن اس خبر واحد میں جو بات بیان ہوئی وہ چونکہ قطعیت اور یقین کا فائدہ دیتی ہے، لہذا اس حدیث کو نتیجے کے لحاظ سے تواتر کے " قائم مقام " سمجھ لینا چاہیے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ اگر کسی خبر کو لوگوں کی کثیر تعداد بیان کرنا شروع کردے تو وہ بات بھی اس درجے تک پہنچ جاتی ہے جس درجے میں کوئی متواتر خبر پہنچتی ہے۔ لہذا جب معاشرے میں افراد کی اتنی بڑی تعداد ان "اخبار احاد" کو بیان کرنے لگ جائے جن کا جھوٹ پر جمع ہونا عقلاً محال ہو تو اسے بھی " متواتر " مان لینا چاہیے۔

ہمارے نزدیک ان دونوں آرا کے تحت خبر واحد پر " تواتر " کی صفت کو شامل کرنا محل نظر ہے۔ پہلی رائے کو تسلیم نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تواتر کا تعلق کسی عمل کے نقل ہونے کی ایک خاص کیفیت سے ہے۔

اس کا تعلق نفس مضمون کے " صدق " اور " کذب " سے نہیں ہے۔ مثلاً یہ بات کہ انسانوں کی اتنی بڑی تعداد بیان کرتی ہے جن کا جھوٹ پر جمع ہونا عقلاً محال ہے کہ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انسان تھے، جنھوں نے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا تھا تو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دعویٰ کی صداقت زیر بحث نہیں ہے۔

یعنی چونکہ لوگوں نے اس واقعے کو متواتر نقل کیا ہے، لہٰذا آپ سچے رسول ہی تھے، آپ کی رسالت کی سچائی اس متواتر خبر میں زیر بحث نہیں ہے، بلکہ اس دعویٰ کے مطلق حدوث پر انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کا اتفاق ہے جن کا جھوٹ پر جمع ہونا عقلاً محال ہے۔

گویا یہ واقعات کے حدوث کے بارے میں انسانوں کا ''مشترک حافظہ'' ہے۔ اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ قائد اعظم پاکستان کے بانی تھے یہ خبر متواتر ہے۔ پوری قوم اسے بیان کرتی ہے، لیکن یہ بات بیان کرنے سے لازم نہیں آتا کہ آپ ہی کو بانی ہونا بھی چاہیے تھا۔

اس دعوے کا تعلق دوسرے دلائل سے ہے، محض ''تواتر'' سے خبر نقل ہونے سے نہیں ہے۔ چنانچہ کسی قطعی حقیقت کو'' تواتر'' کے بغیر بھی حاصل کیا جاسکتا ہے، اس لیے خبر واحد کو''**ماأفادالقطع**'' کی وجہ سے '' تواتر'' کا قائم مقام بنانا درست نہیں ہے۔

'' تواتر'' نقل علم کی اصطلاح ہے، کسی بات کی قطعی صداقت کے حصول کا ماخذ نہیں ہے۔ دوسری رائے بھی قابل قبول نہیں ہوسکتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ تواتر کوئی '' دینی اصطلاح '' نہیں ہے، بلکہ یہ نقل علم کی اصطلاح ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا، یہ اصطلاح علم و عقل کے مسلمات کو سامنے رکھ کر وضع کی گئی ہے۔ انسان اس ذریعۂ علم سے حقائق کا ادراک کرتا ہے۔

لہٰذا جس واقعہ کی اپنے حدوث کے وقت سے آج تک اتنی بڑی تعداد میں لوگوں نے گواہی دی ہو جن کا مل کر جھوٹ پر جمع ہونا عقلاً محال ہو اسے تو خبر متواتر کہا جا سکتا ہے، لیکن وہ خبریں جو حدوث کے وقت تو نہیں، لیکن اس کے بعد لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے بیان کرنا شروع کردی ہوں وہ اس لیے متواتر نہیں قرار دی جاسکتیں کیونکہ جو چیز اس ذریعہ علم کو قطعی بناتی ہے۔ وہ کسی واقعے کے حدوث کے وقت لوگوں کی اتنی بڑی تعداد میں شہادت ہے، یعنی جس وقت وہ واقعہ وجود پزیر ہو رہا ہو اس وقت سے اسے '' متواتر'' ہونا چاہیے نہ کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کسی خبر کے معروف یا مشہور ہو جانے سے وہ بات تواتر کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تواتر کے اسی محکم ذریعۂ علم کو خدا کا

دین پہنچانے کے لیے اختیار فرمایا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید اور سنت کو اپنے حدوث کے وقت ہی سے انسانوں کی اتنی بڑی تعداد تک پہنچایا جن کا جھوٹ پر جمع ہونا عقلاً محال تھا، اسی لیے آج بھی ہم پورے اعتماد سے دنیا کو یہ بتا سکتے ہیں۔ کہ یہ قرآن و سنت دو، چار، آٹھ افراد نے نہیں، بلکہ انسانی نسلوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر ہم تک منتقل کیا ہے۔

چنانچہ تواتر "نقل علم" کی اصطلاح ہے، یہ کوئی مذہبی اصطلاح نہیں ہے لہذا کوئی خبر واحد کسی قطعی حقیقت کو بیان کر کے متواتر بن جاتی ہے، نہ ہی بعد میں مشہور ہو جانے سے اسے متواتر قرار دیا جا سکتا ہے۔

خبر متواتر کا تعلق راویوں کی خاص تعداد سے نہیں ہے۔ اگر کسی خبر کو دس راویان نے بیان کیا تو وہ کسی صورت خبر متواتر قرار نہیں پائے گی۔ کیونکہ خبر متواتر کا تعلق راویوں کی کثرت سے ہے۔

راویوں کے مخصوص یا متعین عدد سے نہیں۔ ہمارے ہاں عام طور پر یہ بحث کی جاتی ہے کہ تواتر کے لیے راویوں کی خاص تعداد ہونی چاہیے یہ بے معنی بحث ہے۔

اہل علم کے مابین راویوں کی تعداد میں اختلاف ہے لیکن اصولی علماء اسی بات کے قائل ہیں کہ خبر متواتر میں راویوں کی مخصوص تعداد متعین کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ تواتر کی جو تعریف اہل علم نے کی ہے۔

اس تعریف کے تحت راویوں کی مخصوص تعداد متعین کرنا کسی صورت درست نہیں۔ راویوں کی مخصوص تعداد یا تعدد طرق کا تعلق خبر واحد سے ہے۔ خبر متواتر سے متعلق راویوں کی مخصوص تعداد پر بحث کرتے ہوئے شیعہ عالم الشیخ جعفر السبحانی بیان

کرتے ہیں:

" اختلفوا فی اقل عدد یتحقق معه تواتر ، و الحق انه لا یشترط فیه عدد ، فالمقیاس هو اخبار جماعه یومن من تعمدهم الکذب و هو یختلف و یتخلف باختلاف الموارد ، فرب مورد یکفی فیه عدد اذا کان الموضوع بعیداعن الهوی و الکذب ، و رب موضوع لا یکفی فیه ذلک العدد ، و بذلک یظهر ان تقدیره بالخمسه او العشره او العشرین او الاربعین او السبعین لا اساس له"[6]

"علماء کے درمیان تواتر کے متحقق ہونے کی تعداد میں اختلاف ہے لیکن قول حق یہ ہے کہ تواتر کے تحقق میں کوئی خاص تعداد شرط نہیں ہے بلکہ ملاک ایک ایسی جماعت کی خبر ہے جو عمداً جھوٹ بولنے سے محفوظ ہو اور یہ ملاک موارد کے اختلاف کے ساتھ مختلف ہوتا رہتا ہے۔ کبھی ایسا مورد بھی آتا ہے ایک خاص عدد تواتر کے لیے کافی ہوا گر خبر کا موضوع ہوا و ہوس اور کذب سے دور ہو اور کبھی یہی عدد دوسری جگہ کافی نہ ہو پس یہاں واضح ہوتا ہے کہ تواتر کے لیے پانچ یا دس یا بیس یا چالیس یا ستر کا عدد معین کرنا بے بنیاد ہے۔"[7]

لہذا یہ بات مسلمہ ہے کہ خبر متواتر کے لیے راویوں کی کوئی خاص تعداد متعین نہیں ہے اور ہونی بھی نہیں چاہیے علم و عقل کے مسلمات اسی بات کا تقاضہ کرتے ہیں۔ ہم نے بالاستیعاب مبادی تدبر تاریخ کے عنوان سے تاریخی روایات پر غور کرنے کے اصول بیان

---

[6] لسبحانی ، جعفر ، الاستاذ الشیخ ، اصول الحدیث و احکامه فی علم الدرایه ، جماعه المدرسین بقم ، مؤسسه النشر الاسلامی ، ص ۳۳

[7] شریفی ، محمد علی ، ترجمہ و تحقیق اصول الحدیث واحکامہ ، اشاعت میراث علمی مکتب اہل بیت ع ، ۲۰۲۰ء، ص ۵۰

کر دیے ہیں۔ انہی اصول و ضوابط سے تمام اختلافات کا خاتمہ ہو گا۔ ان شاء اللہ

احراق باب زہراؑ اور تاریخی حقائق

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت و سوانح پر جس قدر اہل علم نے علمی و تحقیقی کام کیا وہ تاریخ کے ہر طالب علم کے سامنے ہے۔ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب پر الگ سے کتابیں لکھی گئیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کو تاریخ اور سیر کی کتابوں میں تفصیل سے بیان کیا گیا، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کا اکثر حصہ سیرت نبوی ﷺ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر وقت سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کے سامنے ہوتے تھے اور سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھیں۔ اس اعتبار سے سیرت نبوی ﷺ کی ہر کتاب میں سیدہ کائنات ﷺ سے متعلق معلومات ہمیں پڑھنے کو ملتی ہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت سے متعلق جو کچھ کتب میں بیان کیا جاتا ہے وہ سب شیعہ مورخین کی نقل کردہ روایات ہیں جن کا تاریخی حقائق سے کوئی تعلق نہیں تاریخی حقائق یک طرفہ نہیں ہوتے کہ ایک طبقہ کسی تاریخی واقعہ کو نقل کرتا ہے تو اب سب پر واجب ہے کہ سب اسے قبول کریں۔

تاریخ کو اس سے کچھ غرض نہیں کہ سنی کون ہے اور شیعہ کون ہے تاریخ تاریخ ہے وہ طبقات کا لحاظ کر کے منتقل نہیں ہوئی۔ تاریخی حقائق تاریخ کے باب میں شخصیات سے متعلق مسلمات کا درجہ رکھتے ہیں۔ لہذا اس کے لیے آخری درجے میں علم و عقل اور علم و

اخلاق کی شہادت کا ہونا ناگزیر ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت کا واقعہ تاریخی حقائق میں سے نہیں ہے۔

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ بعض مورخین نے اس عنوان سے چند ایک واقعات اپنی کتب میں نقل کیے ہیں لیکن وہ سب شیعہ مورخین ہیں۔ اہلسنت کی کسی تاریخ کی کتاب میں احراق باب زہرا کا واقعہ اس طرح تفصیل سے بیان نہیں ہوا جس طرح شیعہ ذاکرین اور علماء بیان کرتے ہیں۔

اہل سنت کتابوں میں جہاں بھی اس واقعہ کا ثبوت ملتا ہے تردید میں ملتا ہے یعنی ہمارے اکابرین نے روافض اور فرقہ نظامیہ کے گمراہ کن عقائد کی تفصیلات کے ذیل میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت سے متعلق الگ باب قائم کرکے کسی سنی مورخ یا عالم نے اس پر کلام نہیں کیا۔

سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی شہادت پر سنی شیعہ اختلاف ہی اس واقعہ کی عدم صحت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر یہ واقعہ تاریخی حقائق میں سے ہوتا تو سب کے ہاں معروف و مشہور اور مقبول ہوتا۔

جس تاریخ میں بلا اختلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کا بیان ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کے قاتل ابولولو فیروز کی تفصیلات منقول ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت کا ذکر ہے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہا اور سیدنا امام حسین اور ان کے رفقاء کی دردناک و المناک شہادت کے واقعات مرقوم ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ تاریخ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت کا ذکر نہیں کیا۔ یہ واقعہ تاریخی حقیقت کیوں نہ بن سکا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ایک طرف

ف تاریخ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے غلام ابولولو فیروز کے ہاتھوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کو بیان کر رہی ہے۔

اور دوسری طرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بے وفا ساتھیوں میں سے ایک، عبدالرحمن ابن ملجم کے ہاتھوں ان کی مسجد میں شہادت کو بیان کر رہی ہے۔اور سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی شہادت کو بیان نہیں کر رہی۔

جہاں سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے شوہر، ان کے دو بیٹوں اور مزید پوتے پوتیوں کی شہادتیں تاریخی طور پر اثبت ہیں وہاں سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی شہادت فقط شیعہ مورخین ہی بیان کر رہے ہیں۔آخر کیوں؟؟؟

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ تاریخی حقائق سند کے محتاج نہیں ہوتے وہ اس قدر معروف و مشہور ہوتے ہیں کہ ان سے کوئی بھی ذی شعور صرف نظر نہیں سکتا۔ تاریخی حقائق تحقیق کا موضوع بھی نہیں ہیں کہ کسی محقق یا مورخ کو کسی جگہ سے کوئی روایت مل گئی اور اس نے عوام میں آکر اس روایت کو مشہور کر دیا اور اس طرح وہ روایت تاریخی مقدمہ بن گئی، ہر گز نہیں۔

تاریخی حقائق کا تعلق نقل تواتر سے ہے اس کے لیے جم غفیر کی شہادت ضروری ہے۔اکادکا روایات کو اخبار احاد کہتے ہیں۔اس واقعہ سے متعلق شیعہ سنی اختلاف ہی اس کے خبر واحد ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔اس واقعہ کے ثبوت و عدم ثبوت پر اہل علم اپنی آرا پیش کرتے رہتے ہیں۔

تحقیق کے یہ مراحل اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ تاریخی مقدمہ نہیں۔تاریخی مقدمہ ہوتا تو اس طرح سند و متن کی صحت و عدم صحت پر دلائل دے کر اس واقعہ کو قبول یار

د نہ کیا جاتا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر جتنی کتب لکھی گئی ہیں کسی محقق سیرت نگار نے اس واقعہ کو بیان نہیں کیا۔

۱۲۰۰ سالہ اسلامی تاریخ میں اس واقعہ کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ نہ ہی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سیرت میں، نہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت میں اور نہ ہی سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی سیرت میں اس واقعہ کا ثبوت ملتا ہے۔

جن کتب میں صحابہ کرام و اہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے باہمی تنازعات پر روایات منقول ہیں۔ ان میں سے اکثر روایات غیر مستند ہیں اور بعض روایات میں ایسی کوئی بات منقول نہیں جسے معترضین اہلبیت اطہار کی مظلومیت کے حق میں دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ الزام و بہتان پر مبنی تاریخی روایات کی صحت و عدم صحت کے لیے ضرور بہ ضرور علم و عقل اور علم واخلاق کے اصول و ضوابط کی شہادت کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔

بعض اوقات سند کے اعتبار سے روایت درست ہوتی ہے لیکن اس سند سے نقل ہونے والا مضمون عقلی طور پر صحت کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ جسے ہم درایت کہتے ہیں۔ یعنی شخصیات سے متعلق تاریخی روایت پر تحقیق کے سلسلے میں اس بات کا خصوصی خیال رکھنا ضروری ہے کہ جس شخص سے متعلق جو بھی بات بیان کی جا رہی ہے کیا اس شخص سے اس بات کا صدور ممکن بھی ہے۔ کیا وہ شخص ایسا کر سکتا ہے۔ اس طرح کے امکانات تاریخی حقائق کی روشنی میں ہی بیان کیے جائیں گے۔

یعنی اگر اس شخص کا اچھا یا برا کردار تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے تو اس کے ذیل میں

ہی روایت قبول کی جائے گی۔ کوئی روایت جو علم و عقل کے مسلمات کے خلاف ہو یا علم و اخلاق کے اصولوں کے خلاف ہو کسی صورت قبول نہ ہو گی۔

اس اصول کو تمام اہل علم تسلیم کرتے ہیں۔ شیعہ محدث و محقق شیخ صدوق اپنی کتاب "علل الشرائع" میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باہمی تنازع سے متعلق ایک روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" قال محمد بن علي بن الحسين، مصنف هذا الكتاب: ليس هذا الخبر عندي بمعتمد و لاهو لي بمعتقد في هذه العلة لان عليا عليه السلام و فاطمة عليها السلام ما كان ليقع بينهما كلام يحتاج رسول الله صلى الله عليه و آله إلى الاصلاح بينهما لانه "ع" سيد الوصيين وهى سيدة نساء العالمين مقتديان بنبي الله صلى الله عليه و آله في حسن الخلق"[8]

" محمد بن علی (شیخ صدوق) اس کتاب کے مصنف کہتے ہیں۔ یہ روایت ہمارے نزدیک ہر گز معتبر اور معتمد نہیں اور نہ ہی اس پر لوگوں کا اعتقاد ہے اس لئے کہ سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ کے درمیان کبھی کوئی ایسی بات ہو ہی نہیں سکتی کہ آنحضرت ﷺ کو ان کے درمیان صلح کرانے کی ضرورت پیش آتی، اس لیے کہ سیدنا علیؑ اوصیاء کے سردار ہیں اور سیدہ فاطمہؑ زنان عالم کی سردار ہیں اور یہ دونوں حسن خلق میں نبی ﷺ کے پیرو اور مقتدی ہیں۔"

[8] شیخ صدوق ، محمد بن علی، القمی ، علل الشرائع ، باب ۱۲۵: العلة التی من أجلها کنی رسول الله صلی الله علیه وآله أمیر المؤمنین، دار المرتضیٰ، بیروت ، ۱۴۲۷ھ ، ج۱ ، ص ۱۵۶

شیخ صدوق نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے باہمی تنازع پر مبنی روایت کو یہ کہہ غیر مستند قرار دے دیا کہ ان نفوس قدسیہ سے اس امر کی توقع نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ حسن اخلاق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں۔ شیخ صدوق نے کس طرح درایت کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس روایت کا انکار کر دیا۔ یہی بات ہم عرض کر رہے ہیں کہ جس شخصیت کا اچھا کردار تاریخی طور پر متحقق ہے اس سے متعلق کوئی بھی روایت اس کے اچھے کردار کو متاثر نہیں کر سکتی۔

شیخ صدوق نے جس طرح علم و اخلاق کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس روایت کی عدم صحت پر جو دلائل دیے وہ قابل تحسین ہیں ہم بھی یہی بات کہتے ہیں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی تاریخ کے باب میں نقل تواتر اور نقل احاد دونوں طرح سے منتقل ہوئے ہیں، جو واقعات تسلیم شدہ ہیں۔ سنی شیعہ کے ہاں مسلمہ ہیں انہی کی روشنی میں ہی اس بات کا فیصلہ کر لیا جائے کہ کیا شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں۔ ہر گز نہیں۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے جنگ یمامہ، قادسیہ، ایران اور روم کی جنگوں کے نتیجے میں قتل ہونے والے لوگوں کے واقعات اجمال اور تفصیل کے ساتھ کتب میں نقل ہوئے ہیں۔ لیکن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا واقعہ نقل نہیں ہوا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ، مسیلمہ کذاب کے خلاف قتال کیا۔ یہ تو سنی شیعہ دونوں مانتے ہیں لیکن شیخین کریمین رضی اللہ عنہم کی نسبت سے احراق باب زہرا کا واقعہ سنی شیعہ کے ہاں مختلف فیہ کیوں ہے۔

شیعہ حضرات شیخ صدوق کے عقلی دلائل پر ہی غور کر لیں کہ درایت کے اصول و ضوابط کے تحت روایت کیسے مسترد کی جاتی ہے۔ بس ہمارا بھی سادہ ہی اصول ہے۔ شیخین

کریمین رضی اللہ عنہما سے ایسا کوئی واقعہ ثابت نہیں۔ علم و عقل کے مسلمات اور علم واخلاق کی شہادت اس کے منافی ہے۔

کتاب 01

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 01 کے تحت اثبات الوصیۃ کتاب سے ایک اقتباس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت سے متعلق پیش کیا۔[9]

”فروی ان العباس۔۔۔۔۔۔فأقام أمير المؤمنين عليه السلام ومن معه من شيعته في منزله بما عهد إليه رسول الله (ص) فوجهو إلى منزله فهجموا عليه ، وأحرقوا بابه ، واستخرجوه منه كرهاً، وضغطوا سيدة النساء بالباب حتى أسقطت (محسناً) وأخذوه بالبيعة فامتنع، وقال: لا أفعل فقالوا نقتلك، فقال: إن تقتلوني فإني عبد الله وأخو رسوله وبسطوا يده فقبضها، وعسر عليهم فتحها فمسحوا عليها وهي مضمومة“[10]

”روایت ہے کہ جب جناب عباس رضی اللہ عنہا نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے گزارش کی کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے تا کہ ہم بیعت کریں۔۔۔۔۔۔پس مولا امیر نے اپنے پیروکاروں کے ساتھ قیام کیا یعنی موجود تھے۔ پس ادھر خلافت کے لیے بیعت کے بعد لوگوں نے رُخ کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف، پس دروازے پر ہجوم کیا (بلوا کیا) اور دروازے کو آگ

---

9 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، باب العلم دار التحقیق، کراچی، ص ۳-۲-۱

10 المسعودی ،علی بن حسین ، اثبات الوصیة للامام علی بن ابی طالب علیه السلام ،قصة السقیفة ، دارالاضواء بیروت ، ۱۴۰۹ھ، ص ۱۵۵-۱۵۴

لگادی گئی اور اس جلتے ہوئے دروازے کے سبب سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا پر
تنگی و مصیبت لائے۔ جس کی وجہ سے محسن شہید ہو گئے اور سیدنا علی رضی
اللہ عنہ کو بیعت کے لیے لے گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا اور
کہا کہ ہر گز ایسا نہیں کروں گا۔ سب نے مل کر کہا، ہم اے علی تجھے قتل کر
دیں گے، جواب میں مولا نے فرمایا: میں عبد خدا ہوں رسول مکرم ﷺ کا
بھائی ہوں، کیا مجھے قتل کر دو گے؟ لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ
کو کھولنا چاہا آپ نے اپنا ہاتھ بند کر لیا اور ان لوگوں کے لیے اسے کھولنا
دشوار ہو گیا، تو انھوں نے ناچار سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ سیدنا علی
رضی اللہ عنہ کی بند مٹھی سے مس کر دیا۔"

علامہ مسعودی نے اپنی کتاب "اثبات الوصیۃ" میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر حملہ کرنے کی داستان کو بیان کیا۔ شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے اس کتاب کو اہلسنت کی تاریخ کی کتاب سمجھا اور اپنی کتاب میں اس کا حوالہ دیا اور یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ اہلسنت کی معتبر تاریخ کی کتب میں سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی شہادت کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہوا ہے۔

علامہ مسعودی جن کا پورا نام علی بن حسین المسعودی ہے، ایک شیعہ مورخ ہیں۔ ان کی صداقت اور عدالت امامیہ کے ہاں معروف و مشہور ہے۔ شیعہ سنی علماء نے ان کے ترجمہ میں تفصیل سے اس بات کو لکھا ہے کہ یہ شیعہ مورخ ہیں اور ان کی کتاب "اثبات الوصیۃ" شیعہ مکتب کی تاریخ کی کتاب ہے۔ علامہ مسعودی کی کتاب "اثبات الوصیۃ" کا جو نسخہ میرے پاس موجود ہے اس کتاب کے آغاز میں علامہ مسعودی کے حوالے سے تفصیل

سے لکھا ہوا ہے کہ علامہ مسعودی کون تھے۔[11] ان کا مذہب اور عقیدہ کیا تھا۔

میرزا عبداللہ اصبہانی بیان فرماتے ہیں:

"الشيخ ابو الحسن علي بن الحسين بن علي المسعودي الهذلي: الفاضل العالم الكامل الجامع المؤرخ المقبول قوله عند العامة والخاصة المعروف بالمسعودي ، الشيخ المتقدم من أصحابنا الأمامية المعاصر للصدوق . فلاحظ . وصاحب كتاب مروج الذهب وغيره من المؤلفات الكثيرة."[12]

"شیخ ابو حسن علی بن حسین بن علی مسعودی ہذلی: یہ ایک فاضل، عالم، کامل ، جامع اور مورخ ہیں ان کا قول ہر خاص وعام میں قبول کیا جاتا ہے مسعودی کے نام سے معروف ہیں۔ یہ ہمارے امامی اصحاب کے متقدمین شیوخ میں سے ہیں اور شیخ صدوق کے ہم عصر ہیں۔ یہ مروج الذہب اور اس کے علاوہ دیگر بہت سی کتابوں کے مؤلف ہیں۔"

علامہ نجاشی (اثنا عشری) اپنی کتاب "رجال نجاشی" میں علامہ مسعودی سے متعلق تفصیل سے بیان کرتے ہیں:

"علي بن الحسين بن علي المسعودي أبو الحسن، الهذلي له كتاب المقالات في أصول الديانات، كتاب الزلف، كتاب الاستبصار، كتاب سر الحياة، كتاب نشر الاسرار، كتاب الصفوة في الامامة، كتاب الهداية إلى تحقيق الولاية، كتاب المعالي في الدرجات،

---

11 المسعودی ،علی بن حسین ، اثبات الوصیة للامام علی بن ابی طالب علیه السلام ،قصة السقیفة ، ص ۵

12 الاصبہانی ،عبداللہ آفندی ، میرزا ، ریاض العلماء و حیاض الفضلاء ،منشورات مکتبة الآیة الله العظمی ، الرعشی النجفی ، قم ، ج۳ص۴۲۸

والابانة في أصول الديانات، رسالة إثبات الوصية لعلي بن أبي طالب عليه السلام، رسالة إلى ابن صعوة المصيصي، أخبار الزمان من الامم الماضية والاحوال الخالية، كتاب مروج الذهب ومعادن الجوهر، كتاب الفهرست.[13]

"علی بن حسین بن علی مسعودی ابو حسن ہذلی، ان کی اصول دیانات میں کتاب المقالات ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتاب الزلف، کتاب الاستبصار، کتاب سر الحیاۃ، کتاب نشر الاسرار، کتاب الصفوۃ في الامامۃ، کتاب الھدایۃ إلی تحقیق الولایۃ، کتاب المعالی في الدرجات، والابانۃ في أصول الدیانات، رسالۃ إثبات الوصیۃ لعلي بن أبي طالب علیه السلام، رسالۃ إلی ابن صعوۃ المصیصي، أخبار الزمان من الامم الماضیۃ والاحوال الخالیۃ، کتاب مروج الذھب ومعادن الجوھر، کتاب الفھرست کے بھی مؤلف ہیں۔"

ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار کے مقدمہ میں علامہ نجاشی کی نسبت سے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ مسعودی شیعہ ہیں:

"والمسعودی، عده النجاشی فی فهرسته من رواة الشيعة وقال: له كتب منها: كتاب اثبات الوصية لعلى ابن ابى طالب علیه السلام، وكتاب مروج الذهب"[14]

"اور مسعودی کو نجاشی نے اپنی فہرست میں شیعہ راویوں میں شمار کیا ہے

---

13 نجاشی، احمد بن علی، رجال النجاشی، مؤسسة النشر الاسلامی، قم، ۱۴۱۸ھ، ص۲۵۷، رقم:۶۶۵
الاسدی، حسن بن یوسف بن مطهر، خلاصة الاقوال فی معرفة الرجال، مؤسسة نشر الفقاهة، ج۱، ص۱۸۶، رقم ۴۰

14 المجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، احیاء الکتب الاسلامیة، قم، ۱۳۸۸ھ، ج ۱۳، ص ۲۶

اور کہا ہے کہ ان کی بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے کتاب اثبات الوصیۃ لعلی ابن ابی طالب، اور کتاب مروج الذھب قابل ذکر ہیں۔"

علامہ مجلسی کے اس قول کو شیخ قمی نے بھی اپنی کتاب " الکنی و الالقاب" میں ذکر کیا ہے۔:

" قال العلامة المجلسی فی مقدمة البحار والمسعودی ، عده (جش) فی فهرسته من رواة الشیعة"[15]

" علامہ مجلسی نے بحار الانوار کے مقدمہ میں نقل کیا ہے کہ نجاشی نے مسعودی کو شیعہ راویوں کی فہرست میں شمار کیا ہے"

علامہ حلی نے مسعودی کو اپنے اصحاب اور شیعہ مصنفین میں شمار کیا ہے:

"وهذا الرجل من مصنّفي أصحابنا، معتقد للحق"[16]

"اور یہ شخص (مسعودی) ہمارے مصنفین میں سے ہے جو حق (شیعہ عقائد) کا معتقد ہے"

میرزا محمد باقر الموسوی فرماتے ہیں:

"الشیخ المتقدم الامام الکامل باعتراف العدو و الولی؛ ابو الحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی الهذلی صاحب کتاب مروج الذّهب و المشتهر بین العامّة بشیعیّ المذهب"[17]

---

[15] القمی ، عباس بن محمد، الکنی والالقاب، مکتبة الصدر ، تهران ، ج۳ ، ص ۱۸۵

[16] الحلی ، محمد بن منصور، کتاب السرائر ، کتاب الحج ، مؤسسة النشر الاسلامی ، ج۱ ص۶۱۵

[17] الموسوی ، محمد باقر ، میرزا ، روضات الجنات فی احوا ل العلماء والسادات ، مکتبة اسماعیلیان ، قم ، ج۴ ص ۲۸۱، رقم : ۳۹۸

"شیخ متقدم ہیں امام کامل ہیں جس کا اعتراف دشمن و دوست سبھی نے کیا ہے۔ابو حسن علی بن حسین بن علی مسعودی ہذلی مروج الذہب کتاب کے مؤلف ہیں اور شیعہ مذہب کے اعتبار سے عوام الناس میں مشہور ہیں"

سید رضی الدین علی بن موسیٰ فرماتے ہیں:

"ومن الموصوفين بعلم النجوم الشيخ الفاضل الشيعي علي بن الحسين بن علي المسعودي مصنف كتاب مروج الذهب."[18]

"اور علم نجوم کے ماہرین میں سے ہیں شیخ، فاضل، شیعی، علی بن حسین بن علی مسعودی کتاب مروج الذہب کے مصنف ہیں"

سید محسن الامین نے اپنی کتاب اعیان الشیعہ میں بعنوان " مؤلفو الشيعة فی الفرق والديانات" میں علی بن حسین المسعودی کا ذکر شیعہ مصنفین میں کیا ہے اور علامہ نجاشی اور شیخ طوسی کی نسبت سے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ شیعہ ہیں۔:

"وأبو الحسن علي بن الحسين المسعودي صاحب مروج الذهب . له كتاب المقالات في أصول الديانات ذكره في مروج الذهب وذكر له النجاشي ايضاً الابانة في أصول الديانات نص على تشيعه الشيخ الطوسي والنجاشي وغيرهما وله مؤلفات في إثبات إمامة الأئمة الاثني عشر ووهم التاج السبكي في ذكره في طبقات الشافعية كما ذكر فيها الشيخ أبا جعفر محمد بن الحسن الطوسي المعروف عند الشيعة بشيخ الطائفة (٣٤٦)"[19]

---

18 حلّی، سید ابن طاووس، رضی الدین، علی، فرج المهموم فی تاریخ علماء النجوم ، دار الذخائر ، ١٣٦٨ھ ، ص١٢٦

19 الامام ، سید محسن الامین ، اعیان الشیعة ،دار المعارف ، بیروت ، ١٤٠٣ھ، ج١ ص ١٥٧

"ابو الحسن علی بن الحسین المسعودی صاحب مروج الذہب، ان کی ایک کتاب مقالات فی اصول الدیانات، اس کتاب کا تذکرہ انھوں نے مروج الذھب میں کیا ہے نجاشی نے ان کی ایک تصنیف الابانہ فی اصول الدیانات کا ذکر کیا ہے۔ اور شیخ طوسی اور نجاشی وغیرہ نے ان کا اہل تشیع میں سے ہونا، اس پر نص وارد کی ہے۔ بارہ اماموں کی امامت کے اثبات پر ان کی کئی ایک تصانیف ہیں۔ علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں ان کا ذکر کیا مگر یہ محض وہم ہے یہ اسی طرح درست نہیں جس طرح شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی کو علامہ سبکی نے طبقات شیعہ میں شمار کیا ہے حالانکہ موجودہ شیعوں کے نزدیک شیخ طوسی شیخ الطائفہ کے نام سے معروف و مشہور ہیں۔"

مزید "**علماء النجوم من الشيعة**" کے تحت لکھتے ہیں:

"**ومن افضل الموصوفين بعلم النجوم الشيخ الفاضل الشيعي علي بن الحسين بن علي المسعودي مصنف كتاب مروج الذهب الخ**"[20]

"(شیعہ علماء کہ جنہوں نے علم نجوم میں شہرت پائی) اس علم کے علماء میں سے افضل علی بن حسین مسعودی ہیں۔ جو کتاب مروج الذہب کے مصنف ہیں۔ یہ اپنے دور کے فاضل اور شیخ تھے اور مسلک کے اعتبار سے شیعہ تھے"

شیعہ محقق عالم شیخ علی النمازی الشاہرودی (اثنا عشری) نے بھی علی بن حسین المسعودی کو شیعہ علماء میں شمار کیا ہے:

---

20 الامام ، سيد محسن الامين ، اعيان الشيعة ، ج١ ، ص ١٦٠

"من اجلاء علمائنا الامامية صاحب كتاب مروج الذهب و رسالة اثبات الوصية لعلى بن ابى طلب عليه السلام وغيرها, وبالجملةهو ثقة جليل على الاقوى, وفاقاً لاكثر علمائنا"[21]

"ہمارے امامی علماء کے قابل قدر لوگوں میں سے ہیں مروج الذھب، رسالہ اثبات الوصیۃ لعلی بن ابی طلب علیہ السلام اور دیگر کتب کے مصنف ہیں۔ الغرض، وہ ہمارے اکثر علماء کے نزدیک ثقہ ہیں اور قوی تر ہیں"

شیعہ علماء علی بن حسین المسعودی سے متعلق اہل سنت مصادر سے چند ایک اقوال پیش کرتے ہیں کہ موصوف کو اہلسنت علماء نے معتزلی اور شافعی المذہب لکھا ہے۔ بطور دلیل لسان المیزان اور طبقات الشافعیۃ کا حوالہ دیتے ہیں۔

تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

"وقيل إنه كان معتزلى العقيدة"[22]

"اور کہا جاتا ہے کہ وہ باعتبار عقیدہ معتزلی تھے"

تاج الدین سبکی کے اس قول کا رد محسن الامین نے کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سبکی کا وہم ہے یعنی اصلاً مسعودی شیعہ مورخ ہی ہیں۔ ان کا اہل سنت والجماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"بأنه كان شيعيا متعزليا"[23]

---

21 الشاهرودى، على النمازى ،مستدركات علم رجال الحديث ، مؤسسة النشر الاسلامى ، قم ، ١٤٢٦هـ ، ج٥،ص ٣٥٢، رقم : ٩٩٢٩

22 السبكى ، تاج الدين ، طبقات الشافعية الكبرى ،دار احياء الكتب العربية ، القاهره ، ج٣، ص ٤٥٦، رقم : ٢٢٥

23 عسقلانى ، ابن حجر ، لسان الميزان ، ج٥ ، ص ٥٣٢، رقم : ٥٣٧٦

" اس لیے کہ وہ شیعہ معتزلی تھے"

علامہ ذہبی نے بھی ان کو معتزلی کہا ہے:

"و کان معتزلیا"[24]

" اور وہ معتزلی تھے"

اہل سنت کی بعض کتب میں مسعودی سے متعلق یہ قول کہ وہ شیعہ نہیں معتزلی تھے قول خطا ہے۔ ہم نے شیعہ کی معتبر کتب سے ان کا شیعہ ہونا ثابت کیا ہے شیعہ کے جید، معتبر اور معتمد علماء نے اسی قول کو راجح قرار دیا ہے کہ علی بن حسین المسعودی شیعہ تھے۔

سنی منابع میں ان کی نسبت سے یہ قول کہ یہ معتزلی المذہب یا شافعی المذہب تھے یہ شیعہ علماء کے تقیہ کی وجہ سے واضح نہ ہو سکا۔ قاضی نور اللہ شوستری اور ملا باقر مجلسی نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ کئی ایک شیعہ علماء اپنے مذہب کی ترویج کے لیے بظاہر حنفی اور شافعی بن کر شیعہ مسلک کی تبلیغ کرتے رہے۔

شیعہ کی اس روش کا تذکرہ کرتے ہوئے ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

"اور محدثین شیعہ کی بہت سی جماعتوں نے روایت کی ہے کہ جب محمد بن عثمان کی وفات کا وقت آیا۔ انھوں نے اکابر شیعہ کو طلب کیا اور سب سے کہا کہ اگر مجھ کو موت آگئی تو ابوالقاسم حسین بن روح نوبختی کی جانب امر نیابت و سفارت منتقل ہو گا مجھے یہ حکم حضرت صاحب علیہ السلام الامر کی جانب سے ملا ہے کہ ان کو اپنے بعد نائب قرار دوں میرے بعد اپنے امور میں ان کی طرف رجوع کرنا۔ اس لیے تمام شیعہ ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور

---

24 ذهبی ، محمد بن احمد ، سیر اعلام النبلاء ، مؤسسة الرسالة ، بیروت ، ١٤٠٣ھ ، ج١٥ ، ص ٥٦٩، رقم :٣٤٣

اکیس سال سے زیادہ وہ سفارت میں مشغول رہے اور تمام شیعوں کے مرجع رہے اور اس طرح تقیہ کئے ہوئے تھے کہ اکثر سنی حضرات ان کو اپنے میں سے سمجھتے تھے۔"[25]

قاضی نور اللہ شوستری امامیہ کے تقیہ کرنے کی روش کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أما بعد: فلا يخفى على ضمائر ذوي العرفان الصافية، وأهل البصيرة والإيقان أن حكم التقية من عهد الخلافة المرتضوية على صاحبها الصلاة والتحية إلى ظهور الدولة الأبدية للسلاطين الصفوية الموسوية أنار الله براهينهم بين الشيعة العلية كانت بلية محتدمة، ولم يكن بالإمكان إظهار المقالة الشيعية، وعلى العكس من ذلك كانت الغلبة في هذه الفترة لأصول المعتزلة والأشاعرة وفروعهم فلا بدع أن تبذل الفرق المختلفة جهوداً غير مشكورة في نشر أخبار أكابرهم وأعلام مذهبهم۔۔۔۔۔۔۔۔الخ"[26]

"صاحبان معرفت اور اصحاب بصیرت کے دلہائے مصفا پر پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت امیر المومنین کی خلافت کے زمانے سے لیکر سلاطین صفویہ کے ظہور سلطنت تک اہل تشیع میں بلائے تقیہ کا ایسا زور رہا کہ اپنے مذہب کو بالکل ظاہر نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی اپنے اصول و فروع کی ترویج ہی ممکن تھی بلکہ علمائے وفقہائے معتزلہ واشاعرہ کے اصول وفروع پر ظاہر میں عمل رہا کرتا تھا اسی سبب سے مخالفین کے مختلف فرقوں میں تو اپنے بزرگوں کے حالات مشہور کرنے میں بڑی بڑی کوششیں کیں اور بہت سی کتابیں اس

---

25 مجلسی ، محمد باقر ، حیات القلوب (مترجم:سید بشارت حسین)مجلس علمی اسلامی ، پاکستان ، ج ۱ ،ص ۳۴۱

26 التُستری ، نور الله ، قاضی ، مجالس المومنین ،مقدمة المؤلف ، دار هشام ، ج۱ ،ص ۴۳-۴۲

فن میں تصنیف ہوئیں۔ لیکن علمائے شیعہ بسبب سالہا سال مظلوم اہل شقا رہنے کے گوشہ تقیہ میں چھپے رہتے تھے اور اپنے کو شافعی یا حنفی ظاہر کرتے تھے اس سبب سے اپنے اکابر کے حالات نہ لکھ سکے بلکہ شہرت دینا کیسا؟ چھپانے کی ضرورت تھی صرف احادیث رسول اور اخبار ائمہ سے اجمال و اختصار سے کام لیا ہے''

مندرجہ بالا اقوال سے یہ بات واضح ہے کہ علی بن حسین المسعودی شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی نسبت سے معتزلی اور شافعی ہونے کا قول مبنی بر خطا ہے۔ ہمارے اکابرین پر ان کا شیعہ ہونا ان کے تقیہ کی وجہ سے ظاہر نہ ہو سکا جس کی صراحت ملا باقر مجلسی اور قاضی نور اللہ شوستری نے بھی کی ہے لہذا اثبات الوصیۃ شیعہ کتاب ہے۔ اس کا سنی منابع سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں لہذا اس کتاب میں موجود احراق باب زہرا کا واقعہ شیعہ مورخ کی طرف سے بیان ہوا ہے۔

تاریخ سے متعلق یہ بات اصولی ہے کہ تاریخ کے بنیادی مقدمات کسی مسلک میں مقید نہیں ہوتے فروعی معاملات میں بین المسالک اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے لیکن اصولی مقدمات جنہیں ہم تاریخی حقائق کہتے ہیں وہ سنی شیعہ قید سے آزاد ہوتے ہیں۔ بلکہ تاریخ کا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ فلاں شخص کون ہے، مقدس ہے یا نہیں، معزز ہے یا نہیں، اچھا ہے یا برا ہے، تاریخ سب کچھ بیان کرے گی لیکن بعض اوقات مورخ ایک خاص ذہن کے تحت واقعات قلمبند کرتا ہے۔

اس میں یہ اصول بالکل واضح ہے کہ مورخ کے رجحانات کا جائزہ لیا جائے اس کی ترجیحات پر غور کیا جائے لہذا ایک شیعہ مورخ کی بات شیعہ پر تو حجت ہو سکتی ہے لیکن تمام مسلمان یا تمام انسان اس کو تاریخی مقدمہ کے طور پر کیسے قبول کر سکتے ہیں۔ سیدہ کائنات

رضی اللہ عنہا کی شہادت کا واقعہ چونکہ شیعہ مورخ کا بیان کردہ ہے اس لیے یہ کسی صورت اہلسنت پر حجت نہیں یہ اصول شیعہ علماء نے ہی بیان کیا ہے کہ فریق مخالف کی ایسی روایت جو اس کے مذہب کی بنیاد ہو ہر گز قابل قبول نہیں۔ شہید ثانی زین الدین بن احمد عاملی اس اصول کے تحت امامیہ کے موقف کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وهل يعتبر مع ذلك أمر آخر؟ ومذهب خاص؟أم لا يعتبر؟ فتقبل رواية جميع فرق المسلمين، وإن كانوا أهل بدعة. أقول: أحدهما: أنه لا تقبل رواية المبتدع مطلقاً لفسقه، وإن كان يتأول. كما استوي۔ في الكفر۔ المتأول وغيره. والثاني: إن لم يستحل الكذب لنصرة مذهبه قبل، وإن استحله كالخطابية من غلاة الشيعة لم يقبل والثالث: إن كان داعية لمذهبه لم يقبل، لأنه مظنة التهمة بترويج مذهبه وإلا قبل، وعليه أكثر الجمهور۔ والرابع: وهو المشهور بين أصحابنا: اشتراط إيمانه مع ذلك المذكور من الشروط، بمعني: كونه امامياً۔ قطعوا به في كتب الأصول الفقهية، وغيرها.“[27]

” کیا اس کے ساتھ کسی اور چیز، خاص مذہب کا بھی اعتبار کیا جائے گا یا روایت قبول کی جائے گی مسلمانوں کے تمام فرقوں سے خواہ وہ اہل بدعت ہوں۔ میرے نزدیک پہلی بات یہ ہے کہ بدعتی کے فسق کی وجہ سے مطلقاً روایت قبول نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ بدعت کی تاویل ہی کیوں نہ کرتا ہو۔ جیسا کہ کفر میں تاویل کرنے والا اور نہ کرنے والا برابر ہیں اور دوسری بات یہ کہ جو اپنے مذہب کی تائید میں جھوٹ کو حلال نہ سمجھتا ہو اس کی روایت قبول کی جائے گی اور اگر وہ اس کو حلال سمجھے غالی شیعوں میں سے

---

27 شہید الثانی، زین الدین بن علی، العاملی، الرعایة فی علم الروایة ،مکتبة سماحة آیة الله المرعشی النجفی ، قم، ۱۳۹۰ھ ، ص۱۸۸

خطابیہ کی طرح اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔اور تیسری بات یہ
کہ اگر وہ اپنے مذہب کی دعوت دینے والا ہے تو بھی اس کی روایت قبول
نہیں کی جائے گی اس لیے کہ روایت بیان کرنے میں اس کے اپنے مذہب
کی ترویج کی تہمت کا گمان ہو سکتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کی روایت قبول
کی جائے گی۔اور یہی اکثر جمہور کا مذہب ہے۔اور چوتھی بات یہ ہے جو
ہمارے اصحاب میں مشہور بھی ہے وہ یہ کہ مذکورہ شرائط کے ساتھ ساتھ
اس کے ایمان کی بھی شرط ہے یعنی کہ وہ امامی ہو،اصول فقہ اور دیگر کتب
میں اس شرط کو قطعیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔"

ان اقوال سے یہ بات اثبت ہے کہ شیعہ کے نزدیک فریق مخالف کی روایت اس کے مذہب کے موافق ہر گز قبول نہیں۔ لہذا اہلسنت اس روایت کو شیعہ مورخ کی نسبت سے کسی صورت قبول نہیں کر سکتے۔ کیونکہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے خلاف ہرزہ سرائی ان کے مذہب کا حصہ ہے۔ یہ واقعہ اسی صورت قابل قبول ہے جب تاریخی حقائق اس کو قبول کریں۔ تاریخی حقائق یک طرفہ نہیں ہوتے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ اس کو بیان کرے اور دوسرا طبقہ اس کو بیان نہ کرے۔ تاریخی حقائق مختلف فیہ بھی نہیں ہوتے بلکہ متفق علیہ ہوتے ہیں۔

جیسا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں کے سیاسی نظم کو ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے سنبھالنا، اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اقتدار سنبھالنا، یہ سب تاریخی حقائق میں سے ہے۔ اسی طرح سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا طبعی طور پر اس دار فانی سے کوچ کر جانا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عمار ابن یاسر رضی اللہ

عنہ، سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کرام کا شہید ہونا تاریخی حقائق میں سے ہے اور متفق علیہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں تاریخ کا ہر طالب علم چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، ان حقائق کو تسلیم کرتا ہے۔

اس روایت کا کتاب میں نقل ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت خبر واحد ہے کیونکہ تاریخی حقائق اس طرح (سند کے ساتھ) کتابوں میں قلمبند نہیں کیے جاتے۔ بلکہ تاریخی حقائق شروع دن سے ہی بغیر سند کے مشہور و معروف ہوتے ہیں۔

کیونکہ ان کو ایک جم غفیر منتقل کرتا ہے۔ سند کا تعلق انفرادی واقعات سے ہے۔ یعنی ایک دو یا تین لوگوں نے کسی خبر کو سنا اور بیان کر دیا۔

خبر واحد جب کسی شخصیت کے بارے میں اصولی مقدمات سے متعلق کوئی معلومات فراہم کرے تو اس کے لیے اولاً اس روایت کی صحت کے لیے تاریخی حقائق کی شہادت ناگزیر ہے۔ یعنی تاریخی حقائق کے منافی کوئی خبر واحد اصولی مقدمہ کے طور پر ہر گز قبول نہیں کی جائے گی۔ ایسی روایت شاذ کہلائے گی۔ ثانیاً وہ روایت سند و متن کے لحاظ سے نقد و جرح کے مراحل سے گزر کر ہی قابل قبول ہے۔

ایک تو اس روایت کی سند علامہ مسعودی نے بیان نہیں کی لہذا یہ روایت باعتبار سند غیر مستند ہے۔ مزید یہ کہ یہ واقعہ تاریخی حقائق میں سے بھی نہیں ہے تاریخی حقائق میں سے ہوتا تو ہر خاص و عام میں مشہور و معروف ہوتا۔ جو کہ ایسا نہیں ہے۔ مزید ہم نے اصول و مبادی کے ذیل میں مبادی تدبر تاریخ کے عنوان سے اس مسئلہ پر سیر حاصل کلام کیا ہے قارئین اس بحث کو وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

کتاب02

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 02 کے تحت تاریخ یعقوبی سے ایک اقتباس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت سے متعلق پیش کیا۔[28]

"وبلغ أبا بكر وعمر أن جماعة من المهاجرين والأنصار قد اجتمعوا مع علي بن أبي طالب في منزل فاطمة بنت رسول الله، فأتوا في جماعة حتى هجموا الدار، وخرج علي ومعه السيف، فلقيه عمر، فصارعه عمر فصرعه، وكسر سيفه، ودخلوا الدار فخرجت فاطمة فقالت: والله لتخرجن أو لأكشفن شعري ولأعجن إلى الله! فخرجوا وخرج من كان في الدار وأقام القوم أياماً. ثم جعل الواحد بعد الواحد يبايع، ولم يبايع علي إلا بعد ستة أشهر وقيل أربعين يوماً."[29]

" اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ انصار و مہاجرین کی ایک جماعت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اکٹھی ہوئی ہے تو وہ ایک جماعت کے ساتھ آئے اور انھوں نے گھر پہ حملہ کر دیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ تلوار لیے باہر نکلے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ سے ملے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کُشتی لڑی اور آپ کو پچھاڑ دیا اور آپ کی تلوار توڑ دی اور لوگ گھر میں داخل ہو گئے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا باہر نکلیں اور کہنے لگیں خدا کی قسم تم ضرور باہر نکلو گے یا میں

---

28 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۶-۵-۴

29 یعقوبی ،احمد بن ابی یعقوب ، تاریخ الیعقوبی ، دار صادر ، بیروت ، ۱۴۱۵ھ ، ج۲ ،ص۱۲۶

اپنے بال ننگے کر دوں گی اور اللہ کے حضور چلاؤں گی پس وہ باہر نکل گئے،
اور جو لوگ گھر میں تھے وہ بھی باہر نکل گئے اور لوگوں نے چند یوم قیام کیا
پھر یکے بعد دیگرے بیعت کرنے لگے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے چھے ماہ
بعد بیعت کی اور بعض کا قول ہے کہ چالیس روز بعد بیعت کی۔''

اس کتاب کے مصنف کا پورا نام احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ہے۔یہ عقیدہ کے اعتبار سے اثنا عشری امامی شیعہ ہیں۔تاریخ یعقوبی کے محقق'' **عبدالامیر مهنا**''اس کتاب کی ابتداء میں مصنف کا تعارف کرواتے ہوئے ان کے عقیدے سے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ اثنا عشری شیعہ تھے۔ محقق نے دلائل سے ان کا شیعہ ہونا ثابت کیا ہے۔ محقق نے یعقوبی کے دادا واضح کو اثنا عشری شیعہ کہا ہے اور ساتھ اس کے پوتے یعقوبی کا بھی کا ذکر کیا ہے واضح متعصب شیعہ تھا جبکہ یعقوبی معتدل شیعہ تھے۔

''وقد استمر أبناؤه وأحفاده يحملون هذه الميول وظلت تلك الميول في اليعقوبي لكنها معتدلة، ونستطيع أن تلاحظها من خلال كتاباتهو خاصة في تاريخه هذا حيث نجده قد أسهب في ذكر أقوال الأئمة عند ذكر وفياتهم، وكذلك حين تطرق إلى إسلام الإمام علي وخير السقيفة وجمع القرآن وما قاله في وفاة الإمام الحسين بن علي---------- كل هذه الأدلة وغيرها تؤكد تشيعه''[30]

'' اور اسی (تشیع پر متعصبانہ) رویے پر واضح کے بیٹے اور اس کے پوتے کاربند رہے۔ یہاں تک کہ وہ یعقوبی تک پہنچے لیکن وہ قدر معتدل تھے۔ جس کو ہم ان کی کتابوں میں ملاحظہ کر سکتے ہیں اور خاص طور پر اس کتاب (تاریخ یعقوبی) میں دیکھا جا سکتا ہے جس میں ہم ان کو آئمہ کی وفات کے

---

[30] يعقوبى ، احمد بن ابى يعقوب ، تاريخ اليعقوبى (ت) عبدالامير مهنا، شركة الاعلمى للمطبوعات ، بيروت ، ج ١ ص ٧-٦

بارے میں آئمہ کے اقوال بیان کرنے میں غرق پاتے ہیں۔اور اسی طرح اس چیز کو اس وقت بھی دیکھا جاسکتا ہے جب وہ امام علی کے اسلام، سقیفہ کے واقعہ اور جمع قرآن کے بارے میں بات کرتے ہیں اور اس چیز میں بھی جو کچھ انھوں نے امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات کے بارے میں کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ سب دلائل ان کے شیعہ ہونے کی تائید کرتے ہیں۔"

محقق عبدالامیر نے مصنف کا شیعہ ہونا قدرے تفصیل مع براہین قاطعہ سے واضح کیا ہے۔ مزید ان کا شیعہ ہونا شیعہ کتب سے بھی ثابت ہے شیعہ علماء نے اصول اور رجال پر مشتمل کتب میں ان سے متعلق اسی قول کو بیان کیا ہے کہ احمد بن ابی یعقوب شیعہ ہیں۔

شیخ محمد عباس القمی بیان فرماتے ہیں:

"احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وهب بن واضح الكاتب العباسي الشيعي كان جده من موالي المنصور، و كان رحالة يحب الاسفار، ساح في بلاد الاسلام شرقا و غربا و دخل ارمينية سنة ٢٦٠ ثم رحل إلى الهند وعاد إلى مصر وبلاد المغرب فألف في سياحته كتاب البلدان، وله التاريخ المعروف بالتاريخ اليعقوبي إلى غير ذلك"[31]

"احمد بن یعقوب بن جعفر بن وہب جو کہ کاتب تھے، عباسی اور شیعہ تھے ان کا دادا منصور دوانیقی کے آزاد کردہ غلاموں اور طرفداروں میں سے تھا یہ (احمد بن ابی یعقوب) سیاح تھے اور ہر وقت سفر میں رہتے تھے مشرق اور مغرب کے مختلف اسلامی ممالک میں پھرے، ٢٦٠ میں ارمینیا گئے وہاں سے ہندوستان اور پھر مصر اور مغرب کے ممالک کی طرف لوٹ گئے ان کی

---

31 القمی ، عباس بن محمد،الکنی والالقاب، ج٣ ، ص ٢٩٦

سیاحی کے موضوع پر ایک کتاب بھی ہے جس کا نام کتاب البلدان ہے ایک فن تاریخ پر کتاب لکھی جو تاریخ یعقوبی کے نام سے مشہور ہے اس کے علاوہ اور بھی ان کی تصانیف ہیں"

سید محسن الامین "مؤلفو الشیعة فی التاریخ والسیر و المغازی" کے تحت لکھتے ہیں:

" و الیعقوب احمد بن ابی یعقوب و اضح ، له التاریخ المعروف بتاریخ الیعقوبی مطبوع فی لیدن فی مجلدین من ابتداء الخلیفة الی (۲۵۹)"[32]

"تاریخ یعقوبی، اس کے مصنف کا نام احمد بن ابی یعقوب واضح ہے یہ تاریخ دو جلدوں میں لیڈن میں شائع ہوئی جو کہ ابتداء خلیفہ سے ۲۵۹ تک ہے (یعنی خلیفہ معتمد کے زمانہ تک پھیلی ہوئی ہے)۔"

ان اقوال سے یہ اثبت ہے کہ احمد بن ابی یعقوب شیعہ مورخ ہیں اور ان کی کتاب شیعہ منابع میں سے ہے۔ یہ اہلسنت کی کتاب نہیں ہے۔ مزید اس روایت پر غور کریں تو آخر میں لکھا ہوا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد یا چالیس دن بعد بیعت کر لی تھی اور کتاب 03 اور 04 کے تحت دوسرے یا تیسرے دن ہی بیعت کر لی تھی۔ شاید نقوی صاحب نے اس پر غور نہیں کیا۔ علامہ مسعودی کی اس روایت اور کتاب 03 اور 04 کے تحت پیش کردہ روایت میں کھلا تضاد موجود ہے۔

---

32 الامام ، سید محسن الامین ، اعیان الشیعة ، ج۱ ص ۱۵۴

کتاب 03 اور 04

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 03 کے تحت کنز العمال سے اور کتاب 04 کے تحت مصنف ابن ابی شیبہ سے ایک حدیث نقل کی جس میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کو آگ لگانے کی تنبیہ کا ذکر ہے۔[33]

حدثنا محمد بن بشر نا عبيد الله بن عمر حدثنا زيد بن أسلم عن أبيه أسلم أنه حين بويع لابي بكر بعد رسول الله (ص) كان علي و الزبير يدخلان على فاطمة بنت رسول الله (ص) فيشاورونها ويرتجعون في أمرهم، فلما بلغ ذلك عمر بن الخطاب خرج حتى دخل على فاطمة فقال: يا بنت رسول الله (ص)! والله ما من أحد أحب إلينا من أبيك، وما من أحد أحب إلينا بعد أبيك منك، وأيم الله ما ذاك بمانعي إن اجتمع هؤلاء النفر عندك، إن أمرتهم أن يحرق عليهم البيت، قال: فلما خرج عمر جاءوها فقالت: تعلمون أن عمر قد جاءني وقد حلف بالله لئن عدتم ليحرقن عليكم البيت وأيم الله ليمضين لما حلف عليه، فانصرفوا راشدين، فروا رأيكم ولا ترجعوا إلي فانصرفوا عنها فلم يرجعوا إليها حتى بايعوا لابي بكر[34]

زید بن اسلم اپنے والد (اسلم العدوی) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی وفات) کے بعد جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی

---

33 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۱۲-۱۱-۱۰-۹-۸-۷

34 ابی شیبة، عبدالله بن محمد بن ابراہیم، المصنف، کتاب المغازی، الفاروق الحدیثیة للطباعة والنشر، القاهره، ۱۴۲۹ھ، ج۱۳ ص۲۰۲-۲۰۱، رقم ۳۸۰۶۱

الهندی، علاء الدین علی المتقی بن حسان الدین، کنزالعمال فی سنن اقوال والافعال، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ج۵، ص۶۵۱، رقم :۱۴۱۳۸

توسید نا علی اور سید نا زبیر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آنے جانے لگے اور ان سے مشاورت کرنے لگے اور اپنے معاملے (خلافت) میں ان سے تقاضا کرنے لگے۔ پس جب یہ بات سید ناعمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں داخل ہوئے اور فرمایا: اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی! خدا کی قسم تمام مخلوق میں ہمیں آپ کے والد سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ اور آپ کے والد کے بعد ہمیں آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ خدا کی قسم! (لیکن) اگر یہ آپ کے پاس (دوبارہ) جمع ہوئے تو مجھے یہ (محبت والی) بات اس سے مانع نہیں ہوگی کہ میں لوگوں کو حکم دوں اور ان تمام (گھر میں موجود) افراد پر گھر کو جلا دیا جائے۔ راوی کہتے ہیں۔ پس جب سید ناعمر رضی اللہ عنہ باہر چلے گئے تو یہ حضرات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ سید ناعمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تھے۔ اور انھوں نے خدا کی قسم کھا کر کہا ہے کہ اگر تم لوگ دوبارہ جمع ہوئے تو وہ ضرور بالضرور تمہیں گھر میں جلا دیں گے۔ اور خدا کی قسم! سید ناعمر رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے وہ اس کو ضرور پورا کریں گے۔ پس تم لوگ اچھی حالت میں ہی واپس چلے جاؤ۔ اور اپنی رائے کو دیکھ لو۔ میری طرف واپس نہ آنا چنانچہ لوگ وہاں سے واپس ہو گئے اور جب تک ان لوگوں نے سید نا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس نہیں آئے۔

یہ روایت سنداً مرسل ہے اور مرسل روایت اصول محدثین پر ناقابل احتجاج ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے محقق ابو محمد اسامہ بن ابراہیم بن محمد اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حاشیہ

میں لکھتے ہیں:

"في إسناده أسلم القرشي، وقد قيل أن عمر أبتاعه في زمن حجة أبي بكر سنة أحدي عشر، فعلى هذا يكون أدرك هذه الحادثة، ولكن مقتضى ذلك أن تكون له صحبة ولم تثبت، فينظر هل أرسل هذه القصة أم لا."[35]

"اس کی اسناد میں اسلم قرشی ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہا نے اسلم کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حج کے موقع پر سن ۱۱ ہجری میں خریدا۔ عین ممکن ہے اسلم نے ان دِنوں اس حادثہ کا ادراک کیا ہو۔ لیکن یہ امر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان کی مصاحبت (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) ثابت ہو جو کہ ثابت نہیں ہے۔ اور یہ بات محل نظر ہے کہ آیا انھوں نے اس قصے کو مرسل بیان کیا ہے یا نہیں۔"

روایت پر جرح:

اسلم اس واقعہ کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً بیان کر رہے ہیں یعنی وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت مدینہ میں موجود نہیں تھے اگر وہ اس سے قبل مکہ یا مدینہ میں موجود تھے تو ان کا ہونا ثابت کیا جائے۔ ظن سے کام نہیں چلتا! اگر وہ مدینہ یا مکہ میں موجود تھے اور محدثین کی تصریح بھی ہے کہ انھوں نے دور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادراک کیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ مکہ و مدینہ میں ہونے کے

---

35 ابی شیبة ، عبدالله بن محمد بن ابراہیم ، المصنف ، ج۱۳ ص۲۰۲-۲۰۱، رقم ۳۸۰۶۱

باوجود وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نہ کر سکے؟

اور اس وقت مکہ و مدینہ سے باہر تھے تو معترضین کے پاس کیا دلیل ہے کہ وہ اس موقع پر موجود تھے؟ بات تو وہیں آجاتی ہے کہ اگر مکہ یا مدینہ کے تھے تو وہ صحابی کیوں نہیں ہیں؟ معترضین کے نزدیک جب سماع و لقاء کا امکان ہو تو وہاں پر صراحت کی ضرورت نہیں بلکہ امکان ممکن ہے۔

ہم کہتے ہیں سماع ہونے کے باوجود یہ لازم نہیں ہے کہ اسلم العدوی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے وہ بات سنی ہو۔ معاصرت والا قاعدہ درست نہیں ہے۔ اور مصنف بن ابی شیبہ کی روایت میں ارسال خفی ہے۔ ارسال خفی[36] سے مراد یہ ہے کہ راوی اپنے معاصر یا جس سے اس کی لقاء ثابت ہو، حالانکہ مختلف وجوہات کی بنا پر راوی نے اُس روایت میں اس سے کچھ سنا نہ ہو۔

ارسال کی یہ نوع در حقیقت انقطاع ہی ہے، اس لئے ضعیف اور مردود شمار ہوتی ہے اور اس پر منقطع کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس روایت کو اسلم العدوی مرسلاً روایت کر رہے ہیں یعنی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدینہ میں موجود نہیں تھے وہ مکہ ۱۱ھ میں آئے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حج کے موقع پر اسلم العدوی کو خریدا تھا۔

---

36 مرسل خفی اصطلاح میں وہ حدیث ہے جسے راوی کسی ایسے شخص سے نقل کرے جس سے راوی کی معاصرت (زمانہ) کے باوجود ملاقات یا سماع ثابت نہ ہو

اس کی چند امثلہ:

ا: اسود بن سریع اور حسن بصری ہم عصر ہونے کے باوجود:

"وسئل عن حديث الأسود وهو ابن سريع بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم سرية فأكثروا القتل أخرجه الإمام أحمد فقال إسناده منقطع رواية الحسن عن الأسود بن سريع والحسن عندنا لم يسمع من الأسود لأن الأسود خرج من البصرة أيام علي وكان الحسن بالمدينة"[37].

"علی بن المدینی سے پوچھا گیا اسود یعنی ابن سریع کی حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانہ کیا ایک سریہ تو انھوں نے قتل میں کثرت کی، اس کی امام احمد نے تخریج کی اور کہا اس کی سند منقطع ہے جو روایت ہے حسن کی اسود بن سریع سے اور ہمارے نزدیک حسن کا اسود سے سماع نہیں کیونکہ علی کے ایام میں بصرہ سے اسود خارج ہوئے تھے اور (اس وقت) حسن تو مدینہ میں تھے۔"

۲: یحییٰ بن ابی کثیر انس بن مالک کے ہم عصر ہونے باوجود:

"حدثنا عيسى بن يونس عن الأوزاعي عن يحيى بن أبي كثير قال رأيت أنس بن مالك في المسجد الحرام قد نصب عصا يصلي إليها"[38]

"یحیی بن ابی کثیر کہتے ہیں: میں نے انس بن مالک کو مسجد الحرام میں دیکھا،

---

37 المدينى، على بن عبدالله بن جعفر، العلل، المكتب الإسلامي، دمشق، ص٥٥، رقم: ٦٣

38 مصنف لابن ابى شيبة، كتاب الصلوة، ج٢ ص١٢٦، رقم ٢٨٤٢

انھوں ایک ڈنڈا کھڑا کیا تھا(سترہ)اس کی طرف نماز پڑھ رہے تھے۔"

امام ابو حاتم الرازی یحیی بن کثیر کے بارے میں بیان فرماتے ہیں:

"یحیی إمام لا یحدث إلا عن ثقة.[39]

"یحیی امام، وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے"

مزید فرماتے ہیں:

"وروی عن أنس مرسلاً، وقد رأی أنسا یصلي في المسجد الحرام رؤیة، ولم یسمع منه."[40]

"اور انھوں نے انس سے مرسلاً بیان کیا ہے اور انھوں نے انس کو مسجد الحرام میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور ان سے سماع نہیں کیا۔"

معلوا ہوا یحیی بن ابی کثیر نے انس بن مالک کا زمانہ پایا تھا۔ لیکن انھوں نے ان سے سنا نہیں۔ لہذا معاصرت والی بات درست نہیں ہے۔

۳: سفیان ثوری اور ابی عون:

" قال أبي ما سمع سفیان الثوري من أبي عون غیر هذا الحدیث الواحد یعني حدیث الوضوء مما مست النار والباقي یرسلها عنه"[41]

"میرے والد (احمد بن حنبل) نے کہا: سفیان ثوری نے ابی عون سے ایک حدیث یعنی "وضو لازم آتا ہے اس کھانے سے جو آگ سے پکا ہو" کی

---

39 ابو حاتم ، محمد بن ادریس ، الرازی ، الجرح والتعدیل ، دائرة معارف العثمانیة ، حید ر آباد دکن ، ۱۳۷۱ھ، ج۹، ص ۱۴۲، رقم:۵۹۹

40 ایضا ، ص ۱۴۱

41 ابن حنبل ، احمد بن محمد ، العلل والمعرفة ، دار الخانی ، الریاض ، ۱۴۲۲ھ ، ج۳ ، ص ۳۸٦، رقم : ۵٦۹٦

حدیث کے سوا نہیں سنا اور باقی وہ ان سے مرسل بیان کرتے ہیں۔"

۴: ابراہیم نخعی اور جماعت صحابہ:

"حدثنا أبو مسلم حدثني أبي قال إبراهيم بن يزيد النخعي لم يحدث عن أحد من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وقد أدرك منهم جماعة ورأى عائشة رضي الله تعالى عنها رؤيا"[42]

" امام ابوالحسن عجلی فرماتے ہیں، "ابراہیم نے کسی صحابی رسول ﷺ سے روایت نہیں لی ہے لیکن ان کی ایک جماعت کا زمانہ پایا ہے اور عائشہ کو بھی دیکھا ہے۔"

معلوم ہوا معترضین کا بتایا گیا معاصرت والا قاعدہ درست نہیں ہے۔ اثنا عشریہ کی جانب سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر اسی قسم اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ اُس خاص موقع پر موجود نہ تھے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا سماع ثابت ہے، لیکن کچھ روایات ایسی ہیں جو انھوں نے نہیں سنی۔

چنانچہ علامہ عبدالحسین امینی (اثنا عشری) لکھتے ہیں:

"كيف يرويه أبو هريرة وكان يوم وفاة أبي طالب شحاذا من متكففي دوس باليمن الكفرة، يسأل الناس إلحافا، ويكتنفه البؤس من جوانبه، وما ألم بالاسلام إلا عام خيبر سنة سبع من الهجرة الشريفة باتفاق من الجمهور؟ فأين كان هو من وفاة " أبي طالب، وما دار هنالك من الحديث؟ فإن صدق في روايته؟ فهو راو عمن لم ينوه باسمه، وإن كان تدليس أبي هريرة قد اطرد في موارد كثيرة روى أشياء ادعى فيها المشاهدة أو دل عليها السياق لكنه لم يشاهد شيئا

---

42 العجلى ، عبدالله بن صالح ، معرفة الثقات، باب من اسمه ابراہيم ، مكتبة الدار بالمدينة المنورة،١٤٠٥ھ، ج١، ص٢١٠، رقم : ٤٥

منها، ومن أراد الوقوف على هذه وغيرها من أمر أبي هريرة فليراجع كتاب "أبو هريرة" لسيدنا المصلح الشريف الحجة السيد عبد الحسين شرف الدين العاملي حياه الله وبياه فقد جمع ذلك فأوعى"[43]

" ابوہریرہ کیسے روایت کر سکتا ہے اور جس دن ابو طالب کی وفات ہوئی اس وقت وہ حالتِ کفر میں یمن میں قبیلہ دوس میں تنگدست تھا، وہ لوگوں سے زبردستی مانگتا تھا، اور تکالیف نے اس کو ہر جانب سے گھیرا ہوا تھا اور جمہور کے اتفاق سے وہ اسلام نہیں لایا سوائے اس خیبر کے سال کے جو ہجری شریف کا ساتواں سال تھا۔ وہ ابو طالب کی وفات کے موقع پر کہاں تھا اور اس جگہ جو باتیں ہوئیں اسے کیسے پتہ چلا؟ اگر وہ اپنی روایت میں سچا بھی ہو تو اس نے ایسے بندے سے روایت کی ہے جس کا نام معلوم نہیں ہوا، اور ابوہریرہ کی تدلیس کئی جگہ آئی ہے، اس نے ایسی چیزیں بیان کی ہیں جس میں اس نے مشاہدہ کا دعویٰ کیا ہے یا سیاق نے اس کی دلیل دی لیکن اس نے دیکھا ہی نہیں۔ اور جو چاہتا ہے اس معاملہ سے واقف ہو جائے اور اس کے علاوہ جو ابوہریرہ کے معاملات ہیں تو وہ سیدنا المصلح الشريف الحجة السيد عبد الحسين شرف الدين العاملي حياه الله وبياه کی کتاب " أبو هريرة" کی طرف رجوع کرے اس میں انھوں نے (اچھے طریقے سے) جمع کر دیا اور خوب بیان کیا۔"

اسی طرح امام سید عبدالحسین شرف الدین موسوی لکھتے ہیں:

"ان أبا طالب رضوان الله وبركاته ورحمته عليه قضى في مكة سنة

---

[43] الشيخ ، الامینی ، الغدیر، دار الکتاب العربی ، بیروت ، ۱۳۸۷ھ، ج۸، ص ۲۰

عشر للبعثة قبل الهجرة بثلاث سنين، وقيل بل قضى سنة تسع، وقيل سنة ثمان قبل قدوم أبي هريرة إلى الحجاز تعشر سنين في أقل ما يفرض فأين كان أبو هريرة عن النبي وعمه صلى الله عليه و آله؟ وهما يتبادلان الكلام الذي أرسله عنهما كأنه رآهما بعينيه وسمع كلامهما بأذنيه؟ نعوذ بالله ممن لم يكن لدينه ولا لعقله على لسانه رقيب."[44]

" ابو طالب رضوان اللہ وبرکاتہ ورحمتہ علیہ کی (رسول اللہ ﷺ کی) بعثت کے دسویں سال ہجرت سے تین سال پہلے مکہ میں وفات ہوئی؛ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نویں سال؛ اور کہا گیا ہے آٹھویں سال۔ ابو ہریرہ کے حجاز کی طرف آنے سے دس سال پہلے، جو کم سے کم مانا جا سکتا ہے۔ تو وہ نبی اور ان کے چچا سے کدھر تھا؟ اور وہ لوگ (نبی و ابو طالب) آپس میں کلام کا تبادلہ کر رہے تھے جس کا ارسال اس (ابو ہریرہ) نے ان (نبی و ابو طالب) پر کیا ہے۔ اس طرح بات کر رہا ہے گویا کہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور ان دونوں کی باتوں کو اپنے کانوں سے سنا ہو؟ پناہ مانتے ہیں اللہ کے ساتھ جس کے دین کا بھی کوئی نگہبان نہ ہو اور نہ اس کی عقل کا زبان پر کوئی نگہبان ہو۔"

امامیہ کا دوہرا معیار اب کھل کر سامنے آ چکا ہے! کیسے وہ اسلم العدوی کے معاملے میں معاصرت والی بات کرتے ہیں، لیکن ہم نے ثابت کیا تھا کہ وہ ۱۱ھ میں آئے، واقعہ میں موجود ہونے کا ثبوت نہیں۔ ہمارا سوال ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کے وقت معاصرت والا قاعدہ بھول گئے؟ اپنے مذہب کو سچا ثابت کرنے کی خاطر اور کتنے رنگ

---

[44] الموسوی ، عبدالحسین شرف الدین ، الامام ، ابوهريرة ، ابوطالب ابی شهادتین ، دارالزهراء، بیروت ،۱۴۱۵ھ ص ۱۵۵

بدلنے باقی ہیں؟

امامیہ نے اہل سنت کے اُصول حدیث جانے بغیر اپنی طرف سے گڈ مڈ کر کے ایک کہانی تیار کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اگر انصاف سے کام لیتے تو سمجھ جاتے کہ اس روایت میں کیا مسئلہ ہے! اسب سے پہلے ہم اسلم القُرشی العدوی کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ اسماء الرجال کی کتب میں تفصیل سے اسلم العدی کے حالات مذکور ہیں۔

اسلم العدوی کا ترجمہ:

امام ابو نعیم اصبہانی بیان کرتے ہیں:

"وأسلم مولى عمر بن الخطاب، يكنى أبا خالد، من سبايا اليمن اشتراه عمر بن الخطاب من الأشعريين، أدرك أيام النبي صلى الله عليه وسلم، وهو من الحبشة"[45]

" اسلم مولی عمر بن خطاب، کنیت ابو خالد، یمنی قیدیوں میں سے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اشعریوں سے لیا۔ اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور حبشہ (یعنی حبشی غلام) میں سے تھے۔"

مزید اسلم العدوی کے ترجمہ کے تحت ایک روایت نقل کرتے ہیں:

"حدثنا أبو علي محمد بن أحمد بن الحسن، ثنا أبو شعيب الحراني ثنا أبو جعفر النفيلي، ثنا محمد بن سلمة، عن محمد بن إسحاق، قال: بعث أبو بكر الصديق رضي الله عنه كما حدثني نافع، عن عبد الله بن

45 اصبہانی ، احمد بن عبداللہ بن احمد ، معرفۃ الصحابۃ ،(۱۱۴) اسلم مولی عمر بن خطاب ، دارالوطن ، الریاض ، ۱۴۱۹ھ، ص ۲۵۵

عمر، عمر بن الخطاب سنة إحدى عشرة إلى الحجة، فأقام للناس الحج، وابتاع عمر بن الخطاب رضي الله عنه في تلك السنة مولاه أسلم من أناس من الأشعريين"[46]

" نافع سے مروی ہے عبداللہ بن عمر نے فرمایا: سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سنہ 11ھ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حج کے لئے بھیجا۔ انھوں نے لوگوں کے لئے حج کی امیری کی ذمہ داری ادا کی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسی سال اپنے غلام اسلم کو اشعریوں سے خریدا"

امام بخاری " التاریخ الکبیر " میں بیان کرتے ہیں:

" أسلم مولى عمر بن الخطاب القرشي العدوي المدني أبو خالد كان من سبي اليمن سمع عمر روى عنه القاسم بن محمد وزيد بن أسلم"[47]

"اسلم قرشی العدوی مدنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مولی ہیں اور کنیت ابو خالد ہے۔ یمن کے قیدیوں میں سے تھے۔ انھوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع کیا اور ان سے قاسم بن محمد اور زید بن اسلم نے روایات نقل کیں ہیں"

امام بخاری " التاریخ الاوسط " میں بیان کرتے ہیں:

" حدثني محمد بن مهران ثنا محمد بن سلمة عن بن إسحاق قال بعث أبو بكر عمر سنة إحدى عشرة فأقام للناس الحج وابتاع فيها

---

46 اصبہانی ، احمد بن عبداللہ بن احمد ، معرفة الصحابة،ص ٢٥٥، رقم ٨٦٨:

47 بخاری ، محمد بن اسماعیل ، التاریخ الکبیر ، دار الکتب العلمیة ، بیروت ، ج٢ ص ٢٣، رقم :١٥٦١

أسلم مولاہ"[48]

"مجھے محمد بن مہران نے بیان کیا، وہ محمد بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں اور محمد بن سلمہ ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں، ابن اسحاق کہتے ہیں: سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سن ۱۱ھ میں لوگوں کو حج قائم کرانے کے لیے مکہ بھیجا ان دِنوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام اسلم کو خریدا"

علامہ مزی" تہذیب الکمال" میں بیان فرماتے ہیں:

"قال محمد بن إسحاق بعث أبو بکر عمر سنة إحدی عشرة فأقام للناس الحج و ابتاع فیها أسلم مولاہ"[49]

" محمد بن اسحاق کہتے ہیں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سن ۱۱ھ میں لوگوں کو حج قائم کرانے کے لیے مکہ بھیجا ان دنوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام اسلم کو خریدا"

معلوم ہوا اسلم حج کے موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی غلامی میں سنہ 11ھ (ماہِ ذوالحجہ) میں آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ماہِ ربیع الاول میں ہوئی اور راجح قول[50] کے مطابق سیدہ

---

48 بخاری ، محمد بن اسماعیل ، التاریخ الاوسط ، من مات في خلافة أبي بکر رضی اللہ تعالی عنه أو قریبا منه ، دار المعارفة ، بیروت ، ۱۴۰۶ھ ، ج۱ ،ص ۶۱-۶۲

49 مزی ، جمال الدین ابو الحجاج الیوسف ، تہذیب الکمال ،مؤسسة الرسالة ، بیروت ، ۱۴۰۲ھ ، ج۲ ص ۵۳۰، رقم :۴۰۷

50 سیدہ کائنات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مدت وفات میں اختلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کتنے دن حیات رہیں اس میں اہل علم کے ان گنت اقوال ہیں اس میں سے راجح قول اس قول کو قرار دیا جاتا ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے

فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔امامیہ کے نزدیک پچھتر (۷۵) دن بعد دنیا سے رخصت ہوئیں۔

"العدة، عن أحمد بن محمد، عن الحسين بن سعيد، عن النضر، عن هشام بن سالم، عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال: سمعته يقول: عَاشَتْ فَاطِمَةُ (عَلَيْهَا السَّلام) بَعْدَ أَبِيهَا خَمْسَةً وَسَبْعِينَ يَوْماً لَمْ تُرَ كَاشِرَةً وَلاَ ضَاحِكَةً."[51]

"ہشام بن سالم سے مروی ہے، میں نے ابو عبد اللہ (جعفر الصادق) علیہ السلام سے سنا وہ فرماتے ہیں: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کے بعد ۷۵ دن زندہ رہیں لیکن ان کو کبھی مسکراتے یا ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔"

ربیع الاول اور ذوالحجہ کے درمیان آٹھ ماہ کا فاصلہ ہے۔اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات چھ مہینے بعد ہوئی اور اثنا عشریہ کے مطابق ۷۵ دن حیات رہیں۔اور اسلم ان کی وفات کے دو ماہ بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی غلامی میں آئے۔

اور اگر ۷۵ ایام کے مطابق دیکھیں تو اسلم ساڑھے پانچ مہینے بعد غلامی میں آئے۔ جس روایت کو بنیاد بنا کر معترضین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو داغدار کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں وہ روایت ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔

عروہ نے بیان کیا ہے۔لیکن ہماری تحقیق کے مطابق یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں بلکہ امام زہری کا قول ہے۔اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کتاب 39 کے ذیل میں آئے گی۔

51 الشيخ ، محمد آصف ، محسنى، معتبر من البحار الانوار دار المحجة البيضاء، بيروت ، ۱۴۳۷ھ، ، ج۲ ص ۱۳، رقم : ۸۱۰
بحار الانوا ر، ۱۹۵/۴۳ ؛ اصول الكافى ، ۲۲۸/۳، رقم : ۳

مرسل روایت کی تعریف:

مرسل اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں تابعی کے بعد والے راوی کو حذف کر دیا گیا ہو۔ مرسل حدیث رد ہی کی جاتی ہے کیونکہ اس میں صحیح حدیث کی شرائط میں سے اتصالِ سند کی شرط نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ جو راوی حذف کیا گیا ہے ہمیں اس کے حالات کا علم نہیں اور عین ممکن ہے کہ وہ ضعیف ہو۔ جمہور محدثین اور فقہاء کے نزدیک مرسل روایت ناقابل احتجاج ہے یعنی ضعیف ہے۔

امام مسلم بیان فرماتے ہیں:

" والمرسل من الروايات فی أصل قولنا وقول أهل العلم بالأخبار ليس بحجة"[52]

" اور مرسل روایت ہمارے اور اہل علم کے نزدیک حجت نہیں ہے۔"

عبدالراحمن اپنے والد ابو حاتم الرازی سے روایت کرتے ہیں:

" سمعت أبي وأبو زرعة يقولان لا يحتج بالمراسيل ولا تقوم الحجة إلا بالأسانيد الصحاح المتصلة وكذا أقول أخبرنا"[53]

" (عبدالرحمن کہتے ہیں) میں نے اپنے والد (ابو حاتم الرازی) اور ابو زرعہ سے سنا، وہ دونوں فرماتے تھے کہ مرسل روایات سے حجت نہیں لی جائے

---

52 القشيری ، مسلم بن حجاج ، صحيح مسلم ، المقدمة ، باب صحة الاحتجاج بالحديث المعنعن ، دار الحضارة للنشر والتوضيح ، الرياض ، ١۴٣٦ھ ، ص ٢٠

53 الرازی ، عبدالرحمن بن ابی حاتم ، المراسيل ، مؤسسة الرسالة ، بيروت ، ١۴١٨ھ، ص ٧، رقم : ١٥

گی، حجت صرف صحیح اور متصل سندوں کے ساتھ قائم ہو سکتی ہے۔ میں (عبدالرحمن) بھی ایسا ہی کہتا ہوں۔"

امام ترمذی بیان کرتے ہیں:

"والحدیث إذا کان مرسلا فإنه لا یصح عند أکثر أهل الحدیث"[54]

" اور حدیث اگر مرسل ہو تو اکثر اہل حدیث (اکثر محدثین) کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔"

مزید فرماتے ہیں:

"ومن ضعف المرسل فإنه ضعف من قبل أن هؤلاء الأئمة حدثوا عن الثقات وغیر الثقات فإذا روی أحدهم حدیثا وأرسله لعله أخذه عن غیر ثقة"[55]

" جن محدثین نے مرسل کو ضعیف قرار دیا ہے، انھوں نے اس وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے کہ ان آئمہ نے ثقہ راویوں سے بھی احادیث بیان کی ہیں اور غیر ثقہ راویوں سے بھی۔ جب کوئی مرسل حدیث بیان کرتا ہے تو (یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ) شاید اس نے غیر ثقہ سے روایت لی ہو۔"

امام ابو بکر احمد بن اسحاق فرماتے ہیں:

" لو أن المرسل من الأخبار والمتصل سیان ، لما تکلف العلماء طلب الحدیث بالسماع ، ولما رحلوا في جمعه مسموعا ، ولا التمسوا صحته، ولکان أهل کل عصر إذا سمعوا احدیثا من عالمهم وهو یقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کذا وکذا، لم یسألوه

---

54 ترمذی ،محمد بن عیسی ، العلل الصغیر ، دار احیاء التراث العربی ، بیروت ، ۱۳۵۷ھ، ص ۷۵۳

55 ایضا ، ص ۷۵۴

عن إسناده ، وقد روينا عن جماعة من التابعين وأتباع التابعين ، وكانوا يسألون عن السنة ثم يقولون للتابعين : هل من أثر ؟ وإذا ذكر الأثر قالوا : هل من قدوة ؟ وإنما يعنون بذلك الإسناد المتصل ، ولم يقتصروا على قول الزهري ، وإبراهيم ، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فكيف يقتصر من مالك والنعمان إذا قالا : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "[56]

" اگر مرسل اور متصل احادیث ایک جیسی ہوتیں تو علماء طلبِ حدیث میں سماع کرنے کی زحمت نہ اٹھاتے، نہ ہی خود سنی ہوئی احادیث کو جمع کرنے کے لیے وہ سفر کرتے، نہ ہی وہ احادیث کی صحت کے متلاشی ہوتے، نیز ہر دور کے لوگ جب اپنے عالم کو یہ کہتے سنتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا، تو اس سے سند کے بارے میں سوال نہ کرتے، حالانکہ تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت سے ہم نے روایت کیا ہے کہ وہ سنت نبوی کے بارے میں پوچھتے تھے، پھر تابعین سے کہتے کہ کیا کوئی اثر ہے ؟ کیا کوئی قدوہ ہے ؟ اس سے مراد وہ متصل سند لیتے تھے۔ وہ زُہری اور ابراہیم (نخعی) کے اس قول پر اکتفا نہیں کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے، پھر مالک اور نعمان (ابو حنیفہ) اگر کہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے تو ان کی بات پر کیسے اکتفا کیا جا سکتا ہے۔"

ابو بکر باقلانی فرماتے ہیں :

---

56 البغدادى ،احمد بن على ، الخطيب ، الكفاية فى علم الرواية ، ذكر المحفوظ عن أئمة أصحاب الحديث في أصح الأسانيد، دار الهدى ، ١٤٢٣هـ ، ج٢ ، ص ٤٦٩،رقم : ١٢٥٢

"ھذا قول کل من شرط العدالۃ، ولم یقبل المرسل"[57]

" یہ ان تمام لوگوں کا موقف ہے، جو عدالت کو (صحتِ حدیث میں) شرط سمجھتے ہیں اور مرسل کو قبول نہیں کرتے۔"

طویل بحث کے بعد خطیب بغدادی فرماتے ہیں:

"وعلى ذلك أكثر الأئمة من حفاظ الحديث ونقاد الأثر"[58]

" اور اس پر (یہ کہ مرسل حجت نہیں ہے) اکثر آئمہ حفاظ حدیث اور ناقدین حدیث ہیں۔"

حافظ ابن الصلاح بیان فرماتے ہیں:

"وما ذكرناه من سقوط الاحتجاج بالمرسل والحكم بضعفه هو المذهب الذي استقر عليه آراء جماهير حفاظ الحديث ونقاد الأثر وقد تداولوه في تصانيفهم"[59]

" ہم نے جو یہ کہا ہے کہ مرسل سے حجت نہیں لی جاسکتی اور اس پر ضُعف کا حکم لگے گا، یہ قول وہ ہے، جس پر حُفاظِ حدیث اور نقادِ آثار کی ایک جماعت کا عمل رہا ہے اور انھوں نے اپنی تصانیف میں اسے جابجا ذکر کیا ہے۔"

امام نووی بیان کرتے ہیں:

" ثم المرسل حديث ضعيف عند جماهير المحدثين والشافعي

---

57 الكفاية فی علم الرواية ، باب القول في الرجل يروي الحديث، ج٢ ، ص ٤٢٦٠،رقم : ١١٥٩

58 ايضا، ص ٤٣٥

59 ابن الصلاح ، عثمان بن عبدالرحمان،علوم الحديث ، دار الفكر ، بيروت ، ص٥٥-٥٤

و كثير من الفقهاء و أصحاب الأصول "[60]

" پھر یہ مرسل حدیث جمہور محدثین، شافعی اور بہت سے فقہاء اور علمائے اُصول کے نزدیک ضعیف ہے۔"

ابن حجر بیان فرماتے ہیں:

"وإنما ذُكِرَ في قِسم المردود للجهل بحالِ المحذوفِ؛ لأنه يُحتمل أن يكون صحابياً، ويُحتمل أن يكون تابعياً. وعلى الثاني يُحتمل أن يكون ضعيفاً، ويُحتمل أن يكون ثقةً، وعلى الثاني يُحتمل أن يكون حَمَل عن صحابي، ويُحتمل أن يكون حَمَل عن تابعي آخر، وعلى الثاني فيعود الاحتمالُ السابقُ، ويَتعدد. أمّا بالتجويز العقليّ فإلى ما لا نهاية له، وأمّا بالاستقراء فإلى ستةٍ أو سبعةٍ، وهو أكثرُ ما وُجِدَ مِن روايةِ بعضِ التابعين عن بعض "[61]

" بلاشبہ مرسل کو مردود کی قسم میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ محذوف راوی کی حالت معلوم نہیں ہوتی، اس وقت احتمال ہوتا ہے کہ وہ صحابی ہو اور یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ وہ تابعی ہو، تابعی ہونے کی صورت میں اس کے ثقہ ہونے کا بھی احتمال ہوتا ہے اور ضعیف ہونے کا بھی، نیز یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ اس محذوف تابعی نے یہ حدیث کسی صحابی سے لی ہو یا کسی اور تابعی سے، اگر کسی تابعی سے لی ہو تو پھر وہی دوسرا (تابعی کے ضعیف ہونے کا) احتمال دوبارہ آجاتا ہے اور یہ احتمال کئی بار ہوتا ہے، عقلی اعتبار سے یہ سلسلہ لامتناہی حد تک چلا جاتا ہے، لیکن تتبع کے اعتبار سے چھ سے سات تک یہ

---

60 النووی ، محی الدین بن شرف ، التقریب والتیسیر لمعرفة سنن البشیر والنذیر ، دار الکتاب العربی ، بیروت ، ۱۴۰۵ھ ، ص ۳۵-۳۴

61 عسقلانی ، ابن حجر ، نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر ، مکتبة البشری ، الکراتشی ، ۱۴۳۲ھ ، ص ۷۸

سلسلہ چلتا ہے۔ کیونکہ تابعین کی تابعین سے روایت کا یہ سلسلہ چھ یا سات تک ہی چلتا ہے۔"

مندرجہ بالا اقوال سے یہ بات اثبت ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک مرسل روایت نا قابل احتجاج ہے البتہ چند ایک فقہاء بعض شرائط کی بناء پر اس مرسل کو حجت مانتے تھے۔ مرسل کا مطلقاً حجت ہونا مالک بن انس، ابو حنیفہ، احمد بن حنبل سے باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

جو لوگ اسے حجت سمجھتے ہیں ان کی عملاً شرط یہ ہے کہ مرسل روایت ان کی نفسانی خواہشات اور اہواء کے مطابق ہو، ورنہ پھر اللہ کی مخلوقات میں مرسل سب سے زیادہ ترک کرنے والے یہی لوگ ہوتے ہیں۔

اسلم العدوی کی روایت جو کہ مرسل ہونے کی وجہ سے نا قابل احتجاج ہے اس کے جواب میں بعض اہل علم امیر المومنین فی الحدیث، امام بخاری کی "**الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول الله صلی الله علیه وسلّم وسننه وأيّامه**" سے چند ایک روایات پیش کرتے ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں

کہ صحیح بخاری میں بھی اسلم العدوی مرسل روایت نقل کر رہے ہیں اور اس پر سوال کرتے ہیں کہ یہاں یہ ارسال کس اصول پر قابل قبول ہے، صحیح بخاری میں اسلم العدوی کی مذکورہ روایات تین مقامات پر موجود ہے جس میں اسلم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایات کر رہے ہیں۔

ا : حدثنا عبد الله بن مسلمة عن مالك عن زيد بن أسلم عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه و سلم كان يسير في بعض أسفاره وعمر ابن الخطاب يسير معه ليلا فسأله عمر بن الخطاب عن شيء فلم يجبه رسول الله صلى الله عليه و سلم ثم سأله فلم يجبه ثم سأله فلم يجبه فقال عمر بن الخطاب ثكلت أم عمر نزرت رسول الله صلى الله عليه

و سلم ثلاث مرات کل ذلك لا یجیبك قال عمر فحرکت بعیري ثم تقدمت أمام الناس ـــــــــ الخ[62]

۲ : حدثنا إسماعیل قال حدثني مالك عن زید بن أسلم عن أبیه أن رسول الله صلی الله علیه و سلم کان یسیر في بعض أسفاره و عمر بن الخطاب یسیر معه ـــــــــ الخ[63]

۳: حدثني عبد الله بن یوسف أخبرنا مالك عن زید بن أسلم عن أبیه أن رسول الله صلی الله علیه و سلم کان یسیر في بعض أسفاره و عمر ابن الخطاب یسیر معه ـــــــــ الخ[64]

ان روایات سے متعلق ابن حجر عسقلانی "فتح الباری" میں بیان فرماتے ہیں:

"قوله عن زید بن أسلم عن أبیه أن رسول الله صلی الله علیه و سلم کان یسیر في بعض أسفاره و کان عمر بن الخطاب یسیر معه لیلا فسأله عمر عن شيء الحدیث هذا صورته مرسل و لکنه بقیته تدل علی أنه عن عمر لقوله في أثنائه قال عمر فحرکت بعیر الخ و قد أشبعت القول فیه في المقدمة و قد أورده الإسماعیلي من طریق محمد بن خالد بن عثمة عنعن مالك عن زید بن أسلم عن أبیه قال سمعت عمر بن الخطاب فذکره"[65]

" اسلم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کچھ اسفار میں تھے اور ان کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی سفر کر رہے تھے رات کا وقت تھا تو

62 صحیح بخاری ،کتاب التفسیر، باب { إنا فتحنا لك فتحا مبینا } ، ص ۷۹۸-۷۹۹، رقم : ۴۸۳۳

63 ایضا ، کتاب المغازی ، باب غزوۃ الحدیبیة ، ص۷۶۴، رقم : ۴۱۶۱-۴۱۶۰

64 ایضا ، ص۷۶۵ ،رقم : ۴۱۷۷

65 عسقلانی ، ابن حجر، فتح الباری ، مکتبة السلفیة ، القاهره ، ۱۳۹۰ھ ، ص۴۵۳

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے سوال کیا کسی معاملہ میں، الحدیث۔ اس کی صورت تو مرسل ہے لیکن اس روایت کا جو باقی متن ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ہے کیونکہ ان کا جو قول ہے اس کے درمیان، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "فحركت بعيري" یعنی میں نے اپنی سواری کو حرکت دی۔۔۔ الخ۔ مقدمہ میں، میں نے اس معاملہ میں بہت کلام کیا ہے اور ابو بکر اسماعیلی نے اسے (اپنی مستخرج میں) **محمد بن خالد بن عثمه عن مالک عن زید بن اسلم عن ابیه قال سمعت عمر بن الخطاب** (وضاحت ہو گئی کہ اسلم نے عمر بن خطاب سے سنی) کے طریق سے ذکر کیا۔"

معلوم ہوا اس کی متصل اسناد بھی موجود ہیں، حافظ ابن حجر نے پانچ لوگوں کا ذکر کیا جنہوں نے مالک سے متصلاً بیان کیا۔ اب ہم اس کی چند متصل اسناد مع متن پیش کرتے ہیں:

سنن ترمذی میں ہے:

حدثنا محمد بن بشار حدثنا محمد بن خالد بن عثمة حدثنا مالك بن أنس عن زيد بن أسلم عن أبيه قال سمعت عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقول كنا مع رسول الله صلى الله عليه و سلم في بعض أسفاره فكلمت رسول الله صلى الله عليه و سلم فسكت ثم كلمته فسكت ثم كلمته فسكت فحركت راحلتي فتنحيت و قلت ثكلتك أمك يا بن الخطاب نزرت رسول الله صلى الله عليه و سلم ثلاث مرات كل ذلك لا يكلمك ما أخلقك أن ينزل فيك قرآن قال فما نشبت أن سمعت صارخا يصرخ بي قال فجئت رسول الله صلى الله عليه و سلم فقال يا بن الخطاب لقد أنزل علي هذه الليلة سورة ما أحب أن لي منها ما طلعت عليه الشمس إنا فتحنا لك فتحا مبينا قال أبو عيسى

هذا حديث حسن صحيح غريب ورواه بعضهم عن مالك مرسلا[66]

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں تھے، میں نے آپ سے کچھ کہا، آپ خاموش رہے، میں نے پھر آپ سے بات کی آپ پھر خاموش رہے، میں نے پھر بات کی آپ (اس بار بھی) خاموش رہے، میں نے اپنی سواری کو جھٹکا دیا اور ایک جانب (کنارے) ہو گیا، (اور اپنے آپ سے) کہا: ابن خطاب! تیری ماں تجھ پر روئے، تو نے رسول اللہ ﷺ سے تین بار اصرار کیا، اور آپ نے تجھ سے ایک بار بھی بات نہیں کی، تو اس کا مستحق اور سزاوار ہے کہ تیرے بارے میں کوئی آیت نازل ہو اور تجھے سرزنش کی جائے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابھی کچھ بھی دیر نہ ہوئی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کو سنا، وہ مجھے پکار رہا تھا، عمر بن خطاب کہتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا، آپ نے فرمایا" :ابن خطاب! آج رات مجھ پر ایک ایسی سورہ نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے اور وہ سورہ یہ ہے "**إنا فتحنا لك فتحا مبينا**" بیشک اے نبی! ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے بعض نے اس حدیث کو مالک سے مرسلاً (بلاغاً) روایت کیا ہے۔"

مسند البزار میں ہے:

ا : حدثنا محمد بن المثنى قال : نا محمد بن خالد بن عثمة قال : نا مالك بن أنس، عن زيد بن أسلم، عن أبيه قال : سمعت عمر يقول :

---

[66] ترمذی ،محمد بن عیسی ، سنن ترمذی ، کتاب تفسیر القرآن ، باب و من سورۃ الفتح ، دار الحضارۃ ، الریاض ، ۱۴۳۶ھ ، ص۶۳۱، رقم ۳۲۶۲

خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعض أسفاره فلما كنا ببعض الطريق كلمت رسول الله صلى الله عليه وسلم فسكت، ثم كلمت رسول الله فسكت۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ[67]

۲: وحدثناه الفضل بن سهل قال: نا أبو نوح عبد الرحمن بن غزوان قال: نا مالك، عن زيد بن أسلم، عن أبيه، عن عمر، قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعض أسفاره۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ[68]

مسند احمد میں ہے:

حدثنا أبو نوح حدثنا مالك بن أنس عن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر قال فسألته عن شيء ثلاث۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ[69]

سنن نسائی میں ہے:

أنا محمد بن عبد الله بن المبارك نا قراد وهو عبد الرحمن بن غزوان أبو نوح نا مالك عن زيد بن أسلم، عن أبيه عن عمر قال كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر فسألته عن شيء ثلاث مرات فلم ير۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ[70]

---

67 البزار، احمد بن عمرو، البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مسند عمر بن الخطاب، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، ۱۴۰۹ھ، ج۱، ص۳۸۸، رقم: ۲۶۴

68 ايضا، ج۱، ص۳۸۹، رقم: ۲۶۵

69 مسند احمد ابن حنبل، مسند عمربن خطاب، مؤسسة الرسالة، بيروت، ج۱، ص ۳۳۴-۳۳۶، رقم: ۲۰۹

70 النسائی، احمد بن علی، السنن الكبرى، كتاب التفسير، سورة الفتح، دار التاصيل، القاهره، ۱۴۳۳ھ، ج۱۱، ص ۳۳۲ رقم: ۱۱۶۱۱

امام ابن عبدالبر "التمہید لما فی الموطا من المعانی و الاسانید" میں بیان کرتے ہیں

حدثنا الحسن بن علي بن داود قال حدثنا محمد بن زيان قالا حدثنا عبدة بن عبد الرحيم المروزي قال أخبرنا محمد بن حرب عن مالك بن أنس عن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔الخ[71]

مزید ان روایات سے متعلق امام دار قطنی بیان فرماتے ہیں:

"وسئل عن حديث زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر كنا مع النبي صلى الله عليه و سلم في بعض أسفاره۔۔۔۔۔۔۔۔۔فقال يرويه عن مالك عن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر متصلا مسندا محمد بن خالد بن عتمة وأبو نوح عبد الرحمن بن غزوان وإسحاق بن إبراهيم الحنيني ويزيد بن أبي حكيم ومحمد بن حرب بن سليم المكي هؤلاء كلهم أسندوه عن مالك وأما أصحاب الموطأ فرووه عن مالك مرسلا منهم معن والقعنبي والشافعي ويحيى بن بكير وغيرهم"[72]

"اور امام دار قطنی سے اس حدیث سے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: اس کو اس سند سے (عن مالک عن زید بن اسلم عن ابیہ عن عمر) محمد بن خالد بن عتمہ وابو نوح عبد الرحمن بن غزوان واسحاق بن ابراہیم حنینی ویزید بن ابی حکیم و محمد بن حرب بن سلیم مکی نے متصل مسند روایت کیا ہے جبکہ موطا کے رجال اس روایت کو مالک سے مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ جن میں، معن، قعنبی، شافعی اور یحیی بن بکیر وغیرہ شامل ہیں۔"

---

71 ابن عبدالبر ، یوسف بن عبداللہ ، التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ، مؤسسة الفرقان للتراث الاسلامی ، لندن ، ۱۴۳۹ھ، ج۳ص ۲۵

72 دارقطنی ، کتاب العلل ، سؤال رقم : ۱۲۱

معلوم ہوا کہ دیگر کتب میں اس کی کئی متصل اسناد بھی موجود ہیں۔ معترضین کا مقصد تھا کہ کسی طرح صحیح بخاری کی روایت کو اسلم کی مرسل ثابت کر دیا جائے تو مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت بھی ثابت ہو جائے گی، لیکن افسوس کہ آپ ناکام رہے! اب ہم وہ روایت پیش کرتے ہیں جس میں مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کا کچھ حصہ آیا:

حدثنا مكرم بن أحمد القاضي ثنا احمد بن يوسف الهمداني ثنا عبد المؤمن بن علي الزعفراني ثنا عبد السلام بن حرب عن عبيد الله بن عمر عن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر رضي الله عنه: أنه دخل على فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم فقال: يا فاطمة و الله ما رأيت احدا أحب إلى رسول الله صلى الله عليه و سلم منك و الله ما كان أحد من الناس بعد أبيك صلى الله عليه و سلم أحب إلي منك هذا حديث صحيح الإسناد على شرط الشيخين و لم يخرجاه تعليق الذهبي في التلخيص: غريب عجيب [73]

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا: اے فاطمہ خدا کی قسم میں نے آپ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب نہیں پایا اور خدا کی قسم آپ کے والد کے بعد ہمیں آپ سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں۔ یہ حدیث باعتبار سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن انھوں نے اس کو نقل نہیں کیا امام ذہبی نے تلخیص

73 الحاکم، محمد بن عبداللہ، المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، ذکر مناقب فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم دار الکتب العلمية، ۱۴۱۱ھ، ج۳ ص ۱۶۸، رقم: ۴۷۳۶

میں اس کو عجیب قسم کی غریب کہا ہے۔

اول تو اس میں بقیہ واقعہ کا ذکر نہیں دوسرا یہ کہ یہ روایت ضعیف ہے، اس میں عبدالمومن بن علی کی کوئی معتبر توثیق نہیں۔ امام ذہبی نے تلخیص میں اس پر "غریب عجیب" کا حکم لگایا۔ شیخ البانی نے بھی اس روایت کو غیر مستند قرار دیا ہے۔

" وأما أنه صحيح، ففيه نظر، والعلة عندي تتردد بين عبد السلام، وعبد المؤمن فالأول، وإن كان من رجال الشيخين، فقد اختلفوا فيه، ووثقه الأكثرون، وقال الحافظ: "ثقة حافظ، له مناكير". وأما عبد المؤمن، فلم أر من وثقه توثيقا صريحا، وغاية ما ذكر فيه ابن أبي حاتم (٣/ ١/ ٦٦)"[74]

"اور جہاں تک اس روایت کے صحیح ہونے کی بات ہے تو یہ محل نظر ہے۔ اور میرے نزدیک اس کی علت عبدالسلام اور عبدالمومن ہیں۔ اول الذکر، یعنی عبدالسلام اگرچہ یہ شیخین کے شیوخ میں سے ہیں لیکن ان کی ثقاہت میں اختلاف ہے جبکہ اکثر نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور حافظ نے کہا ہے کہ یہ ثقہ اور حافظ ہیں لیکن ان سے مناکیر بھی منقول ہیں۔ اور آخر الذکر یعنی عبدالمومن کی صراحتاً توثیق کے بارے میں میں نہیں جانتا اور ابن ابی حاتم نے ان کے بارے میں یہی کچھ کہا ہے۔"

مختصر استدراک الحافظ الذہبی علی مستدرک ابی عبداللہ الحاکم لابن ملقن کے فاضل محققین" **عبداللہ بن حمد اللحیدان**" اور" **سعد بن عبداللہ بن عبدالعزیز آل حمید**" نے بھی اس روایت کو غیر مستند قرار دیا ہے۔

---

74 البانی ، ناصر الدین ، سلسلة الا حاديث الضعيفة والموضوعة وا ثرها السئ فى الامة، مكتبة المعارف ، الرياض ،١٤٠٨ھ ، ج٣، ص٢٥٦-٢٥٥

" الحديث ضعيف بهذا الإسناد لما تقدم عن أحمد بن يوسف، ومتنه منكر لتفرده به." [75]

" یہ حدیث اس سند سے جو کہ احمد بن یوسف کے طریق سے اوپر بیان کی گئی ہے ضعیف ہے اور اس کا متن منفرد ہونے کی وجہ سے منکر ہے۔"

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت مرسل ہے، اور مرسل ضعیف ہی ہوتی ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر ثابت کیا۔ اگر معترضین مصنف کی روایت کو صحیح ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس کی متصل سند پیش کریں۔

بالفرض اگر یہ مان لیا جائے کہ اسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ باتیں سنیں لیکن اس روایت کے متن پر غور کیا جائے تو یہ بات قارئین پر عیاں ہو گی کہ اس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو کلام ہوا وہ اسلم نے کس سے سنا؟ یہ سوال اپنی جگہ اس روایت کے ارسال پر دلالت کرتا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد بیعت کر لی تھی اور تاریخ یعقوبی (جس کا حوالہ کتاب 02 کے تحت گزر چکا ہے) کی روایت کے مطابق چھ ماہ یا چالیس دن بعد بیعت کر لی تھی۔

یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بیعت کی تھی، لیکن مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے متن کے آخر کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ہی بیعت کر کے واپس آ گئے تھے!

---

[75] ابن مقلن ، عمر بن علی ، مختصر استدراک الحافظ الذهبی علی مستدرک ابی عبدالله الحاکم ، دار العاصمة ، الریاض، ١٤١١ھ ، ص ١٥٩٩-١٦٠١، رقم : ٥٩٣

اب ادھر سوال ہے کہ جب سیدہ کائنات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیعت کر کے واپس آ گئے تھے تو پھر اختلاف ہی کیا رہ گیا تھا؟

یہاں ایک اور سوال ہے کہ صحیح بخاری اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں اس قدر تضاد کیوں ہے؟اس روایت میں صرف دھمکی کے کلمات ہیں، نہ کہ گھر کو جلا دینے کے۔اس طرح کے الفاظ تو رسول ﷺ سے بھی ثابت ہیں جب انھوں نے فرمایا کہ تم لوگ مسجد میں ضرور حاضر ہوا کرو ورنہ میں تمہارے گھروں میں آگ لگا دوں گا۔

حدثنا عبد الله بن يوسف قال أخبرنا مالك عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال والذي نفسي بيده لقد هممت أن آمر بحطب فيحطب ثم آمر بالصلاة فيؤذن لها ثم آمر رجلا فيؤم الناس ثم أخالف إلى رجال فأحرق عليهم بيوتهم والذي نفسي بيده لو يعلم أحدهم أنه يجد عرقا سمينا أو مرماتين حسنتين لشهد العشاء[76]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں۔ پھر نماز کے لیے کہوں،اس کے لیے اذان دی جائے پھر کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کرے اور میں ان لوگوں کی طرف جاؤں (جو نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے) پھر انہیں ان کے گھروں سمیت جلا دوں۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر یہ جماعت میں نہ شریک ہونے والے لوگ اتنی بات

---

[76] صحیح بخاری ، کتاب الاذان ، باب وجوب الصلوة الجماعة ، ص۱۱۰-۱۰۹ رقم : ۶۴۴

جان لیں کہ انہیں مسجد میں ایک اچھے قسم کی گوشت والی ہڈی مل جائے گی یا دو عمدہ کھر ہی مل جائیں گے تو یہ عشاء کی جماعت کے لیے مسجد میں ضرور حاضر ہو جائیں۔

شیخ الطائفہ شیخ طوسی "تہذیب الاحکام" میں بیان کرتے ہیں

"وعنه عن النضرعن ابن سنان عن أبي عبد الله عليه السلام قال سمعته يقول: ان اناسا كانوا على عهد رسول الله صلى الله عليه و آله ابطئوا عن الصلاة فيالمسجد فقال رسول الله صلى الله عليه و آله: ليوشك قوم يدعون الصلاةفي المسجد أن نأمر بحطب فيوضع على أبوابهم فتوقدعليهم نار فتحرق عليهم بيوتهم."[77]

ابن سنان سے روایت ہے میں نے ابو عبداللہ (جعفر الصادق) علیہ السلام کو یہ فرماتے سنا: کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مسجد آکر نماز پڑھنے سے سستی و کاہلی برتتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے لوگوں کو نماز کے لئے مسجد میں بلایا جائے ہم ان کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیں پھر ان کے دروازوں پر رکھا جائے اور اس میں آگ لگائی جائے پھر ان کے گھروں کو جلادیا جائے۔

اب اس سے یہ مطلب کون لے سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے واقعی ان کے گھروں میں آگ لگادی؟ اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی جمعیت کی اہمیت دلانے کی خاطر ایسا کہہ رہے تھے کیونکہ انھوں نے پہلے فرمادیا تھا کہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ان کے بعد آپ سے بڑھ کر ہمیں کوئی محبوب نہیں۔

---

77 شيخ الطائفة ،محمد بن حسن ، طوسی ، تهذيب الاحكام ، باب فضل الجماعة ،دار الكتب الاسلامية ، تهران ، ج٣ ، ص٢٥، رقم :٨٤

سوال ہے کہ کیا واقعی میں انھوں نے گھر جلا دیا تھا؟اس کے برعکس اس روایت میں گھر جلانے والے واقعہ کی مذمت ہو رہی ہے! کیونکہ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کرلی تھی جیسا کہ روایت کے آخر میں مذکور ہے، تو پھر گھر جلانے کی کیا بات رہ گئی تھی؟ گھر جلانے کی وجہ تو یہ تھی کہ انھوں نے بیعت نہیں کی معترضین اپنی ناکامی پر نادم ضرور ہوں گے۔

مزید یہ کہ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ اسلم العدوی کی یہ روایت باعتبار سند مرسل ہے ۔ لہذا اس روایت سے استدلال کسی صورت جائز نہیں۔ کیونکہ مرسل روایت میں اتصال سند کی شرط نہیں پائی جاتی۔ جو کہ مقبول روایت کی شرائط میں سے پہلی اور بنیادی شرط ہے۔ علم حدیث کے ماہرین (سنی، شیعہ) اس اصول کو بخوبی جانتے ہیں۔

اب اگر معترضین اسلم العدوی کی روایت کو مرسل ہونے کے باوجود کسی نہ کسی طرح قبول کرنے پر بضد ہیں اور ان کے نزدیک واقعی میں مراسیل مقبول ہیں تو آخر میں ہماری طرف سے الزامی جواب لیجیے۔

امام ابو بکر بیہقی نقل کرتے ہیں:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ حدثنا أبو عبد الله : محمد بن يعقوب الحافظ حدثنا محمد بن عبد الوهاب حدثنا عبدان بن عثمان العتكى بنيسابور حدثنا أبو ضمرة عن إسماعيل بن أبى خالد عن الشعبى قال: لما مرضت فاطمة رضى الله عنها أتاها أبو بكر الصديق رضى الله عنه فاستأذن عليها فقال على رضى الله عنه : يا فاطمة هذا أبو بكر يستأذن عليك فقالت : أتحب أن آذن له قال : نعم فأذنت له فدخل عليها يترضاها وقال : والله ما تركت الدار والمال والأهل والعشيرة إلا لابتغاء مرضاة الله ومرضاة رسوله ومرضاتكم أهل

البیت ثم ترضاها حتی رضیت. هذا مرسل حسن بإسناد صحیح.[78]
شعبی سے روایت ہے کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس جانے کے لیے اجازت طلب کی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فاطمہ! یہ ابو بکر ہیں۔ تمہارے پاس آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: انہیں اجازت دے دو۔ وہ ان کے پاس جا کر ان کی منت سماجت کرنے لگے۔ انھوں (سیدنا ابو بکرؓ) نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے اپنا گھر، مال اور اہل و عیال ترک کر دیا ہے۔ صرف اللہ اور اس کے رسول کی رضا مقصود ہے اور تم اہل بیت کی رضا چاہتا ہوں، پھر انہیں راضی کرنے لگے بالآخر وہ راضی ہو گئیں۔ (بیہقی نے کہا) یہ صحیح اسناد کے ساتھ مرسل حسن ہے۔

اس کی سند شعبی (تابعی) تک صحیح ہے۔ لیکن یہ مرسل ہے۔ بعض کے نزدیک شعبی کی مراسیل مقبول ہوتی ہیں تو کیا معترضین مان لیں گے؟ چنانچہ امام عجلی فرماتے ہیں:

"مرسل الشعبي صحيح، لا يرسل إلا صحيحا صحيحا"[79]
"شعبی کی مرسل صحیح ہے کہ وہ صحاح کے علاوہ ارسال نہیں کرتے"

امام ابوداود بیان فرماتے ہیں:

"قلت لأبي داود: مراسيل الشعبي أحب إليك أو مراسيل إبراهيم؟

---

78 البیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبری، کتاب قسم الفئ ء والغنیمة، باب بیان مصرف اربعة اخماس، دار الکتب العلمیة، بیروت، ج۷ص۴۹۱، رقم: ۱۲۷۳۵

79 العجلی، احمد بن عبداللہ، معرفة الثقات، مکتبة الدار، المدینة المنورة، ۱۴۰۵ھ، ج۲ ص ۴۳۶، رقم: ۲۳۲۱

قال: مراسیل الشعبي"[80]

" (ابو عبیدہ آجری کہتے ہیں) میں نے ابو داود سے کہا: آپ کو شعبی کی مراسیل زیادہ پسند ہیں یا ابراہیم کی مراسیل؟ فرمایا: شعبی کی مراسیل۔"

امام ذہبی بیان فرماتے ہیں:

"کمراسیل مجاهد، وإبراهيم، والشعبي. فهو مرسل جيد لا بأس به."[81]

" مجاہد، ابراہیم، شعبی، ان کی مراسیل جید ہیں ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

معترضین سے سوال ہے کہ کیا آپ شعبی کی مرسل (جس میں سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی رضامندی کا ذکر ہے) قبول کرلیں گے؟ ہرگز نہیں! اگر مرسل اور متصل روایات ایک جیسی حجت ہوتیں تو علماء طلب حدیث میں سماع کی زحمت نہ اٹھاتے۔ تو جب شعبی کی مرسل روایت مطلقا حجت نہیں تو اسلم العدوی کی مرسل روایت کیسے حجت ہو سکتی ہے۔ حالانکہ یہ روایت نزاع کے خاتمے سے متعلق ہے جس کو عقلاً قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اسلم العدوی کی روایت سے معترضین کا اخذ شدہ نتیجہ ایک معتبر شخصیت پر الزام و بہتان ہے جو کسی صورت حجت نہیں۔ کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی سے متعلق تاریخی حقائق (Established History) اس کی تائید نہیں کرتے۔

شعبی کی مرسل روایت میں اختلافات اتفاقات میں بدل رہے ہیں ناراضی

---

80 ابو داود ، سليمان بن اشعث ، سؤالات ابی عبيد الآجری ، مؤسسة الريان ،بيروت ، ١٤١٨ھ، ج١، ص٢١٩، رقم :٢٣٦

81 ذہبی ، محمد بن احمد ، الموقظة فی علم مصطلح الحديث ،دار البشائر الاسلامية ، بيروت ، ص٤٠-٣٩

رضامندی میں بدل رہی ہے اور اسلم العدوی کی مرسل روایت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے در دولت کو جلانے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ شعبی کی روایت تو کسی نہ کسی صورت میں مقبول ہو سکتی ہے کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ ملزم ہلکے سے عذر یا شبہ پر بری کر دیا جاتا ہے۔

اور شعبی کی روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن اس سے ناراضی رضامندی میں تبدیل ہو رہی ہے جس سے تمام تنازعات کا خاتمہ ہو رہا ہے اور معترضین اور مخالفین کی طرف سے لگائے جانے والے تمام تر الزامات باطل ثابت ہو رہے ہیں۔

لیکن اسلم کی روایت علم تاریخ کی روشنی میں بھی قابل احتجاج نہیں کیونکہ کسی بھی شخصیت سے متعلق تاریخ کا اصولی مقدمہ تاریخی حقائق کی روشنی میں اثبت ہے چند ایک روایات سے کسی بھی شخصیت کے کردار کو داغدار نہیں کیا جا سکتا۔اور اسلم العدوی کی روایت سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس پر کیچڑ اچھالا جا رہا ہے۔

یعنی یہ روایت اپنی ذات میں خبر واحد ہے اور اس سے جو نتیجہ اخذ کیا جا رہا ہے تاریخی حقائق اور علمی حقائق اس کا ساتھ نہیں دیتے۔ کسی بھی مورخ، سیرت نگار، محدث، اسماء الرجال کے ماہر عالم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قاتل نہیں کہا۔ جہاں مورخین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قاتل کو بلا اختلاف ذکر کر رہے ہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کو بغیر کسی اختلاف کے نقل کر رہے ہیں وہاں سیدہ کائنات رضی اللہ عنہ کے قاتل کو بیان کرنے میں کیا چیز مانع ہے۔ کیا تمام مورخین معاذاللہ بدنیت / منافق تھے اور من پسند پروگرام کے تحت اپنی مرضی کی روایات کتب میں درج کرتے رہے؟ ایسا نہیں ہے اخبار احاد کے بارے میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کو نقل کرنے یا کتاب میں درج کرنے کے اعتبار سے کسی مورخ کا ایک خاص ذہن ہو۔

لیکن تاریخی حقائق حدثنا یا اخبرنا کے محتاج نہیں ہوتے یعنی ان کو نہ تحقیق کر کے ثابت کیا جاتا ہے اور نہ ہی علم کے زور پر منوایا جاتا ہے وہ اس قدر مشہور و معروف ہوتے ہیں کہ ہر ذی شعور ان سے واقف ہوتا ہے۔ تاریخی روایات پر غور کرنے کے عنوان سے " اصول و مبادی " کے باب میں اس پر سیر حاصل گفتگو ہم کر چکے ہیں۔

معترضین کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے مرسل روایت کی حجیت فقہاء کے نزدیک مطلقاً بھی نہیں ہے صرف فقہی مسائل میں گنجائش موجود ہے۔ لیکن یہ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بحث ہے کہ ان کی شخصیت کو داغدار کیا جارہاہے۔ اگر کسی پر الزام لگانا ہو یا کسی کی طرف اتنی بڑی بات منسوب کرنی ہو تو بہت ہی قوی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

اللہ عزوجل قرآن میں فرماتے ہیں:

يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلا تَجَسَّسُوا وَلا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ[82]

اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو، کیوں کہ بعض گمان تو گناہ ہیں، اور ٹٹول بھی نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی سے غیبت کیا کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو اس کو تو تم ناپسند کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔

اسلم العدوی کی روایت کو تقویت دینے کے لیے معترضین مزید کچھ مرویات پیش کرتے ہیں

82 الحجرات :۱۲

لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ وہ تمام تر روایات معلول ہیں یعنی ان میں کوئی نہ کوئی علت (خرابی) پائی جاتی ہے۔

یعنی ان روایات میں بھی باعتبار سند کوئی نہ کوئی ایسی علت موجود ہے جس کی وجہ سے وہ تمام تر روایات ناقابل احتجاج ہیں۔ معترضین اس طرح کی روایات پیش تو کر دیتے ہیں مگر ان روایات کی سند پر ہونے والے کلام کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے بعد میں ان کو شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اگر معترضین تعصبات کی عینک اتار کر علم و عقل کے مسلمات کی روشنی میں سنی منابع میں موجود احادیث کا مطالعہ کریں تو بہت سی غلط فہمیوں کو ازالہ ہو جائے گا۔

وہ تمام تر روایات جو کہ غیر مستند ہیں عربی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ درجہ ذیل ہیں:

پہلی روایت:

حدثنا ابن حميد قال حدثنا جرير عن مغيرة عن زياد بن كليب قال أتى عمر بن الخطاب منزل علي وفيه طلحة والزبير ورجال من المهاجرين فقال والله لأحرقن عليكم أو لتخرجن إلى البيعة فخرج عليه الزبير مصلتا السيف فعثر فسقط السيف من يده فوثبوا عليه فأخذوه.[83]

زیاد بن کلیب سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے وہاں سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما اور بعض دوسرے مہاجرین بھی موجود تھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا چل کر

83 الطبری ، محمد بن جریر ، تاریخ الطبری ، دار المعارف ، مصر ، ۱۳۸۷ھ، ج۳، ص ۲۰۲

بیعت کرو ورنہ میں اس گھر میں آگ لگا کر تم سب کو جلا دوں گا۔ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ تلوار نکال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر بڑھے مگر فرش میں پاؤں الجھ جانے کی وجہ سے گرے اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی، تب اور لوگوں نے فوراً سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر کے انہیں قابو کر لیا۔

یہ روایت غیر مستند اور ناقابل احتجاج ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے جو جمہور محدثین کے نزدیک مجروح ہے حتی کہ اس کو کذاب تک کہا گیا ہے یہ ایک غیر معتمد شخص ہے۔ آئمہ محدثین کی ایک جماعت نے اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کے حوالے سے کئی ایک اہل علم کے اقوال نقل کیے ہیں۔

علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں:

" الحافظ. عن يعقوب القمى، وابن المبارك من بحور العلم وهو ضعيف. قال يعقوب بن شيبة: كثير المناكير. وقال البخاري: فيه نظر. وكذبه أبو زرعة. وقال فضلك الرازي: عندي عن ابن حميد خمسون ألف حديث، ولا أحدث عنه بحرف. وروى محمد بن شاذان عن إسحاق الكوسج، قال: قرأ علينا ابن حميد كتاب المغازى عن سلمة الابرش، فقضى أني صرت إلى علي بن مهران فرأيته يقرأ كتاب المغازى عن سلمة، فقلت له: قرأه عليه ابن حميد يعني عن سلمة فتعجب علي وقال: سمعه محمد بن حميد مني وعن الكوسج. قال: أشهد أنه كذاب. وقال صالح جزرة: كنا نتهم ابن حميد في كل شئ يحدثنا ما رأيت أجرأ على الله منه، كان يأخذ أحاديث الناس فيقلب بعضه على بعض. وقال ابن خراش: حدثنا ابن حميد وكان والله يكذب. وجاء عن غير واحد أن ابن حميد كان يسرق الحديث. وقال النسائي: ليس بثقة. وقال صالح جزرة: ما

رأيت أحذق بالكذب من ابن حميد و من ابن الشاذ كوني. وقال أبو علي النيسابوري: قلت لابن خزيمة: لو أخذت الإسناد عن ابن حميد! فإن أحمد بن حنبل قد أحسن الثناء عليه! قال: إنه لم يعرفه، ولو عرفه كما عرفناهما أثنى عليه أصلا. وقال أبو أحمد العسال: سمعت فضلك الرازي يقول: دخلت على محمد بن حميد وهو يركب الأسانيد على المتون. قلت: ولم يكن يحفظ القرآن، فقد قال محمد بن جرير الطبري فيما صح له عنه، قال: قرأ علينا محمد بن حميد الرزي ليثبتوك أو يقتلوك أو يخرجوك. "[84]

"یہ حافظ الحدیث ہے۔ اس نے یعقوب قمی اور ابن مبارک سے روایات نقل کی ہیں یہ علم کے سمندروں میں سے ایک ہے لیکن ویسے یہ ضعیف ہے۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: اس نے بکثرت منکر روایات نقل کی ہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں: اس میں غور و فکر کی گنجائش ہے۔ امام ابوزرعہ نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔ فضلک رازی کہتے ہیں: میرے پاس ابن حمید کے حوالے سے پچاس ہزار احادیث منقول ہیں لیکن میں اُن میں سے ایک حرف بھی روایت نہیں کرتا۔ محمد بن شاذان نے اسحاق کو بج کا یہ بیان نقل کیا ہے: ابن حمید نے ہمارے سامنے کتاب المغازی سلمہ ابرش کے حوالے سے بیان کی تو اُس نے یہ فیصلہ دیا کہ میں علی بن مہران کے پاس گیا اور میں نے انہیں کتاب المغازی سلمہ کے حوالے سے روایت کرتے ہوئے سنا میں نے اُن سے کہا: کیا یہ کتاب ابن حمید نے پڑھی ہے (یعنی سلمہ کے حوالے سے نقل کی ہے) تو وہ مجھ پر حیران ہوئے اور بولے محمد بن حمید نے یہ مجھ سے سنی ہے

---

84 ذهبی ، محمد بن احمد ، میزان الاعتدال ،دار الکتب العلمیة ، بیروت ، ۱۴۱۶ھ، ج٦ص١٢٧، رقم : ٧٤٥٩

اور کو سچ سے سنی ہے۔ انھوں نے یہ کہا: میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ کذاب ہے۔" صالح جزرہ کہتے ہیں: ہم ابن حمید کو ہر اُس چیز کے حوالے سے متہم قرار دیتے ہیں جو وہ ہمیں حدیث بیان کرتا ہے میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو اللہ تعالی کے بارے میں اُس سے زیادہ جرات کرنے والا ہو وہ لوگوں کی احادیث حاصل کرتا تھا اور انہیں ایک دوسرے کے ساتھ تبدیل کر دیتا تھا۔ ابن خراش کہتے ہیں: ابن حمید نے ہمیں حدیث بیان کی اللہ کی قسم! وہ جھوٹ بولتا ہے۔ کئی حضرات کے حوالے سے یہ بات منقول ہے: ابن حمید حدیث میں چوری کیا کرتا تھا۔ امام نسائی کہتے ہیں: یہ ثقہ نہیں تھا۔ صالح جزرہ کہتے ہیں: میں نے ابن حمید اور ابن شاذ کونی سے زیادہ ماہر جھوٹا اور کوئی نہیں دیکھا۔ ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں: میں نے امام ابن خزیمہ سے کہا: اگر آپ ابن حمید سے بھی سند حاصل کر لیتے تو یہ مناسب ہوتا کیونکہ امام احمد بن حنبل نے اُس کی بڑی تعریف کی۔ تو انھوں نے جواب دیا: امام احمد بن حنبل اُس سے واقف نہیں تھے اگر وہ اُس سے اُسی طرح واقف ہوتے جس طرح ہم اُس سے واقف ہیں تو کبھی اُس کی تعریف نہ کرتے۔ ابو احمد عسال بیان کرتے ہیں: میں نے فضلک رازی کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے: میں محمد بن حمید کے پاس گیا وہ اُس اسانید کو متون پر چڑھا رہا تھا۔ (امام ذہبی فرماتے ہیں) میں یہ کہتا ہوں: یہ قرآن کا حافظ نہیں تھا کیونکہ محمد بن جریر نے جیسا کہ اُن کے حوالے سے مستند طور پر منقول ہے انھوں نے یہ کہا ہے محمد بن حمید رازی نے ہمارے سامنے پڑھا: ليثبتوك أو يقتلوك أو يخرجوك"

اور اسی سند میں مغیرہ بن مقسم ہیں جو کہ ثقہ حافظ ہیں مگر یہ مدلس راوی ہیں۔

"كان المغيرة يدلس وكنا لا نكتب عنه إلا ما قال حدثنا إبراهيم"[85]

" (محمد بن فضیل بیان کرتے ہیں کہ) یہ تدلیس کرتے تھے اس لیے ان کی صرف اس حدیث کو تحریر کیا جائے گا جس میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ ابراہیم نخعی نے ہمیں حدیث بیان کی ہے"

امام صلاح الدین العلائی[86] نے بھی مغیرہ بن مقسم کو مدلس کی فہرست میں شامل کیا ہے۔اسی طرح سبط ابن العجمی الشافعی[87] نے بھی مغیرہ بن مقسم کو مدلسین کی فہرست میں شمار کیا ہے۔

بعض اہل علم امام ابوداود کا قول نقل کرتے ہیں کہ امام ابو داود کے نزدیک مغیرہ بن مقسم مدلس نہیں ہیں۔

"قلت لأبي داود سمع مغيرة من مجاهد قال نعم وسمع من أبي وائل ومن أبي رزين ومغيرة لا يدلس سمع مغيرة من إبراهيم مائة وثمانين حديثا"[88]

"میں نے ابو داود سے کہا کہ مغیرہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے انھوں نے کہا کہ ہاں اور انھوں نے ابو وائل، ابو رزین اور مغیرہ سے سنا ہے اور وہ مدلس نہیں ہیں مغیرہ نے ابراہیم سے ایک سو اسی احادیث سنی ہیں

---

85 مزی ،جمال الدین، تہذیب الکمال ، مؤسسة الرسالة ، ۱۴۱۳ھ ، ص۳۹۹، رقم :۶۱۴۳ ؛ ذہبی ، میزان الاعتدال ، رقم : ۸۷۲۹

86 العلائی ، صلاح الدین بن خلیل ، جامع التحصیل فی احکام المراسیل ، عالم الکتب ،بیروت ، ۱۴۰۷ھ، ص۱۱۰

87 الشافعی ، سبط ابن العجمی ، التبیین لاسماء المدلسین ،دار الکتب العلمیة ، بیروت ، ۱۴۰۶ھ، ص ۵۶، رقم ۷۶

88 ابو داود ، سلیمان بن اشعث، سؤالات ابی عبید الآجری ، مکتبة الدار ،المکة المکرمة ، ۱۴۱۸ھ، ج۱ ، ص ۳۱۳، رقم :۵۱۹

"۔

عین ممکن ہے امام ابوداود مطلقا تدلیس کی نفی نہ کر رہے ہوں اور خاص راویوں سے تدلیس کے سلسلے میں مغیرہ کی طرف سے سماع کی تصریح کو وضاحت سے بیان کر رہے ہوں، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سبط ابن العجمی الشافعی کی کتاب " التبیین لاسماء المدلسین " کے فاضل محقق "الاستاذ یحیی شفیق " نے مغیرہ بن مقسم کے ترجمہ کے حاشیہ میں امام ابوداود کا قول نقل کیا ہے جس میں فاضل محقق نے تصریح کی ہے کہ امام ابوداود کے نزدیک بھی یہ مدلس راوی ہیں

"وقال ابوداود: کان یدلس "[89]

"اور ابوداود کہتے ہیں: یہ تدلیس کیا کرتے تھے"

ابن حجر عسقلانی نے مغیرہ بن مقسم کو " طبقات المدلسین " میں تیسرے طبقے میں ذکر کیا ہے۔[90] آئمہ محدثین کے نزدیک تیسرے طبقہ کے مدلس راوی کی روایت ناقابل احتجاج ہے۔ امام صلاح الدین العلائی نے اس قاعدے کو ایک مثال سے واضح کیا ہے۔[91] ابن حجر عسقلانی نے بھی امام صاحب کے اس قول کی تائید کی ہے۔ اور اس امر کی وضاحت کی ہے کہ مدلسین کی روایت اس وقت تک قبول نہیں کی جائے گی جب تو وہ اپنی روایت میں اس بات کی تصریح نہ فرمادیں کہ انہوں نے یہ روایت کس راوی سے سنی ہے۔ سماع کی تصریح کے

---

89 الشافعی ، سبط ابن العجمی ، التبیین لاسماء المدلسین ، ص ٥٦، رقم ٧٦

90 عسقلانی ، ابن حجر ، تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس ، مکتبة المنار ، عمان ، ١٤٠٣ھ، ص٤٦، رقم :١٠٧

91 العلائی ، صلاح الدین بن خلیل ، جامع التحصیل فی احکام المراسیل ،ص٩٩

بغیر مدلس کا معنعن مطلقاً ضعیف ہے۔

"الثالثة: من أكثر من التدليس فلم يحتج الائمة من أحاديثهم الا بما صرحوا فيه"[92]

"تیسرا طبقہ: حد سے زیادہ تدلیس کرنے والے راویان کی احادیث سماع کی تصریح کے بغیر آئمہ کے نزدیک حجت نہیں ہیں"

یہ روایت ایک اور دلیل سے بھی نا قابل احتجاج ہے۔ اس روایت کی سند میں آخری راوی زیاد بن کلیب التیمی ہے۔

امام ابن حبان کے نزدیک زیاد بن کلیب اتباع التابعین میں سے ہیں۔[93]

ابن حجر کے نزدیک یہ طبقہ ششم کے ثقہ راوی ہیں:

"زياد بن كليب الحنظلي أبو معشر الكوفي ثقة من السادسة"[94]

" زیاد بن کلیب چھٹے طبقے کے ثقہ راوی ہیں"

عاصم بن عبداللہ القریوتی کے نزدیک چھٹے طبقے کے راوی نے کسی ایک صحابی سے بھی ملاقات نہیں کی۔ انہوں نے ابن حجر کی کتاب **"تعریف اهل التقدیس"** کے آغاز میں کتاب کے

---

92 عسقلانی ، ابن حجر ، تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس ، ص١٣

93 ابن حبان ، الثقات ، اول کتاب اتباع التابعین ، دائرة المعارف العثمانیة ، حیدر آباد دکن ، ١٣٩٣ھ، ج٦، ٣٢٧، رقم :٧٩٤٨
زياد بن كليب أبو معشر النخعي من أهل الكوفة يروى عن الشعبي وإبراهيم النخعي روى عنه يونس بن عبيد وخالد الحذاء وشعبة وكان من الحفاظ المتقنين مات سنة سبع عشرة ومائة

94 عسقلانی ،ابن حجر ، تقریب التهذیب ، دار الرشید ، سوریا، ص٢٢٠ رقم : ٢٠٩٦

منہج پر بحث کرتے ہوئے اس قول کو بیان کیا ہے:

"**لم یثبت لهم لقاء احد من الصحابة، كابن جريج**"[95]

"اور ان کی کسی صحابی سے ملاقات ثابت نہیں ہے جیسا کہ ابن جریج"

محمد بن طاہر البرزنجی نے تاریخ طبری کی مرویات پر سیر حاصل علمی و تحقیقی کام کیا ہے۔اس روایت پر کلام کرتے ہوئے انھوں نے اس روایت کو معضل کہا ہے۔

وہ اپنی کتاب "**صحیح و ضعیف تاریخ الطبري**" میں اس روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**إسناده معضل وفي متنه نكارة**"[96]

" یہ روایت باعتبار سند معضل ہے اور اس کا متن منکر ہے"

دوسری روایت:

المدائني، عن مسلمة بن محارب، عن سليمان التيمي، وعن ابن عون أن أبا بكر أرسل إلى عليّ يريد البيعة، فلم يبايع. فجاء عمر، ومعه قبس فتلقته فاطمةُ على الباب، فقالت فاطمة: يا بن الخطاب، أتراك محرّقاً علي بابي؟ قال: نعم، وذلك أقوى فيما جاء به أبوك. وجاء علي، فبايع وقال: كنتُ عزمتُ أن لا أخرج من منزلي حتى

---

95 عسقلانی ، ابن حجر ، تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس ، ص۹

96 البرزنجی ، محمد بن طاہر ، کتاب صحیح وضعیف تاریخ الطبري ، ضعیف تاریخ أبي بكر الصديق رضي الله عنه ،دار ابن كثیر ، بیروت، ۱۴۲۸ھ، ج۸ص۱۵

أجمع القرآن.[97]

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ آکر بیعت کریں۔ انھوں نے بیعت نہ کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے گھر آئے اور ان کے ہاتھ میں ایک مشعل تھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے دروازے پر آئیں اور کہنے لگیں: اے ابن خطاب، کیا آپ میرے گھر کا دروازہ جلادیں گے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں، یہ اس سے زیادہ مضبوط طریقہ ہے جو آپ کے والد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے تھے۔ اتنے میں سیدنا علی رضی اللہ آگئے اور انھوں نے بیعت کرلی اور کہا: میرا تو ارادہ صرف یہ تھا کہ میں اس وقت تک گھر سے نہ نکلوں جب تک کہ قرآن جمع نہ کرلوں۔

پہلی بات یہ کہ اس کی سند میں مسلمہ بن محارب کی کوئی معتبر توثیق نہیں ہے۔ لہٰذا یہ مجہول ہیں۔ یعنی ان سے متعلق نہ ہی ان کے ثقہ ہونے کا قول ملتا ہے اور نہ ہی ان کے غیر ثقہ ہونے کا قول ملتا ہے۔ لہذا یہ بات اثبت ہے کہ یہ باعتبار عدالت مجہول الحال ہیں۔

"مسلمة بن محارب الزيادي الكوفي (مجهول حال)"[98]

"مسلمہ بن محارب الزیاد الکوفی مجہول الحال ہے"

مسلمہ بن محارب کے حالات نامعلوم ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کس درجے کے قابل اعتماد راوی ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسلمہ بن محارب کو مشہور ماہر جرح و تعدیل، ابن حبان

---

97 البلاذری، احمد بن یحیی، انساب الاشراف ، دار الفکر ، بیروت ، ۱۴۱۷ھ ج۱ ص ۵۸۶، رقم : ۱۱۸۴

98 المصنعی ، محمد بن احمد ، العنسی ، مصباح الأريب في تقريب الرواة الذين ليسوا في تقريب التهذيب ،مكتبة صنعاء الاثرية ،صنعاء، ۱۴۲۶ھ، ج، ۳ ،ص۲۸۵، رقم: ۲۶۹۷۷

نے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔

یہ ابن حبان کی ذاتی رائے ہو سکتی ہے لیکن ان کے علاوہ کسی اور ماہر جرح و تعدیل نے مسلمہ بن محارب کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ زیادہ معروف راوی نہیں تھے، جس کی وجہ سے ماہرین کو ان کے حالات کا زیادہ علم نہیں ہو سکا۔

امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں اور امام ابو حاتم نے الجرح والتعدیل میں فقط ان کا ذکر کیا ہے ان کی توثیق نہیں کی اور نہ ہی ان پر جرح کی ہے۔

لہذا ان وجوہ کی بناء پر یہ مجہول الحال ہی معلوم ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ اس میں سلیمان التیمی تابعی، عبداللہ بن عون تابعی اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔

ابن حجر فرماتے ہیں:

"وقال بن سعد توفي بالبصرة في ذي القعدة سنة ثلاث وأربعين ومائة وقال ابنه معتمر مات وهو بن ٩٧"[99]

"اور ابن سعد نے کہا: ان کی وفات ذوالقعدہ کے مہینہ میں بصرہ میں ۱۴۳ھ میں ہوئی، سلیمان کے بیٹے معتمر نے کہا کہ ان کی وفات ۹۷ برس کی عمر میں ہوئی"

اس اعتبار سے سلیمان التیمی کی ولادت ۴۶ھ میں ہوئی اور وفات ۱۴۳ھ میں ہوئی ان کی کل عمر ۹۷ برس ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات سن ۱۱ھ میں ہوئی، یعنی سلیمان سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے ۳۵ سال بعد پیدا ہوئے یعنی سلیمان التیمی اس واقعہ کے عینی شاہد

[99] عسقلانی، ابن حجر، التہذیب التہذیب، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۲۵، ج۳، ص ۳۸، رقم: ۳۰۱۴

نہیں ہیں اور عبداللہ بن عون ٦٦ ھ میں پیدا ہوئے یہ بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے تقریباً ٥٥ سال بعد پیدا ہوئے۔

ابن حجر بیان کرتے ہیں:

"قال عمرو بن علي وغير واحد: مولده سنة ٦٦"[100]

"عمرو بن علی اور ایک سے زائد لوگوں نے کہا کہ وہ سن ٦٦ ھ میں پیدا ہوئے"

لہذا یہ روایت سلیمان التیمی اور عبداللہ بن عون کی وجہ سے منقطع ہے اور منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے۔

تیسری روایت:

حدثنا محمد بن إسحاق بن محمد المخزومي المسيبي نا محمد بن فليح بن سليمان عن موسى بن عقبة عن ابن شهاب قال وغضب رجال من المهاجرين في بيعة أبي بكر رضي الله عنه منهم علي بن أبي طالب والزبير بن العوام رضي الله عنهما فدخلا بيت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعهما السلاح فجاءهما عمر رضي الله عنه في عصابة من المسلمين فيهم اسيد وسلمة بن سلامة بن وقش وهما من بني عبد الاشهل ويقال فيهم ثابت بن قيس بن الشماس أخو بني الحارث بن الخزرج فأخذ أحدهم سيف الزبير فضرب به الحجر حتى كسره[101]

100 عسقلانی ، ابن حجر ، التہذیب التہذیب ،ج۴ ص۵۹۷، رقم :٣٠٨٦

101 الشیبانی ،عبداللہ بن احمد، السنة ، بیعة ابی بکر رضی اللہ عنه ، دار ابن القیم، الریاض ، ١۴٠٦ھ، ج٢، ص ۵۵۴-۵۵۳، رقم : ١٢٩١

زہری بیان کرتے ہیں کہ کچھ مہاجرین سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے راضی نہ تھے ان میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے پس وہ دونوں ہتھیار سمیت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ آئے جن میں اسید، سلمہ بن سلامہ بن وقش بھی شامل تھے اور وہ دونوں بنو عبد الاشہل سے تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان میں ثابت بن قیس بن شماس بھی تھے جو بنو حارث بن خزرج کے بھائی تھے۔ پس ان میں سے ایک نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار پکڑی اور اس کو پتھر پر مارا جس سے وہ تلوار ٹوٹ گئی۔

یہ روایت امام زہری کی مرسل ہے اور امام زہری کی مراسیل آئمہ محدثین کے نزدیک مردود اور ناقابل احتجاج ہیں۔ امام ابو حاتم الرازی امام زہری کی مراسیل سے متعلق احمد بن سنان کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال أحمد بن سنان كان يحيى بن سعيد لا يرى إرسال الزهري وقتادة شيئا ويقول هو بمنزلة الريح"[102]

"احمد بن سنان روایت کرتے ہیں کہ امام یحیی بن سعید القطان زہری اور قتادہ کی مراسیل کو کچھ نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے تھے: ان کی مراسیل ہوا کی طرح ہیں۔"

مزید یحیی بن معین کا قول نقل کرتے ہیں:

[102] الرازی ، عبدالرحمن بن ابی حاتم ، المراسیل ، باب ما ذکر في الأسانید المرسلة أنها لا تثبت بها الحجة، ج١ ص ٣

''عن يحيى بن معين قال مراسيل الزهري ليس بشيء''[103]

'' زہری کی مراسیل کچھ چیز نہیں ہیں''

امام ابن عساکر ایک طویل سند سے امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں:

''ثنا أحمد بن أبي شريح الرازي قال سمعت الشافعي يقول: يقولون نحابي ولو حابينا لحابينا الزهري وإرسال الزهري ليس بشئ وذاك إنا نجده يروي عن سليمان بن أرقم''[104]

''احمد بن ابی شریح بیان کرتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگ کہتے ہیں کہ ہم طرف داری کرتے ہیں، اگر ہمیں کسی کی طرف داری کرنی ہوتی تو ہم زہری کی طرف داری کرتے، لیکن زہری کا ارسال کچھ نہیں ہے، کیونکہ ہم انہیں سلیمان بن ارقم (متروک) سے بھی روایت کرتا پاتے ہیں''

امام ابن عساکر نے مزید اہل علم کی آرا نقل کی ہیں جس میں امام زہری کی مراسیل پر اہل علم نے نقد کیا ہے۔[105]

علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں:

''قلت: مراسيل الزهري كالمعضل، لانه يكون قد سقط منه اثنان، ولا يسوغ أن نظن به أنه أسقط الصحابي فقط، ولو كان عنده عن صحابي لاوضحه ولما عجز عن وصله، ولو أنه يقول: عن بعض

---

103 ایضا ؛ عسقلانی ، ابن حجر ، تہذیب التہذیب ، دار الکتب العلمیه ، بیروت، ۱۴۲۵ھ، ج ٦ ، ص ۵۲-۵۱، رقم : ۷۳۴۲

104 ابن عساکر ،ابو القاسم علی بن حسن ، تاریخ مدینه دمشق ، دار الفکر ،بیروت ، ۱۴۱۸ھ ، ج۵۵،ص ۳٦۸

105 ایضا، ص ۳٦۹

أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، ومن عد مرسل الزهري كمرسل سعيد بن المسيب وعروة بن الزبير ونحوهما فإنه لم يدر مايقول: نعم مرسله كمرسل قتادة ونحوه.‘‘[106]

’’میں کہتاہوں کہ زہری کی مراسیل معضل روایت کی طرح ہیں کیونکہ اس میں انھوں نے دو راویوں کو سقط کیا ہو گا، اور یہ جائز نہیں کہ ہم یہ خیال کریں کہ انھوں نے صرف صحابی کا نام ہی سقط کیا ہو گا۔ اگر زہری نے کوئی روایت براہ راست کسی صحابی سے روایت کی ہوتی تو وہ اسے بیان کر دیتے اور اس روایت کو متصل بنانے سے عاجز نہ ہوتے اگرچہ انھوں نے **عن بعض اصحاب النبی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کہا ہوتا۔ جو بھی زہری کی مرسل کو سعید بن المسیب اور عروہ بن الزبیر جیسے کبار تابعین کی مرسل کے برابر گنتا ہے تو اس کو خود نہیں پتہ کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ہاں البتہ زہری کی مرسل قتادہ (جیسے صغار تابعین کے) جیسی ہے۔‘‘

خلاصہ کلام:

تمام تر دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے بیت اطہر کو جلا دینے کی دھمکی والی روایت غیر مستند ہے اس سے کسی صورت استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ روایت کے آخر میں گھر میں موجود تمام افراد کی بیعت کا ذکر ہے۔ اگر بیعت ہو گئی تھی تو پھر اختلاف بھی رفع ہو گیا۔ اس روایت سے سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی شہادت پر مبنی تمام اخبار کے باطل

[106] ذہبی ، محمد بن احمد بن عثمان سیر اعلام النبلاء، مؤسسة الرسالة ، بیروت ، ۱۴۱۷ھ ، باب ،اخبار الزہری ج ۵، ص ۳۳۹

ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ مزید عرض ہے کہ تاریخی طور پر یہ بات اثبت ہے کہ وقتی طور پر سقیفہ بنی ساعدہ میں نزاع ہوا تھا لیکن اس نزاع میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کے ساتھ زور آزمائی نہیں کی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایسا کرتے۔

پھر حیران کن بات یہ ہے کہ اس وقت انصار کہاں تھے اور باقی تمام صحابہ کرام کہاں تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ بنت رسول ﷺ کو دھمکایا اور گھر کو جلا دینے کی بات کی اور مزید یہ کہ ان پر دروازہ گرادیا اور ان کے بیٹے کو مار ڈالا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی روکنے والا نہیں۔ کمال ہے۔ جہاں حق مہر کی رقم کے سلسلے میں ایک عورت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ٹوک رہی ہے۔ اس ماحول میں سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کو دھمکانے پر اور قتل کر دینے پر اس قدر ایک جم غفیر کا کف لسان اسی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اس دھمکی والی بات اور احراق باب زہرا میں ذرا حقیقت نہیں۔

کتاب 05

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 05 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[107]

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي حدثنا عبد الله بن محمد بن سالم القزاز حدثنا حسين بن زيد بن علي عن علي بن عمر بن علي عن جعفر بن محمد عن أبيه عن علي بن الحسين عن الحسين بن علي رضي الله عنه عن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم لفاطمة رضي الله عنها: إن الله يغضب لغضبك ويرضى

---

107 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا ص ۱۴-۱۳

لرضاك.[108]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک اللہ تعالی آپ کے غضبناک ہونے سے غضبناک ہوتا ہے اور آپ کے خوش ہونے سے اللہ تعالی خوش ہوتا ہے"

یہ روایت سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا سے متعلق ہر خاص و عام کو خبردار کررہی ہے کہ سیدہ کائنات سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے متعلق ہمارا رویہ درست ہونا چاہیے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر ہیں۔آپ کی رضا اللہ تعالی کی رضا ہے۔اور آپ کی ناراضی اللہ تعالی کی ناراضی ہے لہذا سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے محتاط رہنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کیونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا میں اللہ تعالی کی رضا ہے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی میں اللہ تعالی کی ناراضی ہے۔

اہم نوٹ:

یہاں ایک بات کی وضاحت کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کو راضی کرنا توحید کے منافی نہیں یعنی اس کا یہ مطلب نہیں کہ اعمال کا اجر و ثواب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے در سے ملے گا بعض اوقات مجازاً یہ الفاظ کہہ دیے جاتے ہیں کہ جناب سیدہ آپ سے راضی ہوں۔

اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ان سے ہم کسی اجر کا سوال کررہے ہیں بلکہ اس طرح کے الفاظ فقط ان کی شفاعت کے حوالے سے کہے جاتے ہیں۔اگر اجر کو مجازاً سیدہ فاطمہ

---

108 الطبرانی ،سلیمان بن احمد ، المعجم الکبیر، وما اسند علی ابن ابی طالب رضی الله عنه ، مکتبة ابن تیمیة ، القاهرة ، ج١، ص ١٠٨، رقم : ١٨٢

رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کر دیا جائے تو میرا احساس یہ ہے کہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا اس سے ضرور خوش ہوں گی جب کوئی ان کا محب نماز پڑھے گا ان کی تعلیمات پر عمل کرے گا۔ان کے بابا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہی ہر بات مانے گا۔

ہم عام طور پر والدین کو راضی کرنے کی بھی بات کر جاتے ہیں وہاں کسی کو شرک نظر نہیں آتا بس محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کرنے کی بات کی جائے تو نواصب کو پریشانی لاحق ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ اپنے اپنے ذوق کی بات ہے اصلاً تو یہ اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے کہ صرف اسی کو راضی کیا جائے۔

لیکن یہ اس کے منافی بھی نہیں کہ ہم اس کے مقرب بندوں کی رضا کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کو راضی کرنا در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو راضی کرنا ہے۔ مزید یہ کہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کو راضی کرنے کا مطلب فقط ان سے محبت کا اظہار اور ان کا بے انتہا ادب و احترام کرنا ہے سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا سے متعلق نازیبا گفتگو کسی صورت قابل قبول نہیں۔

آج کل جس قدر نواصب سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کو عام سی مستور خیال کرتے ہیں اور ان سے متعلق نہ جانے کیا کچھ کہتے رہتے ہیں یہ حدیث ان کی اصلاح کے لیے کافی ہے۔

شہنشاہ حسین نقوی صاحب کی خدمت میں گزارش:

نقوی صاحب نے اپنی کتاب "مصائب فاطمہ" میں اس روایت کو نقل کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ سیدہ کائنات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چونکہ بعض اصحاب سے ناراض تھیں اسی لیے اس حدیث کی رو سے اللہ تعالیٰ بھی ان اصحاب سے ناراض ہے۔

نقوی صاحب اور ان کے رفقاء بہت جلد یہ جان جائیں گے کہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی بعض اصحاب سے ناراضی ایک افسانہ ہے۔ ہم ان شاءاللہ تفصیل سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی سے متعلق سیر حاصل کلام کتاب 40 کے ذیل میں کریں گے۔

کتاب 06

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 06 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[109]

حدثنا أبو الزنباع روح بن الفرج المصري ثنا سعيد بن عفير حدثني علوان بن داود البجلي عن حميد بن عبد الرحمن بن حميد بن عبد الرحمن بن عوف عن صالح بن كيسان عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف عن أبيه قال دخلت على أبي بكر رضي الله عنه أعوده في مرضه الذي توفي فيه فسلمت عليه وسألته كيف أصبحت ؟ فاستوى جالسا فقلت : أصبحت بحمد الله بارئا فقال : أما إني على ما ترى وجع وجعلتم لي شغلا مع وجعي جعلت لكم عهدا من بعدي واخترت لكم خيركم في نفسي فكلكم ورم لذلك أنفه رجاء أن يكون الأمر له ورأيت الدنيا قد أقبلت ولما تقبل وهي جائية وستنجدون بيوتكم بسور الحرير ونضائد الديباج وتألمون ضجائع الصوف الأزدي كأن أحدكم على حسك السعدان ووالله لأن يقدم أحدكم فيضرب عنقه في غير حد خير له من أن يسيح في غمرة الدنيا ثم قال : أما إني لا آسي على شيء إلا على ثلاث فعلتهن وددت أني لم أفعلهن وثلاث لم أفعلهن وددت أني فعلتهن وثلاث وددت أني سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عنهن فأما الثلاث اللاتي وددت أني لم أفعلهن فوددت أني لم أكن كشفت بيت فاطمة

109 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۱۶-۱۵

وتركته وأن أغلق علي الحرب ووددت أني يوم سقيفة بني ساعدة كنت قذفت الأمر في عنق أحد الرجلين أبي عبيدة أو عمر فكان أمير المؤمنين وكنت وزيرا ووددت أني حيث كنت وجهت خالد بن الوليد إلى أهل الردة أقمت بذي القصة فإن ظفر المسلمون ظفروا وإلا كنت ردءا أو مددا وأما اللاتي وددت أني فعلتها فوددت أني يوم أتيت بالأشعث أسيرا ضربت عنقه فإنه يخيل إلي أنه لا يكون شر الإطار إليه ووددت أني يوم أتيت بالفجاة السلمى لم أكن أحرقه وقتلته سريحا أو أطلقته نجيحا ووددت أني حيث وجهت خالد بن الوليد إلى الشام وجهت عمر إلى العراق فأكون قد بسطت يدي يميني وشمالي في سبيل الله عز وجل وأما الثلاث اللاتي وددت أني سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عنهن فوددت أني كنت سألته هل للأنصار في هذا الأمر سبب؟ ووددت اني سألته عن العمة وبنت الأخ فإن في نفسي منهما حاجة[110]

---

110 الطبرانی ، احمد بن سلیمان ، المعجم الکبیر ، ومما اسند ابوبکر صدیق رضی الله عنه عن رسول الله ﷺ ، ج۱ ص ٦٢ رقم : ٤٣
المقدسی ، محمد بن عبدالواحد ، الاحادیث المختارة ، دار خضر ، بیروت ، ١٤٢٠ھ، ج١ ص ٨٨، رقم : ١٢
الطبری ، ابن جریر ، تاریخ طبری ، ذکر استخلافه عمر بن خطاب ، دار المعارف ، مصر ،١٣٨٧ھ، ج٣، ص ٤٣٠
الذہبی ، محمد بن احمد ، تاریخ الإسلام ووفيات المشاهیر والأعلام،ابوبکر صدیق ، دار الکتاب العربی ، القاهرة ، ج٣ ،ص ١١٨
الذہبی ، محمد بن احمد ، میزان الاعتدال ، دار الکتب العلمیة ، بیروت،١٤١٦ھ، ج٥ ، ص١٣٦-١٣٥، رقم : ٥٧٦٩
العقیلی ، محمد بن عمرو ، کتاب الضعفاء الکبیر ، دار الکتب العلمیة ، بیروت ، ١٤٠٤ھ ، ج٣ ،ص ٤١٩، رقم : ١٤٦١

حضرت حمید بن عبد الرحمن بن عوف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا ان کی عیادت کرنے کے لیے جس مرض میں آپ نے وصال پایا۔ میں نے آپ کو سلام کیا، میں نے پوچھا: آپ نے صبح کیسے کی ہے؟ آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے میں نے عرض کی: آپ نے اللہ کے فضل سے اچھی صبح کی ہے۔ آپ نے فرمایا: آپ میری بیماری دیکھ رہے ہیں! جبکہ تم نے میری بیماری کے باوجود مجھے کام دے دیا ہے اور میں نے اپنے بعد تم لوگوں کے لئے ایک عہد (یعنی وصیت) طے کیا ہے اور تمہارے لیے ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو میرے نزدیک تم سب سے بہتر ہے اگرچہ تم سب کو یہ ناگوار گزرے گا، اس شخص کو جو یہ امید رکھتا ہو کہ اسے حکومت مل جائے میں نے دیکھا کہ دنیا آرہی ہے اور جب وہ آرہی ہے تو تم لوگوں نے ریشمی پردے اور دیباج کے بچھو نے استعمال کرنے شروع کر دیے ہیں۔ تم لوگوں کو اذربی اونی کپڑا تکلیف دہ لگتا ہے اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ سعدان (کانٹے دار جھاڑی) پر بیٹھا ہوا ہے۔ اللہ کی قسم کسی شخص کو کسی جرم کے بغیر آگے کر کے اس کی گردن اڑا دی جائے یہ اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ دنیا کے ناز و نعمت میں ڈوب جائے۔ تم لوگوں کو گمراہ کرنے والے پہلے لوگ ہو گے جو انہیں راستے سے ہٹا کر دائیں بائیں کر دو گے (یعنی دنیاوی نعمتوں میں مشغول کر دو گے)۔ مجھے کسی بھی چیز کے حوالے سے افسوس نہیں ہے۔ صرف تین باتوں کا افسوس ہے کہ میری یہ خواہش ہے کہ میں نے وہ تین

عسقلانی ، ابن حجر ، لسان المیزان ، مکتب المطبوعات الاسلامیة ، بیروت ، ۱۴۲۳ھ، ج۵، ص ۴۲۴-۴۲۳-۴۲۲، رقم : ۵۲۹۲

الہیثمی ،علی بن ابی بکر ، نور الدین ، مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، مکتبة القدسي، القاهرة ،۱۴۱۴ھ، ج۵، ص ۲۰۳-۲۰۲، رقم :۹۰۳۰

کام نہ کیے ہوتے میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے معاملے کو نہ چھیڑا ہوتا اور اسے اس کے حال پر رہنے دیتا خواہ اس کے لئے لڑائی کرنی پڑتی اور میری یہ خواہش ہے کہ سقیفہ (یعنی اپنے خلیفہ منتخب ہونے) کے دن میں نے حکومت کا معاملہ ابو عبیدہ یا عمر کی گردن میں ڈال دیا ہوتا وہ امیر ہوتا اور میں وزیر ہوتا اور میری یہ خواہش ہے کہ جب میں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتد ہونے والے لوگوں کی طرف بھیجا تھا تو مجھے خود ذوالقصہ کے مقام پر ٹھہر جانا چاہئے تھا، اگر مسلمان کامیاب ہو جاتے تو ٹھیک تھا ورنہ میں ان کی مدد کے لیے فوراً پہنچ جاتا۔ تین کام ایسے ہیں جو میں نے نہیں کیے اور میری آرزو ہے کہ میں نے وہ کر لیے ہوتے میری یہ خواہش ہے کہ جب اشعث کو قید کر کے لایا گیا تھا تو میں اس کی گردن اُڑا دیتا کیونکہ میرا یہ خیال ہے کہ وہ جس بھی شر کو دیکھے گا اس کی مدد ہی کرے گا۔ اور میری یہ بھی خواہش ہے کہ جب فجاءۃ کو لایا گیا تھا تو میں اسے جلاتا نہیں بلکہ یا تو عام طریقے کے مطابق قتل کر دیتا یا پھر اسے چھوڑ دیتا۔ اور میری یہ خواہش بھی ہے کہ جب میں نے خالد کو شام کی طرف بھیجا تھا تو عمر کو عراق کی طرف بھیج دیتا۔ یوں میں اپنے دائیں اور بائیں بازوؤں کو اللہ کی راہ میں پھیلا دیتا۔ تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں میری یہ خواہش ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے ان کے بارے میں دریافت کر لیا ہوتا۔ میری یہ خواہش ہے کہ میں نے نبی اکرم سے حکومت کے بارے میں دریافت کر لیا ہوتا تا کہ اس کے حوالے سے لوگوں کے درمیان اختلاف نہ ہوتا اور میری یہ خواہش بھی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ دریافت کیا ہوتا کہ کیا انصار کا حکومت میں کوئی حصہ ہوگا اور میری یہ خواہش بھی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے (میت کی) پھوپھی اور بھتیجی (کی وراثت کے) بارے

میں دریافت کیا ہوتا کیونکہ مجھے (اس کے حل) کی ضرورت پیش آئی تھی۔

کتاب 07

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 07 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[111]

أنا حميد أنا عثمان بن صالح، حدثني الليث بن سعد بن عبد الرحمن الفهمي، حدثني علوان، عن صالح بن كيسان، عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف، أن أباه عبد الرحمن بن عوف، دخل على أبي بكر الصديق رحمة الله عليه، في مرضه الذي قبض فيه، فرآه مفيقا، فقال عبد الرحمن: أصبحت، والحمد لله بارئا فقال له أبو بكر، أتراه؟ قال عبد الرحمن: نعم، قال: «إني على ذلك لشديد الوجع، ولما لقيت منكم يا معشر المهاجرين أشد علي من وجعي؛ لأني وليت أمركم خيركم في نفسي، وكلكم ورم من ذلك أنفه، يريد أن يكون الأمر دونه، ثم رأيتم الدنيا مقبلة، ولما تقبل وهي مقبلة، حتى تتخذوا ستور الحرير ونضائد الديباج وتألمون الاضطجاع على الصوف الأذربي كما يألم أحدكم اليوم أن ينام على شوك السعدان، والله لأن يقدم أحدكم؛ فتضرب عنقه في غير حد خير له من أن يخوض غمرة الدنيا، وأنتم أول ضال بالناس غدا، تصفونهم عن الطريق يمينا وشمالا، يا هادي الطريق، إنما هو الفجر أو البحر، قال عبد الرحمن، فقلت له: خفض عليك رحمك الله فإن هذا يهيضك على ما بك، إنما الناس في أمرك بين رجلين، إما رجل رأى ما رأيت فهو معك، وإما رجل خالفك، فهو يشير عليك برأيه، وصاحبك كما تحب، ولا نعلمك أردت إلا الخير، وإن كنت لصالحا مصلحا

---

111 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۱۸-۱۷

، فسكت ، ثم قال : مع أنك ، و الحمد لله ما تأسى على شيء من الدنيا ، فقال : أجل إني لا آسى من الدنيا إلا على ثلاث فعلتهن و وددت أني تركتهن ، وثلاث تركتهن و وددت أني فعلتهن ، وثلاث و وددت أني سألت عنهن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، أما اللاتي و وددت أني تركتهن ، فوددت أني لم أكن كشفت بيت فاطمة عن شيء ، وإن كانوا اقد أغلقوا على الحرب۔۔۔۔۔۔۔۔الخ[112]

یہ دونوں روایات ایک ہی راوی علوان بن داود بجلی کی وجہ سے غیر مستند اور نا قابل احتجاج ہیں۔ علامہ ذہبی اس کے ترجمہ میں بیان فرماتے ہیں:

"علوان بن داود البجلی ، مولى جرير بن عبدالله ، ويقال علوان بن صالح.قال البخاري : علوان بن داود ويقال ابن صالح منكر الحديث .وقال العقيلي : له حديث لا يتابع عليه ، ولا يعرف إلا به . وقال أبو سعيد بن يونس : منكر الحديث .العقيلي ، حدثنا يحيى بن أيوب العلاف ، حدثنا سعيد بن عفير ، حدثنا علوان ابن داود ، عن حميد بن عبدالرحمن بن حميد بن عبدالرحمن بن عوف ، عن صالح بن كيسان ، عن حميد بن عبدالرحمن ، عن أبيه"[113]

---

112 ابن زنجویه ، حميد بن مخلد بن قتيبة، كتاب الاموال ، باب : الحكم في رقاب أهل الذمة من الأسارى والسبي ، مركز الملك فيصل للبحوث والدراسات الإسلامية، السعودية،الرياض ، ١٤٠٦ھ ، ج١ ص ٣٠٥-٣٠٤-٣٠٣، رقم :٤٦٧
ترجمہ کے لیے سابقہ روایت ملاحظہ فرمائیں۔

113 الذهبی ، محمد بن احمد ، ميزان الاعتدال ، دار الكتب العلمية ،بيروت،١٤١٦ھ، ج٥ ، ص١٣٥، رقم : ٥٧٦٩؛
ابن الجوزی ، عبدالرحمن بن علی ، الضعفاء والمتروكين ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، ١٤٠٦ھ ، ج٢، ص ١٩٠ ، رقم : ٢٣٥٤
عسقلانی ، ابن حجر ، لسان الميزان ، مكتب المطبوعات الاسلامية ، بيروت ، ١٤٢٣ھ، ج٥، ص ٤٢٤-٤٢٣-٤٢٢، رقم : ٥٢٩٢

" علوان بن داود بجلی، یہ جریر بن عبد اللہ کا آزاد کردہ غلام ہے ایک قول کے مطابق اس کا نام علوان بن صالح ہے۔ امام بخاری کہتے: اس کا نام علوان بن داود اور ایک قول کے مطابق ابن صالح ہے یہ منکر الحدیث ہے۔ اور عقیلی کہتے ہیں: اس کے حوالے سے ایسی احادیث منقول ہیں جن کی متابعت نہیں کی گئی اور وہ روایات صرف اسی سے منقول ہیں۔ اور ابو سعید بن یونس کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ عقیلی نے اپنی سند سے اس روای کے حوالے سے اس کی سند کے ساتھ حمید بن عبد الرحمن کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ (آگے وہی روایت امام عقیلی نے نقل ہے جو **معجم الکبیر للطبرانی** میں منقول ہے)"

اس روایت کو کئی ایک محدثین نے علوان بن داود بجلی کے ترجمہ کے ذیل میں نقل کیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے حاشیہ میں ان کتب کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ان کتب میں یہ روایت اس راوی کی منکر روایت کے طور پر بطور مثال ذکر کی گئی ہے۔ معترضین فقط ان کتب میں یہ روایت پڑھ کر سادہ عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ اہلسنت منابع میں یہ روایت موجود ہے۔ حالانکہ یہ روایت ان کتب میں علوان بن داود کے ترجمہ کے ذیل میں نقل کی گئی ہے صرف یہ بتانے کے لیے کہ یہ کس قدر منکر روایات نقل کرتا تھا۔ ان میں سے ایک یہ روایت بھی ہے۔ یعنی علمائے اہلسنت اس روایت کو منکر روایات کے ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔ مزید یہ کہ امام ہیثمی نے بھی اس روایت کو " مجمع الزوائد " میں علوان بن داود کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔

"رواه الطبراني وفيه علوان بن داود البجلي وهو ضعيف وهذا الأثر

مما أنكر عليه"[114]

" اس روایت کو امام طبرانی نے نقل کیا ہے اور اس میں علوان بن داود بجلی ہے جو کہ ضعیف راوی ہے اور یہ اثر منکر ہے"

معترضین تاریخ ابن عساکر سے ایک روایت پیش کرتے ہیں جس کی سند میں علوان بن داود نہیں ہے لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ وہ روایت بھی باعتبار سند غیر مستند ہے۔

أخبرنا أبو البركات عبد الله بن محمد بن الفضل الفراوي وأم المؤيد نازيين المعروفة بجمعة بنت أبي حرب محمد بن الفضل بن أبي حرب قالا أنا أبو القاسم الفضل بن أبي حرب الجرجاني أنبأ أبو بكر أحمد بن الحسن نا أبو العباس أحمد بن يعقوب نا الحسن بن مكرم بن حسان البزار أبو علي ببغداد حدثني أبو الهيثم خالد بن القاسم قال حدثنا ليث بن سعد عن صالح بن كيسان عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف عن أبيه أنه دخل على أبي بكر الصديق يعوده في مرضه الذي---------الخ[115]

یہ روایت خالد بن قاسم المدائنی کی وجہ سے غیر مستند اور نا قابل احتجاج ہے کیونکہ خالد بن قاسم غیر معتمد راوی ہے۔ تمام محدثین، اسماء الرجال اور علل کے ماہرین علماء نے اسے متروک الحدیث کہا ہے۔ علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں:

"خالد بن القاسم المدائني، أبو الهيثم عن ليث بن سعد وغيره. قال مؤمل بن إهاب: سمعت يحيى بن حسان يقول: خالد المدائني يلزق أحاديث الليث إذا كان عن الزهري عن ابن عمر أدخل سالما،

---

114 الہیثمی ،علی بن ابی بکر ، نور الدین ، مجمع الزوائد و منبع الفوائد ، ج۵، ص ۲۰۳، رقم :۹۰۳۰

115 ابن عساکر ، علی بن حسین ، تاریخ مدینة دمشق ، عبد الله ويقال عتيق بن عثمان ، دار الفکر ، بیروت ، ۱۴۱۵ھ، ج۳۰،ص۴۱۷،رقم :۳۳۹۸

وإذا كان عن الزهري عن عائشة أدخل عروة فقلت له: اتق الله. قال: ويجئ أحد يعرف هذا ؟ وقال مجاهد بن موسى: أتيت خالدا المدائني فقال: أي شئ تريد ؟ قلت: حديث الليث عن يزيد بن أبى حبيب، فأعطانيه، فجعلت أكتب على الولاء، وكنا أربعة، فقالوا لى: انتخب فأبيت فكتبته، ثم أعطيته فجعل يقرأ ويسند لى فأقول: ليس ذا في الكتاب ! فقال: اكتب كما أقول لك. فقلت: جزاك الله خيرا، وظننت أنه تركها عمدا حتى تبينت بعد ذلك. وقال: عن محمد بن يحيى بن حبان بالكسر - فقلت: حبان فقال حبان وحبان واحد. وقال أحمد بن حنبل: لا أروى عن خالد المدائني شيئا. وقال البخاري: تركه على الناس. وقال ابن راهويه: كان كذابا. وقال الازدي: أجمعوا على تركه. قال يعقوب ابن شيبة: خالد المدائني صاحب حديث، متقن، متروك الحديث، كل أصحابنا مجمع على تركه سوى ابن المدينى، فإنه كان حسن الرأى فيه. قلت. نقل البخاري عن على أنه تركه أيضا، فقال: تركه على والناس. وقال الدارقطني: ضعيف."[116]

---

116 الذهبی ، محمد بن احمد ، میزان الاعتدال ، ج۲ ، ص۴۲۳-۴۲۲-۴۲۱، رقم ۲۴۵۴ :

البخاری ، محمد بن اسماعیل ، کتاب الضعفاء الصغیر ،دار المعرفة ، بیروت ، ۱۴۰۶ھ، ص ۴۳، رقم : ۱۰۴

عسقلانی ، ابن حجر ، لسان المیزان ، ج۳، ص ۳۳۵-۳۳۴-۳۳۳، رقم : ۲۸۹۱

ابن حنبل ، احمد ، کتاب العلل والمعرفة الرجال ، دا ر الخانی ، الریاض ، ۱۴۲۲ھ، ج۳، ص ۳۰۰، رقم : ۵۳۳۵

الاصبهانی ، احمد بن عبدالله ،ابو نعیم ، الضعفاء ، دار القلم ، دمشق ، ۱۴۳۱ھ، ص۷۵، رقم : ۵۶

العقیلی ، محمد بن عمرو ، کتاب الضعفاء الکبیر ،ج۲،ص۱۳، رقم : ۴۱۸

” خالد بن قاسم مدائنی، ابو الہیثم، انھوں نے لیث بن سعد اور دیگر حضرات سے روایات نقل کی ہیں۔ مؤمل بن اہاب نے یحیی بن سعید کا یہ قول نقل کیا ہے، خالد مدائنی نامی یہ راوی لیث کی روایات شامل کر دیا کرتا تھا جب وہ زہری کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر سے منقول ہوتی تھیں تو ان میں سالم کو داخل کر دیتا تھا اور جب وہ زہری کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہوتی تھیں تو درمیان میں عروہ کو داخل کر دیتا تھا۔ میں نے اسے کہا تم اللہ تعالی سے ڈرو تو وہ بولا کیا کوئی ایسا شخص آئے گا جو اس کو پہچان سکے (یعنی کسی کو کیا پتہ چلنا ہے) مجاہد بن موسیٰ کہتے ہیں۔ میں خالد مدائنی کے پاس آیا۔ اس نے دریافت کیا تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا لیث نے ابو یزید بن حبیب کے حوالے سے جو احادیث نقل کی ہیں وہ مجھے آپ عطا کر دیجئے۔ اس نے مجھے وہ دے دیں۔ میں نے انہیں تحریر کرنا شروع کیا ہم اس وقت چار آدمی تھے۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا تم ان میں سے انتخاب کرو۔ میں نے یہ بات نہیں مانی اور اس کو تحریر کر لیا پھر میں نے وہ تحریر اسے دے دی تو اس نے اسے پڑھنا شروع کیا اور اس کی سند بیان کرنا شروع کی تو میں نے کہا یہ روایت تو کتاب میں نہیں ہے تو وہ بولا تم اسی طرح تحریر کر لو جس طرح میں نے کہا ہے تو میں بولا اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ میرا یہ خیال ہے کہ اس نے جان بوجھ کر اسے ترک کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے بعد یہ بات واضح ہو گئی تو اس نے کہا یہ محمد بن یحیی بن حبان (زیر کے ساتھ) کے حوالے سے منقول ہے۔ میں نے اسے کہا لفظ حبان (زبر کے ساتھ) کا تلفظ یوں ہے تو وہ بولا حبان (زبر) اور حبان (زیر) (یعنی دونوں طرح کا تلفظ) ایک ہی ہے۔ امام

احمد بن حنبل کہتے ہیں: میں خالد مدائنی کے حوالے سے کوئی چیز روایت نہیں کرتا ہوں۔ امام بخاری فرماتے ہیں: علی بن مدینی اور دیگر حضرات نے اسے "متروک" قرار دیا ہے۔ ابن راہو یہ کہتے ہیں: یہ شخص جھوٹا ہے۔ شیخ ابوالفتح ازدی فرماتے ہیں: محدثین کا اسے ترک کرنے پر اتفاق ہے۔ یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: خالد مدائنی علم حدیث کا عالم تھا اور متقن تھا لیکن اس کو "متروک" قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے تمام محدثین کا اسے ترک کرنے پر اتفاق ہے صرف علی بن مدینی کی رائے مختلف ہے کیوں کہ ان کی رائے اس شخص کے بارے میں اچھی تھی۔ (امام ذہبی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں: امام بخاری نے علی بن مدینی کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ انھوں نے بھی اسے ترک کر دیا تھا۔ امام بخاری نے یہ کہا ہے علی بن مدینی اور دیگر حضرات نے اسے "متروک" قرار دیا ہے۔ امام دار قطنی کہتے ہیں: یہ شخص "ضعیف" ہے۔"

امام نسائی فرماتے ہیں:

"**خالد بن القاسم أبو الهيثم مدائني متروك الحديث**"[117]

"خالد بن قاسم متروک الحدیث ہے"

مندرجہ بالا اقوال سے یہ بات اثبت ہے کہ خالد بن قاسم مدائنی ضعیف اور متروک الحدیث ہے۔ لہذا تاریخ ابن عساکر کی روایت غیر مستند اور نا قابل احتجاج ہے۔

---

117 النسائی ، احمد بن شعیب ، الضعفاء والمتروکین، دارالواعی، حلب ، ١٣٩٦ھ ، ص٣٦، رقم : ١٧١

کتاب 08

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 08 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[118]

" دوسرا طعن واعتراض یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جناب سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کا مکان جلا دیا۔ اور آپ کے پہلوئے مبارک میں تلوار کا کچوکا دیا کہ اس کے صدمہ سے آپ کا حمل ساقط ہو گیا۔ یہ قصہ سراسر بہتان اور بدترین افتراء اور جھوٹ ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ اس لئے امامیہ حضرات کی اکثریت اس قصہ کی قائل ہی نہیں۔ اتنا کہتے ہیں کہ گھر جلانے کا ارادہ کیا تھا مگر وہ ارادہ عمل میں نہیں آسکا۔ حالانکہ قصد و ارادہ دل کی کیفیت ہے جس پر خدا کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔ اگر ان کی مراد یہ ہو کہ آپ نے زبانی طور پر ڈرایا دھمکایا اور کہا کہ میں اسکو جلا دوں گا تو یہ ڈراوا اور دھمکی بھی ان لوگوں کے لئے تھی جو جناب سیدہ کے مکان کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرتے، جو ہر خائن کا ملجا اور جائے پناہ تھا اور جسے انھوں نے حرم مکہ کا درجہ دے رکھا تھا، اور خلیفہ اول کی خلافت کے خلاف فساد انگیز مشورے کرتے اور منصوبے بناتے اور فتنہ و فساد بپا کرنے کی تدبیریں سوچتے خود جناب سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا ان کی نشست اور فساد انگیز حرکات سے شاکی اور نالاں تھیں۔ مگر حسن خلق کے سبب

---

118 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۲۱-۲۰-۱۹
نقوی صاحب نے اپنی کتاب " مصائب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا " میں شاہ صاحب کی کتاب کے فارسی نسخہ سے متعلقہ اقتباس نقل کیا ہمیں فارسی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا اس لیے قارئین کے لیے یہ اقتباس شاہ صاحب کی کتاب کے فارسی نسخہ کے اردو ترجمہ سے پیش کیا جا رہا ہے۔

کھلم کھلا ان کو اپنے یہاں آنے سے منع نہ کر سکتی تھیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان حالات کا علم ہوا اور حقیقت واقعہ سے آگاہی ہوئی تو آپ نے ان جمع ہونے والے فسادیوں سے کہا کہ اگر تم اپنی فساد انگیز حرکات سے باز نہ آئے تو گھر سمیت تم کو جلا دوں گا۔ جلانے کی دھمکی کی تخصیص ایک لطیف و باریک استنباط پر مبنی ہے جو آپ نے حضور اکرم ﷺ کے ارشاد مبارک سے فرمایا جس میں آپ ﷺ نے ان لوگوں کو جو نماز کی جماعت میں شریک نہیں ہوتے اور امام کی اقتدار نہیں کرتے تھے اسی قسم کی دھمکی دی تھی کہ اگر یہ لوگ ترک جماعت کرتے رہے اور اس سے باز نہ آئے تو میں ان کو مع ان کے گھروں کے جلا دوں گا۔"[119]

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے اس اقتباس کو اپنی کتاب میں درج تو کر دیا لیکن شاید انھوں نے اس اقتباس کو غور سے نہیں پڑھا، شاہ عبد العزیز صاحب تو اس روایت اور احراق باب زہرا کے واقعہ کی تردید فرما رہے ہیں۔

شہنشاہ حسین نقوی صاحب اور ان کے رفقاء کس قدر غیر ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہیں اس کا اندازہ قارئین کو اس اقتباس سے بخوبی ہو رہا ہو گا شاہ صاحب نے اس واقعہ کی تردید میں یہ بھی کہا کہ بعض امامی علماء بھی اس واقعہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس بات سے قارئین اندازہ لگائیں کہ شاہ صاحب کس قدر کثیر المطالعہ تھے۔

اور جہاں تک شاہ صاحب نے فرضی طور پر بات سمجھانے کے لیے دھمکی والی روایت کا دفاع کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فساد کو روکنے کے لیے ایسا

---

119 دہلوی، عبد العزیز، شاہ، تحفہ اثنا عشریہ، (مترجم: مولانا خلیل الرحمن نعمانی) دار الاشاعت، کراچی، ص ۵۶۸

کیا تو ہم اس کی تائید نہیں کرتے۔ جب یہ بات فی نفسہ باطل ہے تو مزید تاویلات کی کیا حاجت ہے۔

کتاب 09

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 09 کے تحت درج ذیل حوالہ دیا۔[120]

"قال وإن أبا بكر رضي الله عنه تفقد قوما تخلفوا عن بيعته عند علي كرم الله وجهه، فبعث إليهم عمر، فجاء فناداهم وهم في دار علي، فأبوا أن يخرجوا فدعا بالحطب وقال: والذي نفس عمر بيده. لتخرجن أو لاحرقنها على من فيها، فقيل له يا أبا حفص. إن فيها فاطمة؟ فقال وإن، فخرجوا فبايعوا إلا عليا فإنه زعم أنه قال: حلفت أن لا أخرج ولا أضع ثوبي على عاتقي حتى أجمع القرآن، فوقفت فاطمة رضي الله عنها على بابها، فقالت: لا عهد لي بقوم حضروا أسوأ محضر منكم، تركتم رسول الله صلى الله عليه وسلم جنازة بين أيدينا، وقطعتم أمركم بينكم، لم تستأمرونا، ولم تردوا لنا حقا. فأتى عمر أبا بكر، فقال له: ألا تأخذ هذا المتخلف عنك بالبيعة؟ فقال أبو بكر لقنفد وهو مولى له: اذهب فادع لي عليا، قال فذهب إلى علي فقال له: ما حاجتك؟ فقال يدعوك خليفة رسول الله، فقال علي: لسريع ما كذبتم على رسول الله. فرجع فأبلغ الرسالة، قال: فبكى أبو بكر طويلا. فقال عمر الثانية: لا تمهل هذا المتخلف عنك بالبيعة، فقال أبو بكر رضي الله عنه لقنفد: عد إليه، فقل له: خليفة رسول الله يدعوك لتبايع، فجاءه قنفد، فأدى ما أمر به، فرفع علي

120 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۲۶-۲۵-۲۴-۲۳-۲۲

صوته فقال سبحان الله ؟ لقد ادعى ما لبس له، فرجع قنفد، فأبلغ الرسالة، فبكى أبو بكر طويلا، ثم قام عمر، فمشى معه جماعة، حتى أتوا باب فاطمة، فدقوا الباب، فلما سمعت أصواتهم نادت بأعلى صوتها: يا أبت يا رسول الله، ماذا لقينا بعدك من ابن الخطاب وابن أبي قحافة، فلما سمع القوم صوتها وبكاءها، انصرفوا باكين، وكادت قلوبهم تنصدع، وأكبادهم تنفطر، وبقي عمر ومعه قوم، فأخرجوا عليا، فمضوا به إلى أبي بكر، فقالوا له: بايع، فقال: إن أنا لم أفعل فمه؟ قالوا: إذا والله الذي لا إله إلا هو نضرب عنقك، فقال: إذا تقتلون عبد الله وأخا رسوله، قال عمر: أما عبد الله فنعم، وأما أخو رسوله فلا، وأبو بكر ساكت لا يتكلم، فقال له عمر: ألا تأمر فيه بأمرك ؟ فقال: لا أكرهه على شئ ما كانت فاطمة إلى جنبه، فلحق علي بقبر رسول الله صلى الله عليه وسلم يصيح ويبكي، وينادي: يا بن أم إن القوم استضعفوني وكادوا يقتلونني. فقال عمر لابي بكر، رضي الله عنهما، انطلق بنا إلى فاطمة، فإنا قد أغضبناها، فانطلقا جميعا، فاستأذنا على فاطمة، فلم تأذن لهما، فأتيا عليا فكلماه، فأدخلهما عليها، فلما قعدا عندها، حولت وجهها إلى الحائط، فسلما عليها، فلم ترد عليهما السلام، فتكلم أبو بكر فقال: يا حبيبة رسول الله والله إن قرابة رسول الله أحب إلي من قرابتي، وإنك لاحب إلي من عائشة ابنتي، ولوددت يوم مات أبوك أني مت، ولا أبقى بعده، أفتراني أعرفك وأعرف فضلك وشرفك وأمنعك حقك وميراثك من رسول الله إلا أني سمعت أباك رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا نورث، ما تركنا فهو صدقة، فقالت: أرأيتكما إن حدثتكما حديثا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم تعرفانه وتفعلان به؟ قالا: نعم. فقالت: نشدتكما الله ألم تسمعا رسول الله يقول: رضا فاطمة من رضاي، وسخط فاطمة من سخطي، فمن أحب فاطمة

ابنتي فقد أحبني، ومن أرضى فاطمة فقد أرضاني، ومن أسخط فاطمة فقد أسخطني؟ قالا نعم سمعناه من رسول الله صلى الله عليه وسلم، قالت: فإني أشهد الله وملائكته أنكما أسخطتماني وما أرضيتماني، ولئن لقيت النبي لاشكونكما إليه، فقال أبو بكر أنا عائذ بالله تعالى مني سخطه وسخطك يا فاطمة، ثم انتحب أبو بكر يبكي، حتى كادت نفسه أن تزهق، وهي تقول: والله لادعون الله عليك في كل صلاة أصليها"[121]

"سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی بیعت کی مخالفت کرنے والے افراد کی موجودگی کا پتا لگا یا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف روانہ کیا۔ وہ افراد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں موجود تھے۔ اُس نے اُنھیں پکارا تو انھوں نے باہر نکلنے سے انکار کیا تو اس نے لکڑیاں منگوالیں اور کہنے لگا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ یہ قدرت میں میری جان ہے! تم لوگ نکلتے ہو یا میں اس گھر کو تم سمیت آگ لگا دوں۔ کسی نے کہا: اے ابا حفص! گھر میں تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اُس نے کہا، خواہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہوں! سوائے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے باقی افراد باہر نکل آئے اور اُنھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی کہ جب تک قرآن کی جمع آوری نہ کر لیں، اُس وقت تک گھر سے باہر نہیں نکلیں گے اور اپنے دوش پر عبانہ رکھیں گے۔ اتنے میں جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا دروازے کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: میں نے تم سے برے لوگ نہیں دیکھے، جو

---

[121] ابن قتيبة ، محمد بن مسلم ، دينوری ، الامامة والسياسة ، كيف كانت بيعة علي بن أبي طالب ، دار الاضواء ، بيروت ، ۱۴۱۰ھ ، ج۱ ، ص ۳۱-۳۰

اس بری طرح سے اکٹھے ہوئے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازے کو ہمارے سامنے رکھا ہے اور اپنے مابین خلافت کا فیصلہ کر ڈالا۔ ہم سے اس سلسلے میں مشورہ نہیں کیا اور ہمارے حق کو نظر انداز کر ڈالا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: تم بیعت کی مخالفت کرنے والے فرد (علی) سے بیعت کا مطالبہ نہیں کرو گے؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے نوکر قنفذ سے کہا: جاؤ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بھیجو۔ وہ گیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پیغام دیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا: تم لوگوں نے کتنی جلدی جھوٹ باندھ لیا۔ وہ پلٹا اور اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بات سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہنچادی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بہت گریہ کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پھر سے کہا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مہلت نہ دو۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قنفذ سے کہا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ نے آپ کو طلب کیا ہے کہ آپ آکے اُن کی بیعت کریں۔ جب قنفذ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا پیغام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پہنچایا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ باآواز بلند بولے: سبحان اللہ! سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ایسی چیز کا دعوی کر رہے ہیں جس کے وہ روادار نہیں۔ قنفذ پلٹ گیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بات سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہنچادی، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر رو پڑے۔ اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک گروہ کے ہمراہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر آکر دروازہ پیٹنے لگے۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُن کی آوازیں سنیں تو بلند آواز میں پکار اٹھیں: اے

میرے بابا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ کے بعد ہمیں خطاب کے بیٹے کے ہاتھوں کیا کچھ نہیں جھیلنا پڑا۔ اُس گروہ نے جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آہ و فریاد سنی تو یوں روتے ہوئے پلٹنے لگے کہ گویا اُن کے دل پھٹ پڑیں اور ان کے جگر پارہ پارہ ہو جائیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور کچھ افراد اپنی جگہوں پر کھڑے رہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گھر سے باہر لے آئے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور آپ سے بیعت کرنے کو کہا گیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: اگر بیعت نہ کروں تو؟؟ وہ بولے: اُس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں، ہم آپ کی گردن مار دیں گے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اُن سے بولے: اگر تم لوگ مجھے مار دو تو تم نے بندہ خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی کو قتل کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بولے: آپ کا بندہ خدا ہونے کو تو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن آپ کے برادر رسول ہونے کو ہم قبول نہیں کرتے۔ اس دوران سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: کیا آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے متعلق اپنے فیصلے کو عملی جامہ نہیں پہناؤ گے؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ بولے: جب تک فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس ہیں، میں انھیں بیعت کے لیے مجبور نہیں کروں گا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پیغمبر نیز یتیم کی قبر کی جانب گئے، جب کہ آپ گریہ کرتے ہوئے کہتے تھے: اے میرے ماں جائے، اس گروہ نے مجھے لاچار کر دیا اور اس کے افراد میرے قتل کے درپے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غضب کا باعث بنے، چلو ان کے پاس چلتے ہیں۔ وہ دونوں جب اُن کے در پر پہنچے اور ان کی اجازت

چاہی، آپ نے انھیں اجازت نہ دی۔ وہ دونوں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ انھیں گھر لے آئے۔ اور وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قریب بیٹھ گئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں سے رخ موڑ لیا اور دیوار کی جانب اپنا رخ کر دیا۔ انھوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کی محبوب بیٹی، مجھے رسول اللہ ﷺ کی قرابت اپنی قرابت سے زیادہ عزیز ہے اور آپ مجھے میری بیٹی عائشہ سے زیادہ پیاری ہیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر میں پیغمبر ﷺ کی حدیث تم دونوں سے بیان کروں، تو تمھاری کیا رائے ہو گی؟ آپ ﷺ فرماتے ہیں: فاطمہ جس سے راضی، اُس سے میں راضی، اُس کا غضب میرا غضب۔ جس کسی نے میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت کی، تحقیق اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اسے راضی کیا اُس نے مجھے راضی کیا، جس کسی نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا۔ وہ دونوں بولے: جی ہاں! ہم نے یہ تمام باتیں رسول اللہ ﷺ کی زبانی سنی ہیں۔ اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں: میں اللہ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے غضب ناک کیا اور مجھے راضی نہ کیا اور جب میں نبی ﷺ سے ملاقات کروں گی تو اُن سے تم دونوں کی شکایت کروں گی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں ہر نماز میں تم دونوں کو بددعا دوں گی۔"

یہ واقعہ فی نفسہ غیر مستند اور باطل ہے کیونکہ اس واقعہ کی سند بیان نہیں کی گئی، یہ واقعہ کس نے بیان کیا، کچھ پتا نہیں صاحب کتاب نے کس سے سن کر اس واقعہ کو کتاب میں درج

کیا۔اس کتاب میں اس کی تفصیل نہیں ہے۔

لہذا یہ واقعہ باطل ہے۔ تاریخ کی کسی کتاب میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت کا واقعہ معتبر سند سے موجود نہیں جہاں کہیں بھی اس طرح کی روایات مورخین نے نقل کی ہیں یا تو وہ بغیر سند کے منقول ہیں یا کذاب راویوں کی کرم نوازیاں ہیں کہ انھوں نے اپنی طرف سے اس طرح کے واقعات وضع کر کے عوام میں مشہور کر دیے۔

چونکہ تاریخ پر حدیث کی طرح نقد و جرح کے باب میں تحقیقی کام نہیں ہوا اسی لیے مورخین نے ہر قسم کی روایات کتب میں نقل کر دیں اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ کتاب میں کسی روایت کا نقل ہو جانا اس کی صحت کی دلیل ہے۔ صحت و عدم صحت کا معیار علم و عقل کے مسلمات ہیں۔

مزید یہ کہ یہ واقعہ کسی صورت اہل تسنن پر حجت نہیں کیونکہ یہ واقعہ جس کتاب (الامامۃ و السیاسۃ) میں درج ہے وہ کتاب اہل سنت منابع میں سے نہیں ہے۔اور نہ ہی یہ کتاب ابن قتیبہ دینوری کی ہے۔یہ کتاب ان کی طرف منسوب ہے۔

ان کی تصانیف کی فہرست میں اس کتاب کا نام درج نہیں ہے۔ کتاب المعارف جو ابن قتیبہ دینوری کی کتاب ہے اس کے مقدمہ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ الامامۃ والسیاسۃ کتاب ابن قتیبہ دینوری کی طرف منسوب ہے، یہ ابن قتیبہ کی تصنیف نہیں ہے۔

" بقي بعد هذا كتاب شاعت نسبته إلى ابن قتيبة، وليس له، وهو: كتاب الإمامة والسياسة. والأدلة على بطلان نسبة هذا الكتاب إلى ابن قتيبة كثيرة، منها: (۱) أن الذين ترجموا لابن قتيبة لم يذكروا هذا الكتاب بين ما ذكروه له. اللّٰهمّ إلا القاضي أبا عبد الله التوزي المعروف بابن الشباط. فقد نقل عنه في الفصل الثاني من

الباب الرابع والثلاثين من كتابه صلة السمط (٢) أن الكتاب يذكر أن مؤلفه كان بدمشق، وابن قتيبة لم يخرج من بغداد إلا إلى الدينور. (٣) أن الكتاب يروى عن أبى ليلى، وأبو ليلى كان قاضيا بالكوفة سنة) ١٤٨ هـ (أي قبل مولد ابن قتيبة بخمس وستين سنة. (٤) أن المؤلف نقل خبر فتح الأندلس عن امرأة شهدته. وفتح الأندلس كان قبل مولد ابن قتيبة بنحو مائة وعشرين سنة. (٥) أن مؤلف الكتاب يذكر فتح موسى بن نصير لمراكش، مع أن هذه المدينة شيدها يوسف بن تاشفين سلطان المرابطين سنة ٤٥٥هـ، وابن قتيبة توفى سنة (٢٧٦هـ) "[122]

"اب ایک کتاب کا تذکرہ باقی ہے، جس کی نسبت ابن قتیبہ کی طرف مشہور ہوئی ہے، مگر وہ ان کی تالیف نہیں۔ یہ کتاب الامامہ والسیاسہ، ابن قتیبہ کی طرف اس کتاب کی نسبت غلط ہونے کے ویسے تو بہت سے دلائل ہیں، ہم ان میں سے چند ایک کا یہاں تذکرہ کرتے ہیں: (ا) جن اہل علم نے ابن قتیبہ کے حالات زندگی تحریر کیے ہیں۔ انھوں نے ان کی تالیفات میں اس کتاب کو بیان نہیں کیا۔ سوائے قاضی ابو عبد اللہ التوزی المعروف بہ ابن الشباط کے۔ انھوں نے اپنی کتاب صلۃ السمط کے چونتیسویں باب کی فصل دوم میں یہ بات نقل کی ہے۔ (۲) یہ کتاب بیان کرتی ہے کہ اس کا مؤلف دمشق میں تھا۔ حالانکہ ابن قتیبہ بغداد سے باہر صرف الدینور کے لیے گئے۔ (۳) اس کتاب میں ابولیلیٰ سے روایت کی گئی ہے۔ جب کہ ابولیلی ۱۴۸ھ میں کوفہ کے قاضی تھے۔ یعنی ابن قتیبہ کی پیدائش سے ٦٥ سال پہلے۔ (۴) مؤلف نے اندلس فتح ہونے کی خبر ایک خاتون کے حوالے

---

122 ابن قتيبة ، محمد بن مسلم ، دينورى ، المعارف (ت، دكتور ثروت عكاشه) المقدمة ، الهيئة المصرية العامة للكتاب، القاهرة ، ١٩٩٢ء، ص٨٠

سے نقل کی ہے، جس نے اس فتح کا مشاہدہ کیا تھا۔ جب کہ فتح اندلس ابن قتیبہ کی پیدائش سے تقریباً ۱۲۰ سال پہلے ہوئی ہے۔(۵) کتاب کا مؤلف موسیٰ بن نصیر کا مراکش کو فتح کرنا بیان کرتا ہے۔ حالانکہ مراکش نامی شہر کو سلطان المرابطین نے ۴۵۵ھ میں تعمیر کروایا تھا جبکہ ابن قتیبہ نے ۲۷۶ھ میں وفات پائی ہے۔"

کتاب المعارف کے محقق" دکتور ثروت عکاشہ" کے دلائل سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ " الامامہ والسیاسہ" ابن قتیبہ دینوری کی کتاب نہیں ہے اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ اگر اس کتاب کو ابن قتیبہ کی کتاب مان لیا جائے تو کوئی حرج نہیں، اس کتاب میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت کا واقعہ بغیر سند کے منقول ہے۔

شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اس قدر الزام تراشی بے سند روایت سے ناقابل قبول ہے۔ کیونکہ کسی بھی شخصیت سے متعلق تاریخ کا اصولی مقدمہ فقط تاریخی حقائق کی روشنی میں ہی قائم کیا جائے گا۔ اخبار آحاد فقط ان تاریخی حقائق کی روشنی میں ہی قابل قبول ہیں۔

کسی شخص سے متعلق یہ کہنا کہ وہ فلاں کا قاتل ہے تو اس کے ثبوت کے لیے فقط اخبار آحاد سے استدلال کافی نہ ہوگا کیونکہ یہ ایک الزام ہے اور الزام آخری درجہ میں جب تک ثابت نہ ہو جائے ملزم مجرم نہیں بن سکتا اور سزا ملزم کو نہیں مجرم کو دی جاتی ہے۔

ہمارے نزدیک اور اکثر اہم علم کے نزدیک اخبار آحاد سے حاصل ہونے والا علم چونکہ ظنی ہے اس لیے ظن کی بنیاد پر کسی بھی شخص سے متعلق تاریخ کا اصولی مقدمہ قائم نہیں کیا جا سکتا، تاریخ کا ذوق رکھنے والے اور طالبان حق اس اصول کو بخوبی سمجھتے ہیں بعض اوقات بعض روایات کی روشنی میں کوئی رائے قائم کر لی جاتی ہے وہ رائے کسی عالم کی ذاتی

تحقیق ہو سکتی ہے۔ وہ تمام پر حجت نہیں۔

لیکن وہ رائے کسی صورت تاریخی مقدمات کا حصہ نہیں بن سکتی کیونکہ تاریخی مقدمات استدلال کے محتاج نہیں ہوتے وہ نقل تواتر کے محتاج ہوتے ہیں یعنی تاریخی مقدمات یا تاریخی حقائق کسی مورخ کی تحقیق نہیں ہوتی بلکہ وہ تواتر سے منتقل ہوتے ہیں یعنی ان واقعات یا روایات کو اس قدر درجہ شہرت حاصل ہوتی ہے کہ کوئی ذی شعور یا علم سے شغف رکھنے والا اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

الامامہ والسیاسہ میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے ایک تو وہ بے سند واقعہ ہے جو کسی پر حجت نہیں۔ اہل علم اس کو بخوبی جانتے اور سمجھتے ہیں اور اگر اس کی معتبر سند بیان بھی کر دی جائے تب بھی یہ واقعہ کسی شخص کی شخصیت کے بارے میں تاریخی اعتبار سے یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ فلاں شخص فلاں کا قاتل ہے اس کے لیے تاریخی حقائق کا ہونا ضروری ہے۔

چند ایک روایات سے کسی بھی شخصیت کے کردار کو داغدار کرنا علم کے باب میں کسی صورت جائز نہ ہوگا۔ کسی مورخ نے بھی شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قاتل نہیں کہا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت سے متعلق مورخین کے ہاں اختلاف موجود ہے۔ یعنی احراق باب زہرا کا واقعہ تاریخی حقائق میں سے نہیں ہے۔ القصہ مختصر یہ واقعہ ایک جھوٹ ہے اس کی تاریخی اعتبار سے کوئی حقیقت نہیں۔ اور یہ کتاب الامامہ والسیاسہ ابن قتیبہ کی کتاب نہیں ہے۔

کتاب10

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 10 کے تحت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" سے اسلم العدوی کی دھمکی والی روایت کا حوالہ پیش کیا۔[123]

أبو بكر: عن أسلم بإسناد صحيح على شرط الشيخين انه حين بويع لأبي بكر بعد رسول الله ﷺ كان علي و الزبير يدخلان على فاطمة بنت رسول الله، فيشاورونها، ويرتجعون في أمرهم بلغ عمر، الخطاب خرج حتى دخل على فاطمة: يا بنتَ رسول الله! والله ما مِنْ أحدٍ أحبَّ إلينا من أبيك، و ما مِنْ أحدٍ أحبَّ إلينا بعد أبيك مِنْكِ، وَ امُ الله ما ذاك بمانعي إن اجتمع هؤلاء النفر عندك أَنْ آمر أن يحرق عليهم البيت، أن يحرق عليهم البيت، قال :فلما خرج عمر جاؤوها ، فقالت : تعلمون ان عمر قد جاءنی و قد حلف بالله لئن عدتم ليحرقنّ عليكم البيت و ايم الله ليمضين لما حلف عليه، فانصرفوا، راشدين، فروا رأيكم، ولا ترجعوا إليّ، فانصرفوا عنها، فلم يرجعوا إليها حتى بايعوا الابى بكر[124]

اس روایت کی تردید ہم کتاب 03اور 04 کے تحت کر چکے ہیں قارئین وہاں اس روایت سے متعلق سیر حاصل تحقیق ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یہ روایت اسلم العدوی کی مرسل ہے اور

123 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص۲۹-۲۸-۲۷

124 دهلوى ، ولى الله ، شاه ، ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء ، دار القلم ، دمشق ، ۱۴۳۴ھ، ج۴، ص ۱۱۸

مرسل روایت تمام محدثین کے نزدیک ناقابل احتجاج ہے۔ کسی محدث یا محقق کا اپنی کتاب میں کسی روایت کو نقل کرنا اس کی صحت کی دلیل نہیں۔ کسی بھی روایت کو صحیح یا غیر صحیح قرار دینا ایک اجتہادی امر ہے کسی بھی محدث کی تحکیم سے دلائل کی بنیاد پر اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ لہذا شاہ صاحب کا اس روایت کو نقل کرنے سے پہلے اس روایت کو صحیح قرار دینا درست نہیں ہے۔ مزید سیر حاصل تحقیق کتاب 03 اور 04 کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب 11

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 11 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[125]

عَنْ عائشةَ أن فاطمةَ بنتَ رسولِ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم، سألتْ أَبا بكرٍ بعدوفاةِ رسولِ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم أَنْ يَقْسمَ لَها مِيراثَهَا ممّا تَرَكَ رسول اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم مما أفاءَ اللهُ، فقالَ لهَا أبو بكر: إن رسول اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم قال: لَا نُورثُ ما تركناهُ صدقةٌ، فغضبتْ فاطمةُ فهجرتْ أبَا بكرٍ، فلم تَزَلْ مهاجرةً له حتى تُوفِيتْ، وعاشتْ بعدَ رسولِ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم ستةَ أشهرٍ، وكانتْ فاطمةُ تسالُ أبَابكرٍ نصيبَهَا مِمّا ترَكَ رسولُ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم، من خيبَر وَفَدَكَ وصدقَتِه بِالمدينة، فَأَبَى أبُو بكرٍ ذلَك وقالَ: لسَتُ تاركًا شيئًا كان رسولُ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم يَعْمَلُ بِه إِلّا عَمِلتُهُ، فَإِنِّي أَخْشَى إِنْ تركتُ شيئًا من أمرِهِ أَنْ أَزِيغَ، فأمّا صَدَقَتُهُ بالمدينة فدفَعها عمرُ إِلَى علِي والعباسِ فغلبَ عليٌ عليهَا، وأما خيبرُ وفَدُكَ فَأَمْسَكَهُمَا عمرُ وقالَ: هما صدقةُ رَسولِ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم

125 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۳۱-۳۰

كَانَتَا لِحقوقِهِ التی تَعْرُوهُ وَنَوَائِبِهِ وَأَمْرهمَا إِلَى مَنْ وَلِيَ الأمرَ، فهمَا عَلَى ذلِكَ إلى اليومِ[126]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے وصال مبارک کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مال غنیمت میں سے نبی ﷺ کا جو ترکہ بنتا ہے، اس کی میراث تقسیم کر دیں، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہمارے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ان سے ناراض ہو گئیں اور ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور یہ سلسلہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک رہا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے بعد صرف چھ ماہ ہی زندہ رہیں۔ اصل میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ارض خیبر و فدک میں سے نبی ﷺ کے ترکہ کا مطالبہ کر رہی تھیں، نیز صدقات مدینہ میں سے بھی اپنا حصہ وصول کرنا چاہتی تھیں، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کچھ دینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ نبی ﷺ جس طرح جو کام کرتے تھے، میں اسے چھوڑ نہیں سکتا بلکہ اسی طرح عمل کروں گا جیسے نبی ﷺ فرماتے تھے، اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں نے نبی ﷺ کے کسی عمل اور طریقے کو چھوڑا تو میں بہک جاؤں گا۔ بعد میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صدقات مدینہ کا انتظام سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے کر دیا تھا، جس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ پر غالب آ گئے، جبکہ خیبر اور فدک کی زمینیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

---

126 سیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، جمع الجوامع، مسند عمر بن خطاب، الأزهر الشريف، القاهرة، ١٤٢٦ھ، ج ١٥، ص٥٦٨ رقم: ١٦٤٦/٢

نے خلاف کے زیر انتظام ہی رکھیں اور فرمایا کہ یہ نبی ﷺ کا صدقہ ہیں
اور اس کا مصرف پیش آمدہ حقوق اور مشکل حالات ہیں اور ان کی ذمہ داری
وہی سنبھالے گا جو خلیفہ ہو، یہی وجہ ہے کہ آج تک ان دونوں کی یہی
صورت حال ہے۔

اس روایت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراضی کا ذکر ہے۔ یہ روایت باعتبار سند صحیح روایت ہے لیکن اس روایت میں بعض الفاظ اصلاً روایت سے خارج ہیں۔ مزید اس روایت سے متعلق سیر حاصل گفتگو ان شاء اللہ کتاب 40 کے ذیل میں کی جائے گی قارئین اس روایت سے متعلق مدلل بحث وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

کتاب 12

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 12 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[127]

حدثنا محمد بن أحمد حدثنا محمد بن أيوب حدثنا أحمد بن عمرو البزار حدثنا أحمد بن يحيى حدثنا محمد بن نسير حدثنا عبد الله بن عمر عن زيد بن أسلم عن أبيه أن علياً والزبير كانا حين بويع لأبي بكر يدخلان على فاطمة فيشاورانها ويتراجعان في أمرهم فبلغ ذلك عمر، فدخل عليها عمر، فقال: يا بنت رسول الله والله ما كان من الخلق أحد أحب إلينا من أبيك وما أحد أحب إلينا بعده منك، ولقد بلغني أن هؤلاء النفر يدخلون عليك ولئن بلغني لأفعلن ولأفعلن. ثم خرج وجاءوها فقالت لهم: إن عمر قد جاءني وحلف لئن عدتم ليفعلن وايم الله ليفين بها، فانظروا في أمركم ولا ترجعوا إلي.

---

127 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ص ۳۴-۳۳-۳۲

فانصرفوا فلم يرجعوا حتى بايعوا لأبي بكر.[128]

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے اور اپنے امور کے سلسلے میں اُن سے مشاورت کی۔ اس بات کی خبر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے اور بولے اللہ کی قسم! آپ کے والد سے زیادہ محبوب ہمیں مخلوق میں سے کوئی فرد نہیں اور اُن کے بعد آپ سے زیادہ کوئی اور محبوب نہیں۔ مجھے خبر پہنچی ہے کہ یہ چند افراد آپ کے گھر آئے ہیں، اگر مجھے ان افراد کے آنے کی خبر ہوئی تو میں کچھ کر بیٹھوں گا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے۔ اُن کے بعد وہ افراد آئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُن سے کہا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تھے اور اُنھوں نے قسم کھائی کہ اگر تم لوگ دوبارہ آئے تو وہ کچھ کر بیٹھیں گے۔ اللہ کی قسم اور اپنی قسم پوری کریں گے۔ اب تم لوگ سوچ لو میرے پاس پلٹ کر نہ آنا۔ وہ افراد چلے گئے، دوبارہ پلٹ کر نہیں آئے، یہاں تک کہ اُنھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

نقوی صاحب نے اس روایت کا ترجمہ کرتے ہوئے متن میں موجود بعض الفاظ ”**لأفعلن ولأفعلن، ليفعلن**“ سے متعلق فرمایا:

”ليحرقن ليحرقن کی عبارت کو ہٹانے کے بعد ليفعلن ليفعلن لکھ

---

128 ابن عبدالبر، یوسف بن عبداللہ، الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، باب عبداللہ، عبداللہ بن ابی قحافة، أبو بکر الصدیق رضی اللہ عنهما، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۲ھج۳ص ۹۷۵

کر خیانت علمی کی گئی ہے۔"[129]

قارئین پر بخوبی واضح ہو چکا ہو گا کہ نقوی صاحب نے سنی منابع سے حوالہ جات نقل کر کے کس قدر علمی خیانت کا عملی ثبوت پیش کیا ہے، علمی خیانت کس نے کی ہے یہ قارئین پر واضح ہے۔ باقی اس روایت میں موجود ان الفاظ سے ہمیں کوئی سروکار نہیں جب اصلاً یہ روایت اسلم العدوی کی مرسل ہے تو گھر کو آگ لگا دینے کی بات ہو یا کچھ نہ کچھ کر دینے کی بات ہو۔ کسی صورت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

یہ روایت اسلم العدوی کی مرسل روایت ہے۔ ہم نے اس روایت کی تردید کسی کی اندھی محبت میں آکر نہیں کی بلکہ دلائل کے ساتھ فن رجال کی روشنی میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ یہ روایت فی نفسہ غیر مستند ہے۔

اس سے کسی صورت حجت نہیں پکڑی جا سکتی۔ قارئین الاستیعاب میں منقول اس روایت پر سیر حاصل گفتگو کتاب 03 اور 04 کے ذیل میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ یہاں مزید ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ معترضین کے حق میں کوئی بھی روایت جب مزید اسانید سے منقول ہو اور ان اسانید سے مروی متن میں بعض مقامات پر وہ مخصوص الفاظ نہ ہوں تو معترضین کہتے ہیں کہ یہ علمی خیانت ہے۔

حالانکہ اس طرح کی صورت حال کو راویان کا اختلاف کہا جاتا ہے، الاستیعاب میں موجود اس روایت کی سند باقی اسانید سے مختلف ہے لہذا ان الفاظ کا نقل نہ ہونا بلکہ کسی اور لفظ کا نقل ہو جانا راوی کا تفرد بھی ہو سکتا ہے، نقوی صاحب کو چاہیے کہ علم و عقل کے مسلمات کی روشنی میں روایات سے متعلق تحقیق کریں۔

---

129 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۳۴

اس روایت پر مزید غور کریں تو سند میں ایک نام جو کہ عبید اللہ بن عمر ہے الاستیعاب میں عبداللہ بن عمر ہے جو کہ تصحیف ہے اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ میں اس روایت کی سند کا آغاز محمد بن بشر سے ہو رہا ہے جبکہ الاستیعاب میں محمد بن بشر کا ذکر ہی نہیں ہے۔اسی طرح الاستیعاب میں یہ روایت باعتبار سند محمد بن احمد سے شروع ہو رہی ہے۔اس طرح راویوں کو مزید دیکھا جائے تو معترضین پر واضح ہو جائے گا کہ اسے علمی خیانت نہیں بلکہ راوی کا تفرد یا راویان کا باہمی اختلاف کہتے ہیں۔

کتاب 13

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 13 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[130]

"و إني لمّا رأيتها ذكرت ما يصنع بها بعدي كأني بها و قد دخل الذلّ بيتها و انتهكت حرمتها و غصب حقها و منعت إرثها و كسر جنبها و أسقطت جنينها و هي تنادي يا محمداه فلا تجاب و تستغيث فلا تغاث، فلا تزال بعدي محزونة مكروبة باكية فتذكر انقطاع الوحي من بيتها مرّة و تتذكّر فراقي أخرى۔۔۔۔۔۔۔۔فتقدم عليّ محزونة مكروبة مغمومة مغصوبة مقتولة؛يقول رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم عند ذلك: اللّهمّ العن من ظلمها و عاقب من غصبها و ذلّل من أذلّها و خلّد في نارك من ضرب جنبها حتّى ألقت ولدها فتقول الملائكة عند ذلك آمين"[131]

---

130 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا، ص ۳۷-۳۶-۳۵

131 الجوینی ، ابراہیم بن محمد ، ، فرائد السمطین ، الباب السابع، دار الحبیب ، قم ، ۱۴۲۸ھ ، ج۲، ص ۳۵ ، رقم : ۳۷۱

''جب میں اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتا ہوں مجھے اس پر ہونے والے مظالم یاد آتے ہیں جو میرے بعد اس پر ہوں گے۔ گویا میں اپنی بچی کے ساتھ ہوں اس مصیبت میں اور ذلیل لوگ اس کے گھر میں داخل ہوں گے اور میری بچی کی حرمت و احترام کو پارہ پارہ کیا جائے گا اور اس کا حق غصب کیا جائے گا، اسے میراث نہیں دی جائے گی اور اس کے پہلو کو شکستہ کیا جائے گا اور اس کے بچے کو ساقط کیا جائے گا اور یہ فریاد کرے گی، یا محمداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، پس کوئی جواب نہ دے گا، کوئی مدد نہیں کرے گا اور میرے بعد اس کا حزن و غم برقرار رہے گا اور کرب و مصیبت اور گریہ میں رہے گی اور اپنے گھر سے وحی کے منقطع ہونے کو یاد کرے گی ایک دفعہ اور دوسری دفعہ میری جدائی کو یاد کرے گی۔ پس وہ میرے پاس آئے گی حزن و رنجیدہ ہو کر، کرب و مصیبت میں مبتلا ہو کر غمگیں حالت میں، وراثت سے ترک شدہ اور مقتولہ کیفیت میں آئے گی۔ اُس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ لعنت بھیج اس پر جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ظلم کیا اور سخت سزا دے جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق غصب کیا اور اس کو ذلیل کیا اور جس نے احترام فاطمہ کو پارہ پارہ کیا اور ہمیشہ اسے جہنم میں رکھ جس نے زہرا کے پہلو پر ضربت ماری یہاں تک کہ ان کا بچہ ساقط ہو گیا۔ پس اس وقت ملائکہ نے آمین کہا۔''

یہ روایت اصلاً روافض کا وہ جھوٹ ہے جس کا ثبوت تاریخ میں نہیں ملتا، سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی شہادت کا واقعہ تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے۔ اس روایت پر غور کریں تو یہ بات

القمی ، محمد بن علي بن بابويه ، الامالی ، المجلس الرابع والعشرون، مركز الطباعة والنشر فی مؤسسة البعثة ، قم ، ۱۴۱۷ھ، ص ۱۲۵-۱۲۴، رقم : ۱۲۸

بالکل واضح ہے کہ یہ خالصتاً شیعہ روایت ہے۔

سنی منابع میں ایسی کوئی روایت نہیں، اس رویت کو نقل کرنے والے راویوں کی طرف رجوع کریں تو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ اس روایت کے تمام راوی امامی شیعہ ہیں۔ ان میں سے ایک راوی بھی اہل سنت رجال میں سے نہیں ہے۔ شیعہ رجال پر مشتمل کتب میں ان کا نام ملتا ہے۔ فرائد المسطین کے فاضل محقق " شیخ محمد باقر محمودی" نے اس روایت کی سند پر سیر حاصل کلام کیا ہے۔

علی بن احمد بن موسی الدقاق کے حوالے سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" الرجل ليس من مشايخ أبي المؤيّد الموفق بن أحمد بل هو من مشايخ ابن بابويه و قد حذف من الأصل الواسطة بين أبي المؤيّد و هذا الرجل."[132]

" یہ شخص ابو مؤید موفق بن احمد کے شیوخ میں سے نہیں ہے بلکہ یہ ابن بابویہ (شیخ صدوق) کے شیوخ میں سے ہے بالتحقیق یہ شخص اور ابو مؤید کے درمیان حقیقی سند سے کچھ راوی حذف ہیں۔"

شیخ محمد باقر کی اس وضاحت سے یہ ثابت ہوا کہ اس روایت کی سند میں موجود رجال شیعہ رجال ہیں۔ القصہ مختصر یہ روایت شیعہ راویان حدیث کی مرہون منت ہے جو کہ اہل سنت پر حجت نہیں۔ علی بن احمد موسی الدقاق شیخ صدوق کے شیوخ میں سے ہیں اس روایت کو شیخ صدوق نے اپنی کتاب " الامالی" میں علی بن احمد بن موسی الدقاق کی سند سے بیان کیا ہے۔

" حدثنا علي بن أحمد بن موسى الدقاق (رحمه الله)، قال: حدثنا

---

132 الجوینی ، ابراہیم بن محمد ، ، فرائد السمطین ، الباب السابع، ج۲، ص ۳۵ ، رقم : ۳۷۱

محمد ابن أبي عبد الله الكوفي، قال: حدثنا موسى بن عمران النخعي، عن عمه الحسين بن يزيد النوفلي، عن الحسن بن علي بن أبي حمزة، عن أبيه، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس"[133]

مزید ہم ان رواۃ کے حالات شیعہ کتب سے پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ یہ شیعہ رواۃ ہیں۔

احمد بن علی بن موسی الدقاق سے متعلق علامہ جوہری بیان کرتے ہیں:

"**علي بن أحمد بن موسى الدقاق: من مشايخ الصدوق**"[134]

" علی بن احمد بن موسی دقاق شیخ صدوق کے شیوخ میں سے ہیں"

سید علی الحسینی ایک روایت کی سند پر کلام کرتے ہوئے موسی بن عمران سے متعلق لکھتے ہیں:

"**وفي سنده موسى بن عمران النخعي مجهول الحال**"[135]

" اور اس کی سند میں موسی بن عمران نخعی ہے جو کہ مجہول الحال ہے"

ملا باقر مجلسی جو ایک متبحر شیعہ محدث ہیں۔ شیعہ کے ہاں ان کی کافی قدر و منزلت ہے۔ ان کی کتب میں بحار الانوار اور حیات القلوب سر فہرست ہیں انھوں نے بھی ایک روایت کی سند (**محمد بن ابی عبداللہ، عن موسی بن عمران، عن الحسين بن يزيد النوفلی، عن السکونی، عن ابی عبداللہ علیہ السلام**) پر کلام کرتے ہوئے اس روایت کو ضعیف قرار دیا

---

133 القمی ، محمد بن علي بن بابويه ، الامالی ، ص ۱۲۴، رقم : ۱۲۸

134 الجوهری ، محمد ، المفيد من معجم رجال الحديث ، مؤسسة التاريخ العربی ، بيروت ، ۱۴۳۰ھ، ص ۳۸۴، رقم : ۷۹۰۹

135 الشاهرودی، علی الحسينی ، سيد ، محاضرات فی فقه الجعفری ، اخبار حلق اللحية ، دار الكتاب الإسلامي، ج۱، ص ۱۹۴

الطبرسي ، حسين النوري ، الشيخ، خاتمة مستدرك الوسائل، مؤسسة آل البيت عليهم السلام لإحياء التراث ، قم، ۱۴۱۵ھ، ج۵، ۴۴۵

ہے۔[136]

حسن بن علی بن ابی حمزہ سے متعلق علامہ مجلسی بیان کرتے ہیں:

"الحسن بن علي بن أبي حمزة البطائني، ض"[137]

""حسن بن علی بن ابی حمزہ بطائنی ضعیف ہے۔""

یہاں علامہ مجلسی کی عبارت میں لفظ" ض" سے مراد ضعیف ہی ہے۔ علامہ مجلسی اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس علامت اور دیگر علامات کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"(ق) ثقةغير إمامي، (ح) ممدوح، (ض) ضعيف، (م) مجهول."[138]

" (ق) قابل اعتماد غیر امامی، (ح) قابل تعریف (ض) ضعیف۔(م مجہول۔"

علامہ حلی حسن بن ابی حمزہ سے متعلق بیان کرتے ہیں:

" قال الكشي: حدثني محمد بن مسعود، قال: سألت علي بن الحسن بن فضال عن الحسن بن علي بن ابي حمزة البطائني، قال: كذاب ملعون، رويت عنه احاديث كثيرة وكتبت عنه تفسير القرآن كله من اوله الى آخره، الا انني لا استحل ان اروى عنه حديثا واحدا. وحكى لي أبو الحسن حمدويه بن نصير عن بعض اشياخه

---

136 المجلسی ، محمد باقر بن محمد ، مرآة العقول في شرح أخبار آل الرسول ، كتاب الحج ، دار الكتب الاسلامية ، طهران ، ١٣٦٥ھ، ج١٧، ص ١٤٨، رقم ٥:

137 مجلسی ، محمد باقر بن محمد، الوجيز فی علم الرجال،مؤسسة الاعلمی للمطبوعات ، بيروت ، ١٤١٥ھ ، ص ١٨٨، رقم :٤٩٥

138 ايضا ، مقدمة ، ص ١٤٠

انه قال: الحسن بن علي بن ابي حمزة رجل سوء. "[139]

" کشی بیان کرتے ہیں: مجھے محمد بن مسعود نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں میں نے علی بن حسین بن فضال سے حسن بن علی بن ابی حمزہ بطائنی کے بارے میں پوچھا تو انہیں فرمایا: یہ کذاب ہے اور ملعون ہے۔ اس سے بہت سی احادیث روایت کی گئیں ہیں اور اس سے اول تا آخر قرآن کی تفسیر بھی لکھی گئی ہے۔ لیکن میں اس سے ایک حدیث بھی روایت کرنا جائز نہیں سمجھتا۔ مجھے ابوالحسن حمدویہ بن نصیر نے اپنے بعض شیوخ کی نسبت سے بیان کیا کہ انھوں نے کہا: حسن بن علی بن ابی حمزہ بُرا شخص ہے۔"

مزید ابن عضائری کا قول نقل کرتے ہیں:

"قال ابن الغضائري: ، ضعيف في نفسه، و ابوه اوثق منه"[140]

"اور ابن عضائری نے کہا: یہ اپنی ذات میں ضعیف ہے اور اسکا باپ اس سے زیادہ قابل اعتماد ہے"

علامہ خوئی بیان کرتے ہیں:

" فيكفي في ضعف الحسن بن علي بن أبي حمزة شهادة الكشي. "[141]

" پس حسن بن علی بن ابی حمزہ کے ضعیف ہونے میں کشی کی گواہی کافی

---

[139] الحلی ، الحسن بن یوسف ، خلاصة الاقوال فی معرفة الرجال ، مؤسسة نشر الفقاهة ، قم ، ۱۴۳۱ھ، ص ۳۳۴، رقم : ۱۳۲۰

[140] الحلی ، الحسن بن یوسف ، خلاصة الاقوال فی معرفة الرجال ، مؤسسة نشر الفقاهة ، قم ، ۱۴۳۱ھ، ص ۳۳۴، رقم : ۱۳۲۰

[141] الخوئی ،ابو القاسم الموسوی ، السید ، معجم رجال الحدیث وتفصیل طبقات الرواة، مكتبة الامام الخوئی ، النجف ، ج۶ ص ۱۹، رقم: ۲۹۳۷

ہے۔"

مندرجہ بالا شیعہ علماء کے اقوال سے یہ بات اثبت ہے کہ فرائد السمطین میں منقول روایت کے تمام راوی شیعہ ہیں، القصہ مختصر فرائد السمطین کی یہ روایت شیعہ اور رافضی مسلک کی مرہون منت ہے۔ اس روایت کا اہل سنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس سے یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ فرائد السمطین کا مصنف بھی شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ اس مصنف کا اخذ روایت کا منہج اہل تسنن سے مختلف ہے جو کہ اس روایت کی سند سے ظاہر ہو رہا ہے۔

یہ روایت شیعہ کے ہاں بھی معتبر نہیں ہے جیسا کہ ہم اس روایت کی سند پر شیعہ علماء کے اقوال کی روشنی میں سیر حاصل گفتگو کر چکے ہیں۔ ہمارا مقصد اس روایت کی صحت یا عدم صحت کو بیان کرنا نہیں بلکہ اس روایت کی سند میں موجود رواۃ کے مسلک کو واضح کرنا ہے جو کہ ہم دلائل سے واضح کر چکے ہیں کہ یہ تمام راوی شیعہ ہیں۔ لہذا سنی اس روایت کو قابل اعتناء ہی نہیں سمجھتے۔ مزید یہ کہ آقا بزرگ طہرانی نے بھی اس کتاب کے مصنف کو شیعہ کہا ہے۔

"وبالجملة ترجم صاحب (الرياض) صدر الدين ابراهيم هذا في ذيل عنوان المحتمل تشيعهم، للتلمذ على الشيعة والتأليف في فضائل اهل البيت. اقول: في مكتبة (المشكاة) نسخة من (فرائد السمطين) تامة. ومن تلك النسخة تمم الميرزا نجم الدين الطهراني النقص من نسخة آل السيد حيدر. اولها بعدالبسملة: [تبارك الذى انزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا] وبعد ذكر النبي ص قال: [وانتخب له امير المومنين عليا اخا وعونا وردأ وخليلا ورفيقا ووزيرا وصيره على امر الدين والدنيا له موازرا ومساعدا ومنجدا وظهيرا وجعله ابا بنيه، وجمع كل

الفضائل فيه. وانزل في شأنه: نما وليكم الله إلى قوله امام الاولياء واولاده الائمة الاصفياء الذين اذهب عنهم الرجس إلى قوله والحمد الله الذين ختم النبوة به وبدء الولاية من اخيه صنو ابيه المنزل فصله النبوة منزلة هارون من موسى وصيه الرضى المرتضى على باب مدينة العلم إلى قوله ووصيه اسد الله الغالب على بن ابي طالب وآله وعترته المباركة وذراريه الطاهرات نجوم فلك العصمة."[142]

"صاحب الریاض صدر الدین ابراہیم نے اپنی اس تصنیف میں ایک عنوان باندھا۔ وہ یہ کہ کچھ مصنفین ایسے ہیں جو مشہور معروف شیعہ علماء کے شاگرد ہیں۔ اور انھوں نے فضائل اہل بیت پر تصانیف بھی لکھیں۔ ان دو باتوں کی بنا پر ان مصنفین کے شیعہ ہونے کا احتمال ہے۔ اس عنوان کے تحت صاحب فرائد السمطین کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ میں (صاحب الزریعہ) کہتا ہوں کہ مکتبہ الشکوۃ میں فرائد السمطین کا مکمل نسخہ موجود ہے۔ اس کتاب میں **بسم الله** کے بعد **تبارك الذي نزل الفرقان** آیت لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت و ثناء تحریر ہے۔ پھر یہ الفاظ موجود ہیں۔ اللہ تعالی نے حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے منتخب کیا۔ آپ کے بھائی اور مددگار بنے۔ پھر حضرت علی کے بارے میں مزید لکھا۔ کہ تمام تعریفیں اس اللہ کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دروازہ نبوت بند کر دیا۔ اور ولایت کی ابتداء آپ کے چچازاد بھائی سے کی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وہ مقام و منزلت رکھتے ہیں۔ جو ہارونؑ کو موسیٰؑ کے ساتھ تھی علی آپ کے وصی ہیں۔ الرضی المرتضیٰ ہیں، باب العلم ہیں۔ آخر میں یہ کہا کہ حضور

---

142 الطہرانی ، آقا بزرگ ، الشیخ ، الذریعة الی تصانیف الشیعة ، دار الاضواء ، بیروت ، ۱۴۰۳ھ، ج۱۶ ص ۱۳۷-۱۳۶، رقم : ۳۱۲

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ، اور اللہ کے شیر علی ابن ابی طالب آپ کی عترت وآل مبارک جو آسمان عصمت کا درخشندہ ستارے ہیں۔یعنی معصوم ہیں“

مزید شیخ آقا بزرگ طہرانی نے فرائد السمطین کے مصنف کو دعا دی ہے قارئین دعا کے الفاظ پر غور فرمائیں۔

> **”وذكر اسمه بعنوان ابراهيم بن محمد بن المؤيد الحمويني غفر الله عنه لمحبته الائمة الطاهرين واحياه على متابعتهم وولايتهم وامامته عليها، وحشره معهم وجعله تحت لوائهم، سادة الاولين والآخرين۔“**[143]

> ” آئمہ معصومین کے ساتھ محبت کی وجہ سے اللہ تعالی حموینی کو معاف کر دے ان کی متابعت و امامت کے عقیدے پر اسے زندہ رکھے اور ان کے ساتھ اس کا حشر و نشر کرے اولین و آخرین کے سرداروں کے جھنڈے تلے اسے جگہ دے“

آقا بزرگ طہرانی کے دعائیہ کلمات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ فرائد السمطین کا مصنف ”ابراہیم بن محمد حموینی“ شیعہ ہے اس کا تعلق عقیدہ امامت سے ہے۔لہذا یہ کتاب اور اس کتاب میں موجود متعلقہ روایت اہلسنت پر حجت نہیں۔

ایک گزارش:

شہنشاہ حسین نقوی صاحب کا حال یہ ہے کہ انہیں صرف حوالہ جات پیش کرنے کا شوق ہے نقوی صاحب اور ان کے رفقاء جو اس روش کا شکار ہیں (الا ماشاء اللہ) کہ اہل سنت محققین سے کسی مسئلہ میں رہنمائی اور وضاحت لینے کی بجائے فقط سنی کتب سے کوئی

---

143 الطہرانی ، آقا بزرگ ، الشیخ ، الذريعة الى تصانيف الشيعة ، ج١٦ ص ١٣٧،رقم : ٣١٢

روایت یا کسی مجتہد کا قول نقل کرکے اپنے مذہب کو ثابت کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔اور کچھ ایسے حوالہ جات بھی نقل کرتے ہیں جن کا دور دور تک اہل سنت منابع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

جیسا کہ آپ سب پر واضح ہے۔ان حضرات کو چاہیے کہ اگر سنی منابع میں موجود کوئی بھی روایت یا کسی امام کا قول شیعہ امامیہ کے عقیدہ کی تائید کر رہا ہے تو اس کو سرے عام پیش کرنے کی بجائے اصول تحقیق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس روایت یا قول سے متعلق سنی مسلک کے اکابر علماء و محققین کی وضاحت کا مطالعہ ضرور کریں، یا بالمشافہ سنی علماء سے ملاقات کریں۔

کتب میں کسی روایت کا نقل ہونا/یا کسی امام کا کسی قول کو بیان کرنا اس بات کا ثبوت نہیں کہ وہ مسلک کی ضروریات میں سے ہے یا مسلک کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔اہل تسنن ہوں یا اہل تشیع، مسلک کی بنیاد علم و عقل کے مسلمات کی روشنی میں وضع کردہ اصول و ضوابط پر ہے۔ اگر کوئی روایت یا قول اس اصول سے متصادم ہو گا تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ لہذا ہمیں اس روش سے توبہ کرنی چاہیے۔

کتب سے اس طرح ادھورے حوالہ جات نقل کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ ایک سچے طالب عالم کا یہ رویہ نہیں ہے۔ علم کا حصول اللہ کی معرفت ہے۔اس کے بر عکس سب کچھ لغویات اور علمی عیاشی ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو رجوع الی الحق نصیب فرمائے۔ **آمین بجاہ نبی الکریم ﷺ۔**

کتاب 14

نقوی[144] صاحب نے کتاب 14 کے تحت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" کا وہی حوالہ پیش کیا جو کتاب 10 کے تحت گزر چکا ہے، قارئین تفصیلی گفتگو وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

کتاب 15، 16

نقوی[145] صاحب نے کتاب 15 اور 16 کے تحت تاریخ طبری سے " زیاد بن کلیب" کی روایت کا حوالہ دیا۔ زیاد بن کلیب کی اس روایت سے متعلق تفصیلی گفتگو ہم کتاب 03 اور 04 کے تحت کر چکے ہیں قارئین وہاں اس کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

کتاب 17

نقوی[146] صاحب نے کتاب 17 کے تحت امام مناوی کی کتاب "سیدۃ نساء اھل الجنۃ فاطمۃ الزہراء او اتحاف السائل بما لفاطمۃ من المناقب" سے سیدنا عبدالرحمن بن

---

144 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا ص ۴۰-۳۹-۳۸

145 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۴۴-۴۳-۴۲-۴۱

146 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۴۶-۴۵

اہم نوٹ: ہمیں امام مناوی کی اس کتاب میں یہ روایت نہیں ملی، عین ممکن ہے نقوی صاحب کے پاس الگ سے کوئی خاص نسخہ ہو گا جس میں یہ روایت درج ہو گی، لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ نقوی صاحب نے بھی اسی سند سے ہی روایت پیش کی ہے جو کہ غیر مستند ہے۔

عوف رضی اللہ عنہ کی روایت کا حوالہ پیش کیا جو بطریق علوان بن داود بجلی معجم الکبیر میں منقول ہے۔علوان بن داود بجلی کی اس روایت اور مزید اس کے علاوہ ابن عساکر میں ایک اور سند سے اس روایت کا رد علمی طریقے سے کیا جا چکا ہے قارئین کتاب 06 کے ذیل میں اس کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

کتاب 18

نقوی[147] صاحب نے کتاب 18 کے تحت میزان الاعتدال سے علوان بن داود بجلی کی اسی روایت کا حوالہ پیش کیا جس کی تردید ہم کتاب 06 کے تحت کر چکے ہیں۔ علامہ ذہبی نے علوان بن داود بجلی کے ترجمہ میں اس روایت کو بطور ثبوت پیش کیا کہ یہ راوی کس قدر منکر روایات بیان کرتا تھا۔

نقوی صاحب نے فقط اس روایت کو میزان الاعتدال میں پڑھا اور اپنی کتاب میں درج کر دیا یہ کس قدر علمی خیانت ہے۔ کہ منکر روایت کو یہ کہہ کر پیش کر دیا کہ یہ روایت سنی منابع میں درج ہے۔ بظاہر تو ایسا لگتا ہے کل کو موصوف کتاب الموضوعات سے بھی حوالہ پیش کر دیں گے۔

شہنشاہ حسین نقوی صاحب اگر اس طرح اسماء الرجال کی کتب سے احادیث کے متون کا حوالہ پیش کریں گے تو کیا یہ علمی طور پر درست رویہ ہوگا۔اہل علم اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ اسماء الرجال پر مشتمل کتب میں راویوں کے احوال درج ہوتے ہیں۔ اگر کوئی روایت ان کتب میں آجائے تو وہ راوی کے ترجمہ کے ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

---

147 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۴۸-۴۷

کتاب 19

نقوی[148] صاحب نے کتاب 19 کے تحت ایک بار پھر علوان بن داود بجلی کی اسی روایت کا حوالہ لسان المیزان سے پیش کیا جس کی تردید ہم کتاب 06 کے تحت کر چکے ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی اس روایت کو علوان بن داود بجلی کے ترجمہ کے ذیل میں اس کی منکر روایات کا ذکر کرتے ہوئے نقل کر رہے ہیں۔

لیکن یہاں بھی نقوی صاحب نے فقط لسان المیزان میں اس روایت کو پڑھ کر اپنی کتاب میں درج کر دیا اگر وہ اس روایت کو لسان المیزان میں غور سے پڑھ لیتے تو انہیں اہل سنت کے سامنے اس طرح شرمندہ نہ ہونا پڑتا، یہ روایت علوان بن داود کی منکرات میں سے ہے قارئین پر یہ بات واضح ہو چکی ہو گی کہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی شہادت کو ثابت کرنے کے لیے نقوی صاحب کس قدر علمی خیانت کا ثبوت دے رہے ہیں۔

کتاب 20

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 20 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[149]

”وأما محسّن بن عليّ فهلك وهو صغير.“[150]

”محسن بن علی کم سنی میں ہی فوت ہو گئے تھے“

---

148 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۵۰-۴۹

149 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۵۲-۵۱

150 ابن قتيبة، عبدالله بن مسلم ، دينوری، المعارف ، الهيئة المصرية العامة للكتاب، القاهرة، ١٩٩٢ء، ص ٢١١

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے ایک بار پھر علمی خیانت کا ثبوت دیا، نقوی صاحب نے اس عبارت کا اردو ترجمہ کچھ ان الفاظ میں کیا ہے۔

"دلیل ہے کہ بچہ محسن تھا کہ جن کو مارا گیا ہے اس حالت میں کہ وہ صغیر تھا شکم میں تھا" 151

نقوی صاحب نے اس لفظ (**فھلک**) کا ترجمہ " جن کو مارا گیا" کیا اور ساتھ ایک لفظ " جب کہ وہ شکم میں تھا" کا اضافہ کر دیا جو کہ واضح تحریف ہے۔

علامہ ابن قتیبہ نے المعارف میں شکم کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ نقوی صاحب اور ان کے رفقاء اگر دیانتداری کے ساتھ ابن قتیبہ کے الفاظ پڑھیں تو انہیں خود اس بات کا اندازہ ہو جائے گا کہ یہ کس قدر علمی خیانت ہے۔ ابن قتیبہ نے جو الفاظ " المعارف" میں لکھے ہیں ان الفاظ سے کسی صورت سیدنا محسن رضی اللہ عنہ کی شہادت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہاں ان کی (صغیر) کم سنی کا ذکر ہے۔ صغیر عربی زبان میں چھوٹے کو کہتے ہیں کسی عربی لغت میں اس کا معنی شکم مادر میں ہونا نہیں ہے۔

نقوی صاحب نے صغیر کے لفظ سے نہ جانے کس دلیل کے تحت یہ معنی اخذ کر لیے حالانکہ جو بچہ شکم مادر میں ہو اسے عربی میں "**الجَنِینُ**" کہتے ہیں۔ اس اعتبار سے نقوی صاحب کی یہ کوشش ناکام رہی، المعارف میں سیدنا محسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کا کہیں ذکر نہیں۔ مزید یہ کہ کئی ایک مورخین و سیرت نگاروں نے سیدنا محسن رضی اللہ عنہ کی کم سنی میں فوت ہو جانے کو "**توفی، مات**" کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لہذا نقوی صاحب اور ان کے رفقاء فقط "**فھلک**" پر ہی اکتفاء نہ کریں۔

---

151 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۵۲

سیدنا محسن بن علی کا کم سنی میں فوت ہو جانا:

اس امر میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ سیدنا محسن رضی اللہ عنہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے فقط " المعارف " سے ایک عبارت نقل کر کے یہ سمجھ لیا کہ اس عبارت سے سیدنا محسن رضی اللہ عنہا کا قتل ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ وہاں "**ھلک**" کا لفظ موجود ہے۔

حالانکہ یہ لفظ انتقال کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ لیکن اس کے باوجود نقوی صاحب کی تسلی کے لیے مزید علماء سیر و تاریخ کے اقوال درج ذیل ہیں۔

ان آئمہ نے "**ھلک**" کی بجائے "**مات**" اور "**توفی**" کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سیدنا محسن بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ سیدنا محسن رضی اللہ عنہ کا شکم مادر میں شہید ہونا تاریخی حقائق میں سے نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل اقوال سے قارئین اس امر سے بخوبی واقف ہو جائیں گے

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں:

> " **فولدت فاطمة لعلي: الحسن، والحسين، ومحسن، فذهب محسن صغيراً**"[152]
>
> "سیدنا علیؓ سے سیدہ فاطمہؓ کے ہاں تین صاحبزادے حسن، حسین اور محسن

---

[152] ابن اسحاق ، محمد بن اسحاق ، السيرة النبوية ، تزويج فاطمة،دار الكتب العلمية ، بيروت ، ١٤٢٤ھ ، ص ٢٧٤
ابن الجوزى ، عبدالرحمن ، جمال الدين ، صفة الصفوة ، فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم، دار الكتاب الغربى ، ١٤٣٣ھ ، ص ٢٨٤

پیدا ہوئے، محسن کم سنی ہی میں فوت ہو گئے"

امام ابن جریر طبری بیان کرتے ہیں:

"ابن آخر يسمى محسنا توفي صغيرا"[153]

"ایک اور بیٹا جس کا نام محسن تھا وہ بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا"

علامہ بلاذری بیان کرتے ہیں:

"فولدت له الحسن والحسين، ومحسن درج صغيراً"[154]

" سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حسن، حسین اور محسن پیدا ہوئے، محسن بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے"

ابن اثیر بیان کرتے ہیں:

"ابن آخر يقال له محسن وأنه توفي صغيراً"[155]

"ایک اور بیٹا جس کا نام محسن تھا اور وہ بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا"

ابن حزم بیان کرتے ہیں:

"مات المحسن صغيراً"[156]

" محسن کم سنی میں وفات پا گئے تھے"

---

153 الطبری ، ابن جریر ، تاریخ طبری ، ثم دخلت سنة أربعين ، دار المعارف ، مصر ،١٣٨٧ھ، ج٥، ص ١٥٣

154 بلاذری ، احمد بن یحیی ، انساب الاشراف ، أزواج رسول الله وولده ، منشورات مؤسسة الاعلمي للمطبوعات ، بیروت ، ١٣٩٤ھ، ج١ ص ١٨٩

155 ابن الاثير، عی بن ابی الکرم محمد ، الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنة أربعين ، دار الکتب العلمية ، بیروت ، ١٤٠٧ھ، ج٣ ،ص ٢٦٢

156 ابن حزم ، علی بن احمد ، جمهرة انساب العرب ، دار الکتب العلمية ، بیروت ، ١٤٠٣ھ، ص ١٦

علامہ صفدی بیان کرتے ہیں:

"فولدت له الحسن والحسین ومحسناً مات صغیراً"[157]

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے حسن، حسین اور محسن پیدا ہوئے، محسن کم سنی میں فوت ہو گئے تھے"

ابن کثیر بیان کرتے ہیں

"فولدت له الحسن وحسینا ویقال ومحسنا ومات وهو صغیر"[158]

" سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حسن، حسین، اور محسن پیدا ہوئے، محسن بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے"

تاریخ ابی الفداء میں ہے

"ولد له منها الحسن والحسین ومحسن ومات صغیر"[159]

" سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حسن، حسین، اور محسن پیدا ہوئے، محسن بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے"

ملا علی قاری نے سیدنا محسن رضی اللہ عنہ کی کم سنی میں وفات سے متعلق اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے

"و محسن بن علی وقد اتفق اهل العلم بالاخبار انه مات صغیرا فی

---

157 صفدی ، خلیل بن ایبک ، صلاح الدین ، الوافئ بالوفیات ، الترجمة الشريفة النبوية، دار احياء التراث العربى ، بيروت ، ۱۴۲۰ھ، ج ۱، ص ۷۹

158 ابن كثير اسماعيل بن كثير ، الدمشقى ، البداية والنهاية ، ذكر مقتل أمير المؤمنين علي بن أبي طالب، مكتبة المعارف ، بيروت، ۱۴۱۳ھ، ج۷ ، ص ۳۳۲

159 ابو الفداء ، اسماعيل بن على ، المختصر في أخبار البشر المعروف ، تاريخ ابى الفداء ، المطبعة الحسينية المصرية ، ج۱ ص ۱۸۱

حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"[160]

"اور محسن بن علی، بالتحقیق اہل علم نے ان روایات سے اتفاق کیا ہے۔(جن میں اس بات کا ذکر ہے) کہ سیدنا محسن رضی اللہ عنہ کم سنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے"

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے ابن قتیبہ کی عبارات کا غلط ترجمہ کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی، سیدنا محسن رضی اللہ عنہ شکم مادر میں شہید نہیں ہوئے تھے بلکہ کم سنی میں شہید ہوئے تھے۔ مندرجہ بالا علماء تاریخ کے اقوال سے یہ بات اثبت ہے۔ مزید ملا علی قاری نے اس مسئلہ میں تمام اشکالات کا جواب دے دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے ہیں۔ القصہ مختصر شکم مادر میں اسقاط ہو جانے والی بات باطل ہے۔

تاریخ ابی الفداء کا حوالہ قارئین نوٹ فرمالیں۔ یہ شیعہ مورخ ہے۔ اس نے بھی بچپن میں وفات پاجانے کا قول بیان کیا ہے۔ اس کے شیعہ ہونے پر تفصیل سے گفتگو کتاب 24 کے ذیل میں کی جائے گی۔ قارئین وہاں اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

---

160 ملا علی قاری ،علی بن محمد ، جمع الوسائل في شرح الشمائل، المطبعة الشرفية ، مصر ، طبع على نفقة مصطفى البابي الحلبي وإخوته ، ج٢ ص ١٢٢

کتاب 21

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 21 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[161]

" إن عمر ضرب بطن فاطمة يوم البيعة حتى ألقت الجنين من بطنها، وكان يصبح: أحرقوا دارها بمن فيها، وما كان في الدار غير علي وفاطمة والحسن والحسين."[162]

"بالتحقیق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کے دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ پر مارا جس سے ان کا حمل ساقط ہو گیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چیخ چیخ کر یہ کہہ رہے تھے کہ ان کے گھر کو گھر والوں سمیت جلا دو حالانکہ اس وقت گھر میں سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ کوئی نہ تھا"

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے ایک بار پھر غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا، امام شہرستانی کی کتاب " **الملل والنحل**" سے جو عبارت نقوی صاحب نے پیش کی وہ امام شہرستانی نے فرقہ نظامیہ کے باطل عقائد کا ذکر کرتے ہوئے نقل کی ہے۔

امام شہرستانی نے اپنی کتاب میں کئی فرقوں کا ذکر کیا ہے ساتھ ان کے عقائد کی تفصیل بھی بیان کی ہے فرقہ نظامیہ کا ذکر کرتے ہوئے مسئلہ نمبر ۱۱ کے تحت امام شہرستانی نے اس فرقہ کی گمراہی کا تفصیل سے ذکر کیا اس بحث کے ذیل میں امام شہرستانی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت کا حوالہ دیا کہ یہ فرقہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام

---

161 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا ص ۵۴-۵۳

162 الشهرستاني، محمد بن عبد الكريم بن أبى بكر، الملل والنحل، النظامية ، دار المعرفة ، بيروت ، ١٤١٤هـ، ج١، ص ٥٧

سے متعلق ایسا عقیدہ رکھتا ہے۔

”ميله إلى الرفض، ووقيعته في كبار الصحابة، قال: أولا: لا إمامة إلا بالنص والتعيين ظاهرا مكشوفا، وقد نص النبي عليه الصلاة والسلام على علي رضي الله عنه في مواضع، وأظهره إظهارا لم يشتبه على الجماعة، إلا أن عمر كتم ذلك، وهو الذي تولى بيعة أبي بكر يوم السقيفة، ونسبه إلى الشك يوم الحديبية في سؤاله الرسول عليه السلام حين قال: ألسنا على الحق؟ أليسوا على الباطل؟ قال: نعم، قال عمر فلم نعطى الدنية في ديننا؟ قال: هذا شك وتردد في الدين، ووجدان حرج في النفس مما قضى وحكم. وزاد في الفرية فقال: إن عمر ضرب بطن فاطمة يوم البيعة حتى ألقت الجنين من بطنها، وكان يصبح: أحرقوا دارها بمن فيها، وما كان في الدار غير علي وفاطمة والحسن والحسين. وقال: تغريبه نصر بن الحجاج من المدينة إلى البصرة، وإبداعه التراويح، ونهيه عن متعة الحج، ومصادرته العمال، كل ذلك أحداث. ثم وقع في أمير المؤمنين عثمان وذكر أحداثه، من رده الحكم بن أمية إلى المدينة وهو طريد رسول الله عليه الصلاة والسلام، ونفيه أبا ذر إلى الربذة، وهو صديق رسول الله، وتقليده الوليد بن عقبة الكوفة وهو من أفسد الناس، ومعاوية الشام، وعبد الله بن عامر البصرة، وتزويجه مروان بن الحكم ابنته، وهم أفسدوا عليه أمره، وضربه عبد الله بن مسعود على إحضار المصحف، وعلى القول الذي شاقه به، كل ذلك أحداثه. ثم زاد على خزيه ذلك فأن عاب عليا وعبد الله بن مسعود لقولهما: أقول فيها برأيي. وكذب ابن مسعود في روايته": السعيد من سعد في بطن أمه، والشقي من شقي في بطن أمه" وفي روايته انشقاق القمر، وفي تشبيهه الجن بالزط. وقد أنكر الجن رأسا، إلى غير ذلك من الوقيعة الفاحشة في الصحابة رضي الله عنهم أجمعين“

163

'' گیارھواں مسئلہ : (نظام کا) میلان رفض کی جانب تھا اور کبار صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی شان میں اس نے گستاخیاں کی ہیں۔ اس نے پہلے کہا کہ امامت (کا انعقاد) صرف نص و تعین سے ہوتا ہے (اور یہ نص) ظاہر اور کھلی ہوئی (واضح) ہوتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر متعدد مواقع پر (امامت کی) نص کی تھی۔ اور اسے اس انداز سے ظاہر کیا تھا جو جماعت (مسلمین) پر مشتبہ و مشکوک نہیں تھا۔ مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو چھپایا اور یہ وہی تھے جنہوں نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کا انصرام کیا تھا۔ (نظام نے) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) کی جانب اس بناء پر شک کی نسبت کی ہے کہ انھوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ اور کیا (کفار قریش) باطل پر نہیں ہیں؟ (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ''ہاں'' (ہم حق پر ہیں اور کفار قریش بر سر باطل ہیں) اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: '' تو پھر ہم اپنے دین میں کیوں ذلت گوارا کریں؟ (نظام لعین کا) خیال ہے کہ (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ سوال) دین میں شک و تردد ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو) فیصلہ کر دیا اس کے بارے میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے) نفس میں جرح کا پایا جانا ہے۔ (نظام نے) مزید افتراء پردازی یہ کی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی) بیعت کے روز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ پر مارا جس سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چلا چلا کر یہ کہہ رہے تھے کہ '' ان کے گھر کو گھر

---

163 الشهرستاني، محمد بن عبد الكريم بن أبی بكر، الملل والنحل، النظامية ، دار المعرفة ، بيروت ، ١٤١٤ھ، ج١، ص ٥٧-٥٦

والوں سمیت جلادو!'' حالانکہ اس وقت گھر میں (حضرات) علی، فاطمہ حسن، اور حسین کے سوا کوئی نہ تھا۔ (نظام مردود نے) یہ بھی کہا کہ (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے) جو نصر بن حجاج کو مدینہ سے بصرہ جلا وطن کر دیا، تراویح کی بدعت جاری کی، حج تمتع سے لوگوں کو منع کر دیا اور اپنے عمال پر جرمانے کئے، تو یہ ساری باتیں (دین میں) نئی باتیں (احداث) تھیں۔ اس کے بعد (نظام لعین نے) امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر الزام تراشیاں کیں اور کہا کہ انھوں نے حکم بن ابی العاص بن امیہ کو مدینہ واپس بلا لیا حالانکہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے (مدینہ سے) جلا وطن کر دیا تھا۔ انھوں نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو ربذہ میں جلا وطن کر دیا حالانکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دوست تھے۔ انھوں نے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا والی مقرر کیا اور انھوں نے لوگوں میں فساد پھیلایا اس طرح انھوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو شام کا اور سیدنا عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا والی بنایا۔ انھوں نے مروان بن حکم سے اپنی بیٹی بیاہ دی۔ اور یہی لوگ تھے جنہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے کاموں کو خراب و برباد کیا۔ انھوں نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اپنے مصحف (جمع کردہ قرآن کے نسخہ) کو باقی رکھنے اور اس قول کی بناء پر جو انہیں ناگوار گزرا مارا۔ نظام کے خیال میں یہ تمام باتیں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے) نئی کیں۔ بعد ازاں (نظام نے اپنی بے شرمی پر یہ اضافہ کیا کہ) سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں ان کے اس قول کی بناء پر کہ ''اس کے بارے میں اپنی رائے کہتا ہوں'' عیب نکالا (اور انہیں برا کہا)۔ اس نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کی اس روایت کی بناہ پر

کہ ” سعید وہ ہے جو اپنی ماں کے شکم میں سعید تھا اور شقی وہ ہے جو شکم مادر میں شقی تھا“ جھٹلایا۔ اسی طرح اس نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس لئے بھی تکذیب کی کہ انھوں نے (معجزہ) شق القمر اور جنات کو جاٹوں سے تشبیہ دینے کی روایتیں کی ہیں۔ اس نے جنات کے (وجود سے) یکسر انکار کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں اس نے گستاخیاں کی ہیں۔“

مندرجہ بالا مسئلہ نمبر ۱۱ سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ واقعہ اصلاً فرقہ نظامیہ کا وضع کردہ ہے۔ امام شہرستانی نے اس واقع کو نقل کرنے کے بعد اس کی توثیق نہیں فرمائی۔ بلکہ اس کی تردید کی ہے اور فرقہ نظامیہ کے باطل عقائد کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ معترضین اگر انصاف کی عینک لگا کر اس اقتباس کو غور سے پڑھیں تو انہیں اس بات کا احساس ہو گا کہ وہ کس قدر غیر علمی رویے کا شکار ہیں اہل سنت منابع سے سیاق و سباق کے بغیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت سے متعلق روایات پیش کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔

اہم نکتہ:

امام شہرستانی کی وفات ۵۴۸ھ میں ہوئی ہے۔ امام شہرستانی نے اس واقعہ کی شیعہ کے کسی فرقہ کے ذیل میں ذکر نہیں کیا فقط فرقہ نظامیہ کے ذیل میں ذکر کیا ہے اس سے یہ بات درجہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امام شہرستانی کے نزدیک یہ واقعہ ان کے دور تک شیعہ عقائد میں شامل نہیں تھا۔

عین ممکن ہے ان کے معلومات کے مطابق اس دور کے شیعہ کا یہ عقیدہ نہ ہو یہاں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ یہ واقعہ امام شہرستانی کے دور میں اس قدر مشہور و معروف

نہیں تھا ورنہ امام شہرستانی نظامیہ کے علاوہ بھی کسی اور فرقہ کے عقائد کی بحث میں اس کا ذکر ضرور کرتے۔

کتاب 22

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 22 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[164]

"و زاد على الجمهور، و قال: إن فاطمة)عليها السلام(اسقطت بعد النبي ذكرا، كان سماه رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم محسنا، و هذا شيء لم يوجد عند أحد من اهل النقل إلا عند ابن قتيبة."[165]

"اور جمہور علماء پر اضافہ کیا ہے اور کہا کہ بتحقیق نبی مکرم ﷺ کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ایک بچہ ساقط ہوا جس کا نام رسول اللہ ﷺ نے محسن رکھا تھا اور یہ بات اہل نقل کے ہاں ابن قتیبہ کے سوا اور کسی سے نہیں ملتی۔

عین ممکن ہے نقوی صاحب نے اس عبارت کو غور سے نہیں پڑھا ہو گا۔ اس میں محمد بن یوسف اس بات کی تصریح فرما رہے ہیں کہ سیدنا محسن رضی اللہ عنہ کے اسقاط ہو جانے والی روایت فقط ابن قتیبہ سے مروی ہے ابن قتیبہ کے علاوہ کسی نے بھی محسن کا شکم مادر میں شہید

164 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۵۶-۵۵

165 الگنجی، محمد بن یوسف، كفاية الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب ، ويله البيان فی اخبار صاحب الزمان ، (تحقيق : محمد هادى الامينى)، دار إحياء تراث أهل البيت عليهم السلام، قم ، ص ۴۱۳

ہو جانا بیان نہیں کیا یعنی محمد بن یوسف نے نزدیک یہ ابن قتیبہ کا تفرد ہے۔

اگر محمد بن یوسف ابن قتیبہ کی طرف منسوب کتاب **الامامة و السیاسة** کا حوالہ دے رہے ہیں تو اس امر کی ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ یہ ابن قتیبہ کی کتاب نہیں ہے۔ یہ عبارت محمد بن یوسف کی کتاب "**کفایة الطالب**" سے ماخوذ ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق اس کتاب کا مصنف " محمد بن یوسف" شیعہ اور کٹر رافضی ہے اس کا اہلسنت سے کوئی تعلق نہیں۔ حافظ ابن کثیر "**البدایة و النهایة**" میں سن ۶۵۸ھ کے واقعات کے ذیل میں "عین جالوت کی جنگ" کے عنوان کے تحت اس شخص کا رافضی ہونا بیان کرتے ہیں۔

> **"وقتلت العامة وسط الجامع شيخا رافضيا كان مصانعا للتتار على أموال الناس يقال له الفخر محمد بن يوسف بن محمد الكنجي كان خبيث الطوية مشرقيا ممالئا لهم على أموال المسلمين قبحه الله وقتلوا جماعة مثله من المنافقين فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين"**[166]
>
> " عوام نے جامع کے درمیان میں ایک بوڑھے رافضی کو قتل کیا جو لوگوں کے اموال پر تاتاریوں سے چاپلوسی کرتا تھا اسے فخر محمد بن یوسف بن محمد الکنجی کہا جاتا تھا یہ بڑا خبیث طبیعت مشرقی تھا اور مسلمانوں کے اموال پر ان کی مدد کرنے والا تھا خدا اس کا ناس کرے اور انہی کی مثل منافقین کی ایک جماعت کو قتل کیا یوں ظالم قوم کی جڑ کاٹ لی گئی۔ الحمد للہ رب العالمین۔

حافظ ابن کثیر نے تصریح فرمادی کہ یہ شخص رافضی تھا اس کا اہلسنت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مزید یہ کہ نقوی صاحب نے کفایۃ الطالب کے جس نسخہ سے یہ عبارت پیش کی ہے اس

---

166 ابن كثير اسماعيل بن كثير ، الدمشقى ، البداية والنهاية ،وقعت عين جالوت ، مكتبة المعارف ، بيروت، ۱۴۰۸ھ، ج۱۳ ، ص ۲۲۱

نسخہ کے آغاز میں اس مصنف کی سن وفات ۶۵۸ھ لکھی ہوئی ہے۔اور ساتھ "**المقتول**" بھی لکھا ہوا ہے۔ نقوی صاحب کی کتاب میں اس کو بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

کتاب 23

نقوی[167] صاحب نے کتاب 23 کے تحت **کتاب الاموال** سے **علوان بن داود بجلی** کی اسی روایت کا حوالہ دیا جس کی تردید ہم کتاب 06 کے تحت کر چکے ہیں۔ شاید نقوی صاحب کو ایک ہی روایت بار بار پیش کرنے کی عادت ہے۔ نقوی صاحب یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اس روایت کو سنی علماء نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔ کسی محدث کا اپنی کتاب میں کسی روایت کو نقل کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ صحیح روایت ہے روایت کی صحت کو پرکھنے کے کچھ اصول وضوابط ہیں۔اور ان اصول وضوابط کو نقوی صاحب بڑی اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں۔

نقوی صاحب صرف سنی کتب میں موجود اس روایت کو دیکھ رہے ہیں۔ اگر نقوی صاحب اس روایت سے متعلق اہل علم کی تحقیق پڑھ لیتے تو انہیں اس طرح شرمندہ نہ ہونا پڑتا۔امام ابی عبید قاسم بن سلام نے اس روایت کو بطریق علوان ہی نقل کیا ہے۔ مگر انہوں نے کتاب میں مکمل سند ذکر نہیں فقط **عن حمید بن عبدالرحمن بن عوف عن ابیہ عبدالرحمن قال** کہہ کر وہی متن بیان کیا ہے۔

یہ وہی روایت ہے جو بطریق علوان بن داود المعجم الکبیر میں کتاب 06 کے تحت گزر چکی ہے۔ اس روایت سے متعلق ہم تفصیل سے اپنی تحقیق قارئین کے سامنے پیش

---

167 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص۵۸-۵۷

کر چکے ہیں۔

کتاب 24

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 24 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[168]

"فأقبل عمر بشيء من نار على أن يضرم الدار فلقيته فاطمة رضي الله عنها وقالت : إلى أين يا ابن الخطاب أجئت لتحرق دارنا قال : نعم"[169]

" پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گھر کو جلانے کے لیے کہیں سے تھوڑی سی آگ لے کر آئے تو ان کی ملاقات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابن خطاب ! تو کہاں آیا ہے ؟ کیا تو اس لیے آیا ہے کہ ہمارے گھر کو جلادے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں "

یہ عبارت تاریخ ابی الفداء سے ماخوذ ہے اس کتاب کے مصنف کا نام ابو الفداء اسماعیل بن علی بن محمود ہے یہ شخص اہلسنت نہیں بلکہ شیعہ رافضی ہے۔ آقا بزرگ طہران نے اپنی کتاب " الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ" میں اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ شیعہ مورخ ہے۔ اس کا اہلسنت سے کوئی تعلق نہیں۔

"وهو وإن عد من الشافعية لكن في مواضع من تاريخه عند ذكر أمير

---

168 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۶۰-۵۹

169 ابو الفداء ، اسماعیل بن علی بن محمود ، تاریخ ابی الفداء المسمی المختصر فی اخبار البشر ،ذكرأخبار أبي بكر الصديق وخلافته رضي الله عنه دار الکتب العلمیة ، بیروت ، ج١ ص ٢١٩

المؤمنين عليه السلام وذكر والده أبي طالب وغيرهما يظهر منه آثار التشيع وقدمر في (ج ٢ - ص ٣٤٠) انه أخرج في كتاب إمامة أمير المؤمنين عليه السلام عن تاريخ المؤيد.''[170]

''اگرچہ اس کو شافعی سمجھا جاتا ہے لیکن اس کی تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں جب اس نے امیر المومنین علیہ السلام کا ذکر کیا اور ان کے والد ابو طالب اور دیگر کا ذکر کیا اس سے یہ بات ظاہر اور معلوم ہوئی کہ اس میں شیعت پائی جاتی ہے۔ اور اس کا ذکر اس کی کتاب کی دوسری جلد کے صفحہ ۳۴۰ پر گزر چکا ہے۔ اس نے کتاب امامت امیر المومنین علیہ السلام میں مؤید کی تاریخ سے روایت لی ہیں۔''

شیخ آقا بزرگ طہرانی کی اس وضاحت سے یہ بات واضح ہے کہ تاریخ ابی الفداء کا مصنف ''ابو الفداء اسماعیل بن علی بن محمود'' شیعہ ہے اور اس کی کتاب تاریخ ابی الفداء بھی شیعہ منابع میں سے ہے اس کتاب کا اہلسنت منابع سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی اس کی کتاب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضرت ابو طالب کی نسبت سے جو مواد درج ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شیعہ مورخ ہے۔

کتاب 25

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 25 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[171]

---

170 الطہرانی ، آقا بزرگ ، الشیخ ، الذریعة الی تصانیف الشیعة ، ج۳، ص ۲۲۷ ،رقم: ۸۲۶

171 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۶۲-۶۱

"فقالت: یابن الخطاب أجئت لتُحرق دارنا قال: نعم"[172]

" سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے ابن خطابؓ! کیا تو اس لیے آیا ہے کہ ہمارے گھر کو جلا دے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں"

یہ عبارت العقد الفرید سے ماخوذ ہے اس کتاب کے مصنف کا نام احمد بن محمد بن عبد ربہ الاندلسی ہے۔ یہ شیعہ مورخ ہے اور اس کی کتاب تاریخ کے باب میں شیعہ منابع میں سے ہے۔ آقا بزرگ طہرانی بیان کرتے ہیں۔

" العقد) لابي عمر احمد بن محمد المعروف بابن عبد ربه القرطبى، المتوفى سنة ثمان وعشرين وثلاثمأة. اوله [الحمدلله الاول بلاابتداء۔۔] ان في خزانةالحاج معتمدالدولةفرهادميرزا. حكى في (كشف الظنون) عن ابن خلكان انه من الممتعة حوى من كل شئ وحكى ابن كثير ايضا انه يدل كلامه على تشيع منه."

"(العقد) ابو عمر احمد بن محمد المعروف ابن عبد ربہ القرطبیؒ (متوفی ۳۲۸ ہجری) کی تصنیف ہے جو "الحمد للہ الاول بلا ابتداء" کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ کتاب مذکورہ الحاج معتمد الدولہ فرہاد میرزا کے خزانہ (کتب خانہ) میں تھی۔ ابن خلکان سے کشف الظنون میں روایت ہے کہ یہ کتاب معمولی سے معمولی نفع کی باتوں پر مشتمل ہے۔ اور ابن کثیر نے یہ بھی کہا کہ اس کا کلام اس کے شیعہ ہونے پر دلالت کرتا ہے"

آقا بزرگ طہرانی نے اس کتاب کو شیعہ تصانیف کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ اور اس کتاب کے مصنف کو شیعہ کہا اور ساتھ بطور تائید ابن کثیر کا حوالہ دیا ہے۔ لہذا نقوی صاحب اور ان کے رفقاء اس کتاب کو اہل سنت کی کتاب نہ کہیں، یہ ان کے مسلک کی جاگیر ہے۔ اہلسنت کا

---

172 الاندلسی ، احمد بن محمد بن عبد ربه ، العقد الفريد ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، ۱۴۰۴ھ، ج۵ ص ۱۳

اس کتاب سے کوئی تعلق نہیں۔

کتاب 26

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 22 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[173]

”**فوددت أني لم أكن فتشت بيت فاطمة**“[174]

” کاش میں فاطمہ کے گھر کی تفتیش نہ کرتا“

اس روایت سے متعلق ہم اپنی رائے کا اظہار 06 کے تحت کر چکے ہیں یہ علوان بن داود بجلی کی روایت ہے۔ علوان بن داود بجلی منکر الحدیث ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس پر مفصل کلام کیا ہے۔ مزید یہ کہ یہ روایت نقوی صاحب نے علامہ مسعودی کی کتاب ”**مروج الذهب**“ سے پیش کی ہے۔

علی بن حسین المسعودی شیعہ مورخین میں سے ہے۔ ہم کتاب 01 کے تحت اس پر مفصل کلام کر چکے ہیں۔ مزید امام اہلسنت امام احمد رضا خان کی رائے سے آگاہی قارئین کے لیے ناگزیر ہے۔

امام احمد رضا خان فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں:

”اقول: علاوہ بریں اگر یہ مسعودی علی بن حسین صاحب مروج ہے تو خود رافضی ہے۔ اس کی کتاب کی مروج الذہب خلفائے کرام و صحابہ عظام،

---

173 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۶۴-۶۳

174 المسعودی ، علی بن حسین ، مروج الذهب و معادن الجواهر ، ذكر خلافة أبي بكر الصديق ، المكتبة العصرية ، بيروت ، ١٤٢٥ھ، ج٢ ،ص ٢٣٨

عشرہ مبشرہ وغیر ہم رضی اللہ عنہم پر صریح تبرا سے جا بجا آلودہ و ملوث ہے۔"[175]

کتاب 27

نقوی[176] صاحب نے کتاب 27 کے تحت " کتاب جمل من انساب الاشراف للبلاذری" سے ایک روایت پیش کی۔ اس روایت کا رد ہم تفصیل سے کتاب 03 اور 04 کے تحت کر چکے ہیں۔

کتاب 28

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 28 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[177]

"إن عمر رفس فاطمة حتى أسقطت بمحسن."[178]

" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کو مارا جس کے نتیجے میں ان کے صاحبزادے محسن کا حمل ساقط ہو گیا"

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے ایک بار علمی خیانت اور غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا۔ علامہ ذہبی نے یہ الفاظ احمد بن محمد کے ترجمہ کے ذیل میں نقل کیے ہیں۔ نقوی صاحب کی علمی

---

175 بریلوی، احمد رضا، امام، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، ۱۴۲۶ھ، ج۲۹، ص۴۰۰

176 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص۶۶-۶۵

177 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص۶۸-۶۷

178 الذهبی ، احمد بن عثمان ، میزان الاعتدال، ج۱ ص ۲۸۳، رقم : ۵۵۱

بصیرت پر افسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ نقوی صاحب نے اپنی کتاب میں علامہ ذہبی کی کتاب ”میزان الاعتدال“ سے اس راوی کا مکمل ترجمہ نقل کیا، اس راوی کے ترجمہ کے آغاز ہی میں لکھا ہوا ہے کہ یہ راوی کذاب اور رافضی ہے۔ اور یہ الفاظ نقوی صاحب کی کتاب میں بھی موجود ہیں۔

کذاب راوی کے احوال بیان کرتے ہوئے علامہ ذہبی نے اس راوی کی نسبت سے یہ الفاظ بھی نقل کر دیے۔ یعنی علامہ ذہبی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ الفاظ من گھڑت ہیں کیونکہ ان الفاظ کو روایت کرنے والا احمد بن محمد کذاب راوی ہے

”أحمد بن محمد بن السری بن يحيى بن أبی دارم المحدث. أبو بكر الكوفی الرافضی الكذاب. مات في أول سنة سبع وخمسين وثلاثمائة. وقيل: إنه لحق إبراهيم القصار. حدث عن أحمد بن موسى والحمار وموسى بن هارون وعدة. روى عنه الحاكم، وقال: رافضي، غير ثقة. وقال محمد بن أحمد بن حماد الكوفی الحافظ - بعد أن أرخ موته: كان مستقيم الامر عامة دهره، ثم في آخر أيامه كان أكثر ما يقرأ عليه المثالب، حضرته ورجل يقرأ عليه: إن عمر رفس فاطمة حتى أسقطت بمحسن. وفي خبر آخر في قوله تعالى: وجاء فرعون عمر وقبله أبو بكر والمؤتفكات عائشة وحفصة، فوافقته على ذلك، ثم إنه حين أذن الناس بهذا الاذان المحدث وضع حديثا متنه: تخرج نار من قعر عدن تلتقط مبغضي آل محمد، ووافقته عليه. وجاءني ابن سعيد في أمر هذا الحديث، فسألني، فكبر عليه، وأكثر الذكر له بكل قبيح، وتركت حديثه، وأخرجت عن يدى ما كتبته عنه. ويحتجون به في الاذان. زعم أنه سمع موسى بن هارون، عن الحمانی، عن أبی بكر بن عياش، عن عبد العزيز بن رفيع، عن أبی محذورة، قال: كنت غلاما، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: اجعل في آخر أذانك حی على خير العمل. وهذا حدثنا به

جماعة عن الحضرمي، عن يحيى الحماني. وإنما هو اجعل في آخر أذانك: الصلاة خير من النوم. تركته ولم أحضر جنازته."[179]

"احمد بن محمد السری بن یحیی بن ابی دارم محدث، اس کی کنیت ابو بکر ہے اور یہ کوفہ کا رہنے والا ہے۔ یہ رافضی اور کذاب ہے اس کا انتقال ۳۵۷ھ کے آغاز میں ہوا۔ اور ایک قول کے مطابق یہ ابراہیم قصار سے ملا ہوا ہے۔ اس نے احمد بن موسیٰ، حمار اور موسیٰ بن ہارون اور ایک بڑی تعداد سے روایات نقل کی ہیں۔ حاکم نے اس کے حوالے سے روایات نقل کی ہیں اور یہ کہا ہے یہ رافضی اور غیر ثقہ ہے۔ محمد بن احمد کوفی نے اس کی تاریخ وفات بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ زیادہ عرصہ اس کا معاملہ ٹھیک رہا پھر آخری ایام میں اس نے بکثرت وہ روایات نقل کرنا شروع کر دیں، جن کو اس کے سامنے پڑھا گیا تھا، اور جن میں (صحابہ کرام پر تنقید) کی گئی تھی۔ ایک دفعہ میں اس کے پاس موجود تھا۔ ایک شخص نے اس کے سامنے یہ روایت پڑھی "**ان عمر رفس فاطمة حتى اسقطت بمحسن**" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مارا جس کے نتیجے میں ان کے صاحبزادے محسن کا حمل ساقط ہو گیا۔ ایک اور روایت میں یہ بات منقول ہے: اللہ تعالیٰ کے فرمان " فرعون آیا" سے مراد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں اور اس سے پہلے سے مراد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور "**الموتفكات**" سے مراد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں تو اس نے اس بارے میں اس کی موافقت کی پھر جب لوگوں میں اذان دینے کا نیا طریقہ رائج ہوا تو اس نے ایک اور حدیث گھڑ لی۔ جس کا متن یہ تھا: **تخرج نار من قعر عدنان تلتقط مبغضى آل محمد،** "عدن

---

179 الذهبی ، احمد بن عثمان ، میزان الاعتدال، ج۱ ص ۲۸۴-۲۸۳، رقم : ۵۵۱

کے گڑھے سے ایک آگ نکلے گی، جو آل محمد ﷺ سے بغض رکھنے والوں کو نگل لے گی میں نے اس کی موافقت کی۔اس حدیث کے معاملے میں ابن سعید میرے پاس آیا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا تو یہ بات اسے بہت شاق گزری اور اس نے ہر برائی کے ساتھ اس کا بکثرت ذکر کیا تو میں نے اس کی حدیث ترک کر دی۔ میں نے اپنے ہاتھ کے ساتھ وہ تمام روایات نکالیں جو میں نے اس کے حوالے سے نوٹ کی تھیں۔ لوگ اذان کے بارے میں اس کی نقل کردہ روایت کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اس نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے: فرماتے ہیں: میں نوجوان تھا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: **اجعل في آخر اذانك حی علی خیر العمل** تم اپنی اذان کے آخر میں " **حی علی خیر العمل**"شامل کرلو۔ یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: **اجعل في آخر اذانك: الصلاۃ خیر من النوم** "تم اپنی اذان کے آخر میں **الصلاۃ خیر من النوم**" شامل کرلو۔" (راوی کہتے ہیں:)تو میں نے اسے ترک کر دیا اور میں اس کے جنازے میں بھی شریک نہیں ہوا۔"

قارئین احمد بن محمد کی کذب بیانی ملاحظہ فرمائیں اس نے کس قدر شیخین کریمین اور امہات المومنین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف توہین آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں۔، اس سے یہ واضح ہے کہ یہ رافضی ہے جیسا کہ علامہ ذہبی نے بیان کیا۔

پھر مزید اس نے رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے بھی من گھڑت روایت بیان کی ہیں ایسا شخص اس لائق نہیں کہ اس سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت کی خبر کو سنا جائے ور اس کی تصدیق کی جائے۔ القصہ مختصر، میزان الاعتدال میں یہ الفاظ راوی کی کذب

بیانی ہے۔

کتاب 29

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 29 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[180]

" لَوْلَا عَهْدٌ عَهِدَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى اوُرَدْتُ الْمُخَالِفِينَ خَلِيجَ الْمَنِيَّةِ"[181]

"آنحضرت ﷺ نے مجھ سے ایک عہد نہ کیا ہوتا تو میں مخالفوں کو موت کے گھاٹ پر اتارتا (ان کا کام تمام کر دیتا)۔ اصل میں خلیج گہرے نالے کو کہتے ہیں اور اس نہر کو جو بڑی نہر سے نکالی جائے۔ (یہ حضرت علیؑ کا قول ہے)"

نقوی صاحب نے علامہ وحید الزماں کی کتاب " لغات الحدیث " سے ایک روایت کا حوالہ پیش کیا۔ اس روایت کا حوالہ دے کر نقوی صاحب کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ نقوی صاحب کی علمی استعداد کا اندازہ توان کے حوالہ جات سے ہی ہو گیا ہے۔

اس بار پھر نقوی صاحب نے سیاق وسباق کے بغیر علامہ وحید الزماں کی کتاب سے یہ روایت پیش کی۔ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ کسی کتاب میں کسی روایت کا نقل ہونا اس کی صحت کی دلیل نہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ کسی مسلک کی کتاب میں منقول ہر روایت ہی مسلک کے لیے قابل قبول ہو۔ اولاً یہ روایت اہل سنت کی کسی معتبر کتاب میں

---

180 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا ص ۷۰-۶۹

181 علامہ، وحید الزمان، لغات الحدیث، خ، نعمانی کتب خانہ، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۶۲۵

نہیں ہے۔ثانیاً علامہ وحید الزماں کی کتاب " لغات الحدیث " متن حدیث کی کتاب نہیں بلکہ حدیث کی لغت پر مشتمل کتاب ہے۔ طالب علم اس کتاب کا حوالہ اسی صورت دیتا ہے جب حدیث کے الفاظ کی لغوی تشریح مقصود ہو۔ کوئی طالب علم حدیث کے متن کا ریفرنس لغات سے پیش نہیں کرتا۔

اگر اس روایت کو سنی روایت کے طور پر قبول کر لیا جائے تو عرض یہ ہے کہ اس کی معتبر سند نقوی صاحب پیش کریں کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایسا کوئی عہد لیا تھا۔ علامہ وحید الزماں نے اس روایت کی سند بیان نہیں کی۔ اگر ان تمام تر دلائل کو نظر انداز کر دیا جائے، تب بھی نقوی صاحب اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

کیونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شہادت سے متعلق ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ اس طرح کی روایات شیعہ کتب میں منقول ہیں اہلسنت کی کسی معتبر کتاب میں احراق باب زہرا کی ایک روایت بھی نہیں ہے۔ نقوی صاحب کا اس روایت کو پیش کرنے کا فقط ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ کہ سنی حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اتنا سب کچھ ہو گیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ آخر خاموش کیوں رہے۔

اس سوال کے جواب میں نقوی صاحب نے یہ بے سند روایت پیش کی اور یہ ثابت کرنے کی سعی کی کہ سیدنا علی رسول اللہ ﷺ کے عہد کی وجہ سے خاموش تھے۔ حالانکہ تاریخی حقائق اس کی تائید نہیں کرتے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خلفاء ثلاثہ کے خلاف احتجاج نہ کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ حالات ناساز ہونے کی وجہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔

شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کے دور میں حالات اس قدر ناساز نہ تھے جس قدر

۴۰ ہجری میں ناساز تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں جمل، صفین اور نہروان لڑ کر یہ بتادیا کہ علی تلوار اٹھانا نہیں بھولے، علی جانتے ہیں کہ تلوار کہاں اٹھانی ہے اور کہاں نہیں اٹھانی۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے قتل پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ خاموشی اختیار کر لیں اور جمل، صفین، نہروان میں قتال کریں۔ اگر سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے قتل کو تاریخی اعتبار سے درست مان لیا جائے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قتل کرنے والے بڑے مجرم ہیں اور اہل جمل، اہل صفین، اور اہل نہروان چھوٹے مجرم ہیں۔ لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قاتلین سے کوئی بدلہ نہیں لیا اور اہل جمل، اہل صفین اور اہل نہروان پر تلوار تان دی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلفاء ثلاثہ کے دور میں خاموشی پر تاریخی حقائق شاہد ہیں کہ ایسا کوئی نزاع نہیں تھا۔ معترضین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس خاموشی پر فقط قیاس آرائی کر رہے ہیں۔ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس لیے خاموش رہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فلاں مجبور تھی، تاریخی حقائق یا تاریخی مقدمات قیاس پر قائم نہیں ہوتے۔

اس کے لیے قطعی دلائل درکار ہوتے ہیں معترضین اس خاموشی کے جواز پر المستدرک سے ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں آقا علیہ السلام نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہونے والی غداری کا ذکر کیا تھا۔

حدثنا أبو حفص عمر بن أحمد الجمحي بمكة ثنا علي بن عبد العزيز ثنا عمرو بن عون ثنا هشيم عن إسماعيل بن سالم عن أبي إدريس الأودي عن علي رضي الله عنه قال : إن مما عهد إلي النبي

صلی اللہ علیہ و سلم أن الأمة ستغدر بي بعده[182]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے جو عہد لیے منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ ان کے بعد امت ہمارے ساتھ بغاوت کرے گی۔

اس روایت کو اگرچہ علامہ ذہبی نے تلخیص میں صحیح قرار دیا ہے لیکن ہماری تحقیق کے مطابق یہ روایت اصلاً مرسل ہے۔ ابو ادریس الاودی کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ اور یہ راوی بھی مجہول ہے۔ امام ابن عبد البر بیان کرتے ہیں

" أبو ادريس الأودی جد عبد اللّٰہ بن ادريس اسمه إبراهيم بن حديد. وقيل: ابن أبی حديد كوفی رأی علی بن أبی طالب. روى عنه ابناه داود، وادريس، وروى عنه الحسن بن عبيد اللّٰہ وإسماعيل بن سالم الأسدی "[183]

"ابو ادریس الاودی عبد اللہ بن ادریس کا دادا، اور اس کا نام ابراہیم بن حدید ہے اور اس کو ابن ابی حدید کوفی کہتے ہیں۔ اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اس سے اس کے بیٹوں میں سے داود اور ادریس نے روایات نقل کی ہیں' اور حسن بن عبید اللہ اور اسماعیل بن سالم اسدی نے روایات نقل کی ہیں"

---

182 النيشاپوری محمد بن عبدالله ، الحاكم ، المستدرک علی الصحيحين ،كتاب معرفة الصحابة ، ذكر اسلام امير المومنين علی رضی الله عنه ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، ١٤٢٢ھ، ج٣، ص ١٥٠، رقم : ٤٦٧٦

ابن عساكر ، علی بن حسين ، تاريخ مدينة دمشق ، علی بن ابی طالب رضی الله عنه دار الفكر ، بيروت ، ١٤١٧ھ ، ج٤٢، ص ٤٤٨-٤٤٧

183 ابن عبدالبر ، يوسف بن عبدالله ، الاستغناء في معرفة المشهورين من حملة العلم بالكنى ، دار ابن تيمية ، الرياض ، ١٤٠٥ھ، ج١ ص ٣٤١

ابن عبد البر نے فقط سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کی بات کی ہے یہاں سماع کی تصریح نہیں کی اور جہاں تک اس راوی کے مجہول ہونے کا تعلق ہے تو امام ابن ابی حاتم بیان کرتے ہیں۔

إبراهيم بن أبى حديد جد إدريس الأودي روى عن على مرسل روى عنه ابناه وداود والحسن بن عبيد الله وإسماعيل بن سالم الأسدي سمعت أبى يقول ذلك قال وسئل أبى عنه فقال مجهول[184]

" ابراہیم بن ابی حدید الاودی، اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور اس سے اس کے دونوں بیٹوں داود اور حسن بن عبید اللہ نے روایات نقل کی ہیں اور اس سے اسماعیل بن سالم اسدی نے بھی روایات نقل کی ہیں، میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا اور ان سے اس کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے کہا: یہ مجہول ہے"

امام ابن ابی حاتم نے یہاں اس راوی کے مجہول الحال ہونے کو بھی بیان کیا اور ساتھ اس امر کی بھی وضاحت فرمادی کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کرتا ہے۔ یہاں مجہول سے مراد اس کی توثیق اور عدالت سے عدم واقفیت ہے۔ معترضین اس قول کی تردید میں امام ابن حبان کا حوالہ پیش کرتے ہیں کہ امام ابن حبان نے اس راوی کو الثقات میں شمار کیا ہے۔

"إبراهيم بن أبى حديد الأودي ويقال بن حديد وكنيته أبو إدريس يروى عن على"[185]

" ابراہیم بن ابی حدید الاودی، اور اسے ابن حدید بھی کہا گیا ہے اور اس کی کنیت ابوادریس ہے اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایات نقل کی ہیں

---

184 ابن ابی حاتم ،عبدالرحمن بن ابی حاتم ، الجرح والتعديل ، دائرة المعارف ا لعثمانية ، حيدر آباد دكن ، ١٣٧١ھ، ج٢، ص ٩٦، رقم: ٢٦٢

185 ابن حبان ، محمد بن حبان بن احمد ، الثقات ، دائرة المعارف ا لعثمانية ، حيدر آباد دكن ،١٣٩٣ھ، ج٤، ص ١١، رقم : ١٦١٣

"

امام ابن حبان کے بارے میں تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ امام ابن حبان توثیق کے معاملے میں متساہل ہیں۔ لہذا امام ابن ابی حاتم کا قول ہمارے نزدیک اصح ہے مزید یہ کہ کسی کتاب میں بھی اس راوی سے متعلق نہ جرح کا قول ملتاہے اور نہ ہی اس کی توثیق بیان ہوئی ہے جہاں تک ابن حبان کے اس قول کا تعلق ہے کہ ابو ادریس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایات نقل کی ہیں تو اس کی وضاحت امام ابن ابی حاتم نے کردی کہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرسل روایات نقل کرتاہے۔ لہذا یہ بات اثبت ہے کہ یہ راوی باعتبار عدالت مجہول ہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ارسال کرتاہے۔ اس روایت کی مزید اسانید و طرق کتب حدیث و تاریخ میں ذکر کیے گئے ہیں۔ وہ تمام اسانید و طرق ضعیف ہیں۔ امام حاکم نے یہی متن بطریق حیان الاسدی روایت کیاہے۔

عن حيان الأسدي سمعت عليا يقول : قال لي رسول الله صلى الله عليه و سلم إن الأمة ستغدر بك بعدي و أنت تعيش على ملتي و تقتل على سنتي من أحبك أحبني و من أبغضك أبغضني و إن هذه ستخضب من هذا يعني لحيته من رأسه[186]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے میرے بارے میں فرمایا: بے شک ایک قوم میرے بعد تیرے خلاف بغاوت کرے گی اور تم میرے دین پر قائم رہو گے اور تم میرے طریقے پر جہاد کرو گے جس نے تم سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تم سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور بے شک تمہاری یہ داڑھی سر (کے خون

---

186 النیشاپوری محمد بن عبداللہ ، الحاکم ، المستدرک علی الصحیحین ، ج۳، ص ۱۵۳، رقم : ۴۶۸۶

)سے رنگین ہو جائے گی

حیان الاندلسی کی روایت مکمل سند کے ساتھ بعض الفاظ کے اختلاف کے ساتھ بھی منقول ہے جس میں درج ذیل الفاظ ہیں۔

ستلقى بعدي جهدا قال في سلامة من ديني ؟ قال : في سلامة من دينک[187]

تم میرے بعد مشقت میں مبتلاء ہو گے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میرا دین سلامت رہے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا دین سلامت رہے گا۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں یہی روایت بطریق ابو ادریس نقل کرنے کے بعد اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"فإن صح هذا فيحتمل أن يكون المراد به، والله أعلم، في خروج من خرج عليه في إمارته، ثم في قتله."[188]

"اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس بات کا امکان ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حکومت میں ان کے خلاف خروج کیا اور پھر انہیں قتل کر دیا"

امام بیہقی کا یہ فرمانا" اگر یہ روایت صحیح ہے" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اسی طرح فرمایا ہے:

"قلت: ففي قوله: "إن صح"، إشارة إلى أنه غير صحيح عنده"

---

187 النيشاپورى محمد بن عبدالله ، الحاكم ، المستدرک على الصحيحين ، ج٣، ص ١٥١، رقم : ٤٦٧٧

188 بیہقی ، احمد بن حسين ، دلائل النبوة ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، ١٤٠٨ ھ ، ج٦ ص ٤٤٠

''میں ان کے اس کے قول'' اگر یہ صحیح ہے'' کے بارے میں کہتا ہوں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے''

اس روایت کو خطیب بغدادی نے بھی تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے۔

عمر بن الوليد بن أبان الكرابيسي حدث عن القاسم بن عيسى الواسطي ومحمد بن إبراهيم بن العلاء الشامي ومحمد بن المغيرة الشامي ومحمد بن المغيرة الشهرزوري روى عنه علي بن أحمد بن نقيش السامري وسعيد بن يعقوب العطار وعبد الله بن إسحاق البغوي وعبد الباقي بن قانع أخبرنا الحسن بن أبي بكر أخبرنا عبد الباقي بن قانع حدثنا عمر بن الوليد بن أبان الكرابيسي حدثنا القاسم بن عيسى الواسطي حدثنا هشيم عن إسماعيل عن سالم عن أبي إدريس عن علي قال مما عهد إلى النبي صلى الله عليه وسلم أن الأمة ستغدر بك من بعدي[189]

'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے جو عہد لیا اس میں یہ تھا کہ میرے بعد ایک قوم تجھ سے غداری (بغاوت) کرے گی''

یہ روایت باعتبار سند ضعیف ہے۔تاریخ بغداد کے فاضل محقق '' شیخ الدکتور بشار عواد معروف'' نے اس روایت پر سیر حاصل کلام کیا ہے۔مزید فاضل محقق نے امام حاکم کی اس حدیث کی صحت سے متعلق تحکیم پر بھی حیرت کا اظہار کیا ہے۔

''اسناده ضعيف ، لارساله ولجهالة ابى ادريس ابراهيم بن ابى حديد او ابن حديد (الجرح والتعديل ۲/الترجمة ۲۶۵)، وهشيم

---

189 خطیب بغدادی ،احمد بن علی ، تاریخ مدینۃ السلام، دار الغرب الاسلامی ، بیروت ، ۱۴۲۲ھ ، ج۱۳ ، ص ۵۹-۵۸، رقم : ۵۸۸۱

بن بشير يدلس ، وقد عنعنه اخرجه الدولابى فى الكنى والاسماء ١٠٤/١ ،والحاكم ١٤٠/٣ ، وقال :" هذا حديث صحيح الاسناد ،" وغض الطرف عن ارساله وجهالة راوية ، ولا عجب ، والبيهقى فى الدلائل ٤٤٠/٦ من طريق ابى ادريس الاودى ،به واخرجه العقيلى ١٧٨/١ ، والبيهقى فى الدلائل ٤٤٠/٦ من طريق ثعلبة بن يزيد الحمانى عن على ، بنحوه واسناده ضعيف لضعف ثعلبة كمابيناه فى "التحرير التقريب"[190]

"اس کی اسناد ابو ادریس کے ارسال اور اس کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہیں اور ہشیم بن بشیر مدلس ہیں اور ان کی روایت معنعن ہے۔اس روایت کو دولابی اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے امام حاکم نے فرمایا: اس کی اسناد صحیح ہیں اور انھوں نے راوی کے ارسال اور اس کی جہالت سے صرف نظر کر لیا۔اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔اور اس روایت کو امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بطریق ابو ادریس روایت کیا ہے۔اور اس کو امام عقیلی نے بھی بیان کیا ہے۔امام بیہقی نے اس روایت کو ثعلبہ بن یزید کے طریق سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے بھی نقل کیا ہے۔اور اس کی اسناد ثعلبہ بن یزید کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہیں جیسا کہ ہم نے اس کو "تحریر القریب" میں بیان کیا ہے۔"

الدکتور بشار عواد معروف نے اس روایت میں موجود ضعف کو تفصیل سے بیان کیا اور مزید اسانید و طرق کا ذکر کر کے اس پر ضعف کا حکم لگایا۔ فاضل محقق نے ابو ادریس الاودی کے ارسال پر بھی کلام کیا لہذا اس مسئلہ میں ہم منفرد نہیں۔

---

190 خطیب بغدادی ،احمد بن علی ، تاریخ مدینة السلام، ، ج١٣ ، ص ٥٩، رقم : ٥٨٨١

لہذا یہ بات اثبت ہے کہ یہ روایت غیر مستند ہے۔ فاضل محقق نے مزید بعض طرق کا ذکر کیا اور ان پر بھی ضعف کا حکم لگایا ہے۔ ثعلبہ بن یزید کی روایت تاریخ دمشق، امام عقیلی کی الضعفاء اور مسند البزار میں موجود ہے۔

أخبرنا أبو عبد الله محمد بن الفضل أنا أبو بكر البيهقي أنا أبو بكر أحمد بن الحسن القاضي أنا أبو جعفر بن دحيم نا أحمد بن حازم بن أبي غرزة أنا عبيد الله و أبو نعيم و ثابت بن محمد عن فطر بن خليفة ح قال و نا أحمد بن حازم نا عبيد الله نا عبد العزيز بن سياه قالا جميعا عن حبيب بن أبي ثابت عن ثعلبة الحماني قال سمعت عليا على المنبر و هو يقول و الله أنه لعهد النبي الأمي إلي أن الأمة ستغدر بك بعد، قال البخاري ثعلبة بن يزيد الحماني فيه نظر لا يتابع عليه في حديثه هذا[191]

"ثعلبہ بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا: اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے یہ عہد لیا کہ ایک قوم تجھ سے میرے بعد غداری (بغاوت، خیانت) کرے گی، امام بخاری نے کہا ثعلبہ بن یزید، محل نظر ہے اس کی اس حدیث کا کوئی متابع نہیں"

امام ابن عساکر نے اس روایت کے ساتھ امام بخاری کے قول سے اس امر کی تصریح فرمادی کہ یہ روایت غیر مستند ہے۔ یعنی ثعلبہ بن یزید کی اس روایت کی مزید راویان سے تائید نہیں

---

191 ابن عساكر، على بن حسين، تاريخ مدينة دمشق، على بن ابى طالب رضی اللہ عنہ، ج۴۲، ص۴۴۷-۴۴۶

العقيلى، محمد بن عمرو، كتاب الضعفاء الكبير، كامل أبو العلاء عن أبي صالح مولى ضباعة، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۰۴ھ، ج۴، ص ۹، رقم : ۱۵۶۱ ؛ البزار، احمد بن عمرو، مسند البزار، مؤسسة علوم القرآن، بيروت، ۱۴۰۹ھ، ج۳ ص ۹۲-۹۱ رقم : ۸۶۹

ملتی۔ شیخ ناصر الدین البانی نے اس روایت کو السلسلۃ الضعیفۃ[192] والموضوعۃ میں نقل کیا ہے۔اور اس پر ضعف کا حکم لگایا ہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ واضح ہے کہ یہ روایت غیر مستند ہے۔مزید برآں اگر اس روایت کو درست مان لیا جائے تو اس سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے الزامات کسی صورت ثابت نہ ہوں گے۔

اس روایت سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قتل ہوا تھا اور سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے قتل کی وجہ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما تھے۔ہماری دانست میں اس روایت کا تعلق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت سے ہے۔

اصولاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے غداری ان کے اپنے ساتھیوں نے کی تھی جس کے نتیجے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو نہروان لڑنی پڑی۔ جیسا کہ امام بیہقی نے فرمایا اور اس روایت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خاموشی سے بیٹھ جانے کا نہیں۔ بلکہ ان غداروں سے قتال کرنے کا ذکر ہے۔ جیسا کہ حیان اسدی کی روایت سے واضح ہے۔ لہذا معترضین کا اس روایت سے یہ استدلال باطل ہے کہ یہاں غداری سے مراد خلیفہ اول وثانی کے دور میں ہونے والی غداری ہے۔

یہ روایت تو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی براءت سے متعلق ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف کوئی قتال نہیں کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس حدیث کی رو سے انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کوئی غداری نہیں کی تھی۔ ورنہ سیدنا علی رضی اللہ

192 البانی ، ناصر الدین ، السلسلۃ الضعیفۃ والموضوعۃ ، مکتبۃ المعارف للنشر والتوزیع ، الریاض ، ۱۴۲۲ھ ، ج۱۰، ص ۵۵۶-۵۵۵-۵۵۴-۵۵۲-۵۵۳، رقم : ۴۹۰۵

عنہ از روئے ارشاد پیغمبر ﷺ ان سے قتال ضرور کرتے۔ یہ روایت اور اس طرح کی مزید روایات سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہونے والی جنگوں سے متعلق ہیں۔

کتاب 30

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 30 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[193]

" إن عمر ضرب بطن فاطمة يوم لبيعة حتى ألقت المحسن من بطنها"[194]

"سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت والے دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ پر مارا یہاں تک کہ بچہ شکم مبارک میں ساقط ہو گیا۔"

یہ عبارت علامہ صفدی کی کتاب " الوافی بالوفیات" سے ماخوذ ہے۔ شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے ایک بار پھر غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا۔ اس عبارت کو سیاق کلام کے بغیر ذکر کرنے سے انھوں نے ثابت کر دیا کہ وہ کس قدر علمی طور خائن ہیں۔ لیکن ہم حسن ظن کے طور پر یہی کہتے ہیں کہ انھوں نے سیاق و سباق نہیں دیکھا ہو گا۔ بہر حال علامہ صفدی نے اپنی کتاب " الوافی بالوفیات" میں ابراہیم بن یسار کا ترجمہ نقل کیا ہے اس کے حالات زندگی بیان کیے ہیں اور اس کے گمراہ کن عقائد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

فرقہ نظامیہ اسی کی طرف منسوب ہے۔ علامہ صفدی فرماتے ہیں اس کا میلان

193 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۷۲-۷۱

194 الصفدی ، خلیل بن ایبک ، صلاح الدین ، الوافی بالوفیات ، دار احیاء التراث العربی ، بیروت ، ۱۴۲۰ھ، ج٦ ص ١٥

روافض کی طرف تھا۔اس بات کو ذکر کرتے ہوئے علامہ صفدی نے متعلقہ عبارت نقل کی ہے۔یعنی علامہ صفدی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مارنے کی بات اس براہیم بن یسار کی نسبت سے بیان کی ہے اور اس کی تردید کی ہے۔یعنی یہ شخص صحابہ کرام سے بغض رکھتا تھا اور اس کے نظریات میں یہ بات بھی شامل تھی کہ العیاذ باللہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ پر مارا جس کے نتیجے میں محسن شکم مبارک میں ہی ساقط ہو گیا .علامہ صفدی کا مکمل اقتباس درج ذیل ہے۔قارئین اس کو غور سے پڑھیں اور خود فیصلہ کریں کہ یہ بات کس سیاق میں علامہ صفدی نے لکھی ہے۔

”ومنها ميله إلى الرفض ووقوعه في أكابر الصحابة رضي الله عنهم وقال: نص النبي صلى الله عليه وسلم على أن الإمام علي وعينه وعرفت الصحابة ذلك ولكن كتمه عمر لأجل أبي بكر رضي الله عنهما، وقال: إن عمر ضرب بطن فاطمة يوم لبيعة حتى ألقت المحسن من بطنها“[195]

” اور اس کا میلان رافضیت کی طرف تھا اور یہ رافضیت اکابر صحابہ سے متعلق وقوع پذ ہوئی۔اس نے کہا: (ابراہیم بن یسار) امام علی رضی اللہ عنہ اور ان کی جانشینی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نص وارد ہے جس کو صحابہ جانتے تھے لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے چھپایا، اور اس (ابراہیم بن یسار) نے کہا: کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت والے دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ پر مارا یہاں تک کہ بچہ شکم مبارک میں ساقط ہو گیا“

ان باتوں کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

---

195 الصفدی ، خلیل بن ایبک ، صلاح الدین ، الوافی بالوفیات ، ج٦ ص ١٥

"نعوذ بالله من هوى مضل وعقلٍ يؤدي إلى التدين بهذه العقائد الفاسدة"[196]

" ہم ان گمراہ کن خواہشات کی وجہ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جو ہمیں ان فاسد عقائد پر قائم رہنے کی طرف لے جاتی ہیں۔"

علامہ صفدی کی عبارت سیاق و سباق کے بغیر پیش کرنا کس قدر ناانصافی ہے۔ علامہ صفدی ابراہیم بن یسار کے گمراہ کن عقائد پر تبصرہ فرمارہے ہیں اور اس کے ذیل میں انھوں نے اس بات کا ذکر کیا جس کو نقوی صاحب نے ایک الگ رنگ دے کر پیش کیا۔

علم و تحقیق کے میدان میں اس قدر غیر ذمہ داری اور لاپرواہی کسی صورت قبول نہیں کی جاسکتی۔ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی شہادت اگر تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے تو کسی ذی شعور اور منصف مزاج شخص کو ان کے قاتلین سے اعلان براءت کرنے میں تردد نہیں ہو گا۔

سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا آقا علیہ السلام کی دختر نیک اختر ہیں۔ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ کائنات کی تمام مستورات سے ارفع و اعلی ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے غداری یا بے نیازی اصلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غداری اور بے نیازی کے مترادف ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مظلومیت سے بے اعتنائی برتنا کسی صورت جائز نہیں۔

یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والا سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا سے محبت نہ کرے۔ لیکن محبت کا یہ مطلب نہیں کہ فقط اپنے ذاتی مفادات کی خاطر ان نفوس قدسیہ کی محبت کی آڑ میں غیر مستند واقعات سے اکابر صحابہ کرام پر کیچڑ اچھالا جائے۔

---

196 الصفدی ، خلیل بن ایبک ، صلاح الدین ، الوافی بالوفیات ، ج٦ ص ١٥

کتاب 31

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 31 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[197]

حدثنا أبو الوليد حدثنا ابن عيينة عن عمرو بن دينار عن ابن أبي مليكة عن المسور بن مخرمة: أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال: فاطمة بضعة مني فمن أغضبها أغضبني[198]

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

صحیح بخاری کی اس روایت کو پیش کرنے کے بعد نقوی صاحب اسی کتاب 31 کے تحت صحیح بخاری سے ایک اور روایت کا حوالہ دیتے ہیں۔[199]

فلم تكلمه حتى توفيت[200]

(سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں) اور موت تک ان سے گفتگو نہیں کی۔

یہ عبارت حدیث فدک سے ماخوذ ہے۔ نقوی صاحب نے ایک طرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ

---

197 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا، ص ۷۴-۷۳

198 بخاری ، محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری ، کتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ و منقبة فاطمة عليها السلام ، ص ٦٠٦ ، رقم : ۳۷۱۴

199 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۷۵

200 صحیح بخاری ، کتاب المغازی ، باب غزوة خیبر ، ص ٦٨۴ ، رقم : ۴۲۴۱-۴۲۴۰

عنہا کی ناراضی سے متعلق قول رسول ﷺ پیش کیا پھر صحیح بخاری ہی سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراضی کا ذکر کیا اور ان دونوں روایات کو پیش کر کے نقوی صاحب یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ معاذاللہ مطعون ہیں کیونکہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا ان سے ناراض ہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضی ہے اس اعتبار سے رسول اللہ ﷺ بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہیں۔ جہاں تک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی اور ان کو دکھ دینے کی بات ہے تو یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا میں رسول اللہ ﷺ کی رضا ہے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی رسول اللہ ﷺ کی ناراضی ہے اور رسول اللہ ﷺ کو ناراض کرنا یا آپ کو دکھ دینا، تکلیف دینا دنیا و آخرت میں بربادی کا سبب ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا[201]

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ نے لعنت کی ہے اور اس نے ان کے لیے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کی رو سے وہ لوگ تباہ و برباد ہو گئے جو رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دینے کا باعث بنے۔ یہ آیت اصلاً ایک خاص سیاق میں اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔ اگر اس آیت کو سیاق و سباق میں رکھ کر دیکھیں تو یہ آیت منافقین سے متعلق ہے منافقین رسول اللہ ﷺ

201 الاحزاب: ۵۷

کو ایذا پہنچاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کو پریشان کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر والوں کے خلاف طوفان بد تمیزی برپا کرتے تھے۔

اس لیے قرآن نے اس آیت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کا حکم اہل ایمان کو دیا۔ اور اس آیت کے بعد منافقین کی اس روش کا ذکر کیا جس کی روش کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان رہتے تھے۔ لہذا یہ آیت اپنے سیاق و سباق میں باعتبار مفہوم و مدعا بالکل واضح ہے لیکن اس آیت سے یہ عمومی استدلال [202] بھی جائز ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینے سے فقط منافقین پر عتاب نہیں بلکہ یہ عتاب کسی پر بھی آسکتا ہے الا یہ کہ اس نے موت سے پہلے توبہ کر لی ہو۔ ہمارے نزدیک صحیح بخاری کی حدیث (۳۷۱۴) قرآن کی اس آیت کے تحت باعتبار اصول اپنے مفہوم میں بالکل واضح اور قطعی ہے۔

یعنی قرآن نے اصول بیان کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانے والا اللہ

---

202 اصول تفسیر کا بنیادی اصول ہے کہ آیت کو اس کے سیاق و سباق میں رکھ کر سب سے پہلے متکلم (اللہ تعالی) کی منشاء اور اس کے مدعا کو سمجھنے کی سعی کی جائے، اور اس کو واضح کیا جائے اس کے بعد اگر آیت سے مزید کوئی مفہوم اخذ ہو سکتا ہے تو دلائل کی بنیاد پر ایسا کرنا جائز ہے لیکن مفسرین کا ایسا استدلال قطعی نہیں ہوتا ظنی ہوتا ہے یعنی وہ کسی پر حجت نہیں مگر مفسرین کے استدلال سے اختلاف شرعی دلیل کی بنیاد پر ہی کیا جائے گا۔ ہم نے اس آیت سے جو استدلال کیا ہے وہ زبان و بیان کے اسالیب اور اصول تفسیر کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا ہے۔ لیکن ہم سے ہر خاص و عام کو اختلاف کا حق حاصل ہے۔

اہم نوٹ: صحیح بخاری کی حدیث (۴۲۴۰-۴۲۴۱) سے متعلق سیر حاصل کلام کتاب 40 کے تحت کیا جائے گا۔ قارئین وہاں اس کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

تعالی کی طرف سے دونوں جہاں میں ملعون ہے مزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتادیا کہ انہیں کس بات سے تکلیف ہوتی ہے۔ لہذا بخاری کی یہ روایت قرآن کی اس آیت کے ساتھ مربوط ہے۔ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

عقیل وہ ہے جو ان دو بڑی بلا سے بچے
علیؑ کی تیغ سے زہراؑ کی بددعا سے بچے

کتاب 32

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 32 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[203]

وروى أحمد بن عبد العزيز، قال: لما بويع لابي بكر كان الزبير و المقداد يختلفان في جماعة من الناس إلى علي، وهو في بيت فاطمة، فيتشاورون ويتراجعون أمورهم، فخرج عمر حتى دخل على فاطمة عليها السلام، وقال: يا بنت رسول الله، ما من أحد من الخلق أحب إلينا من أبيك، وما من أحد أحب إلينا منك بعد أبيك، وأيم الله ما ذاك بما نعي أن اجتمع هؤلاء النفر عندك ان آمر بتحريق البيت عليهم. فلما خرج عمر جاءوها، فقالت: تعلمون أن عمر جاءني، وحلف لي بالله إن عدتم ليحرقن عليكم البيت، وأيم الله ليمضين لما حلف له. فانصرفوا عنا راشدين. فلم يرجعوا إلى بيتها، وذهبوا

---

203 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۷۸-۷۷-۷۶

فبايعو الابي بكر[204]

جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت لی گئی تو سیدنا زبیر اور سیدنا مقداد رضی اللہ عنہما کچھ لوگوں کے ہمراہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر رفت و آمد کر رہے تھے اور اپنے امور کے سلسلے میں باہم مشاورت کر رہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے اور کہا: اے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مخلوق میں سے کوئی بھی آپ کے والد سے زیادہ ہمیں محبوب نہیں اور آپ کے والد کے بعد آپ سے زیادہ کوئی اور ہمیں محبوب نہیں۔ اگر یہ افراد دوبارہ اکٹھے ہوئے تو با خدا آپ کی یہ محبوبیت مجھے اس بات سے نہیں روک پائے گی کہ اس گھر کو ان افراد سمیت جلا ڈالنے کا حکم صادر کروں جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو یہ افراد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا تمھیں معلوم ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تھے اور اللہ کی قسم کھائی ہے کہ اگر تم لوگ دوبارہ آئے تو وہ گھر کو تم سمیت جلا ڈالیں گے اور اللہ کی قسم وہ اپنی قسم ضرور پوری کریں گے۔ یہ سن کر وہ افراد چلے گئے، دوبارہ پلٹ کر نہیں آئے۔

یہ روایت بطریق اسلم العدوی کتاب 03 اور 04 کے تحت گزر چکی ہے۔ اس روایت میں مکمل سند بیان نہیں کی گئی عین ممکن ہے یہ روایت اسلم العدوی کی طرح منقطع ہو۔ بہر حال اس روایت پر کلام اتنا اہم نہیں جتنا اس کتاب کے مصنف پر ہے اس کتاب کے مصنف ابن ابی الحدید اہل سنت نہیں ہیں۔

ان کا تعلق معتزلہ عقائد سے ہے۔ لیکن ان میں شیعت کی طرف میلان بھی پایا جاتا

[204] ابن ابی الحدید ، عبدالحمید بن هبة الله ، شرح نهج البلاغة ، منشورات مكتبة آية الله العظمى المرعشى النجفى ، قم ، ١٣٨٥هـ ، ج٢ ص ٢٥٢

تھا۔ ایک ایک ادیب، اور مورخ ہیں۔ ان کے ترجمہ میں سنی شیعہ اکابرین نے تفصیل سے لکھا ہے کہ یہ اہلسنت میں سے نہیں ہے۔ اگر ان کو معتزلی مان لیا جائے تو یہ بات مسلمہ ہے کہ متعزلہ اہلسنت سے خارج ہیں۔

اور اگر انہیں شیعہ مان لیا جائے تو یہ بات بھی مسلمہ ہے شیعہ ایک الگ مسلک ہے۔ اور اہل سنت اہل الگ مسلک ہے۔ یعنی دونوں دونوں صورتوں میں ابن ابی الحدید اہلسنت نہیں ہیں۔ مزید یہ کہ انہوں نے نے خود اپنے معتزلی ہونے کا اقرار کیا ہے۔ ابن ابی الحدید سے متعلق شیعہ عالم شیخ قمی نے تفصیل سے لکھا ہے۔ اور اس کی طرف اسی کی نسبت سے معتزلی ہونے کا قول نقل کیا ہے۔

شیخ قمی بیان کرتے ہیں:

"(ابن أبی الحدید) عز الدین عبدالحمید بن محمد بن محمد بن الحسین بن ابي الحدید المدائني الفاضل الادیب المؤرخ الحکیم الشاعر شارح نهج البلاغة المکرمة وصاحب القصائد السبع المشهورة، کان مذهبه الاعتزال کما شهد لنفسه في احدی قصائده في مدح امیر المؤمنین "ع" بقوله:

ورأیت دین الاعتزال وإن
أهوی لاجلك کل من یتشیع[205]

"(ابن ابی الحدید) عزالدین عبدالحمید بن محمد بن محمد بن حسین بن ابی الحدید مدائنی فاضل ادیب مورخ حکیم شاعر نہج البلاغہ کے شارح ہیں۔ اور سات مشہور قصیدوں کے قائل ہیں۔ مذہب کے اعتبار سے معتزلی تھے۔ جیسا کہ

---

205 القمی ، عباس ، شیخ ، الکنی والالقاب ، مؤسسة النشر الاسلامی ، قم ،ج۱ ص ۲۳۹، رقم : ۲۰۷

اپنے بارے میں خود انھوں نے معتزلی ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اور یہ اقرار انھوں نے ایک قصیدے میں کیا ہے۔ جو انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کہا ہے:

اور میں اپنے آپ کو معتزلی سمجھتا ہوں

اور میں آپ کی وجہ سے ہر شیعہ کہلانے والے کو دل سے چاہتا ہوں"

شیخ قمی نے ابن ابی الحدید کو معتزلی کہا ہے۔ جیسا کہ خود ابن ابی الحدید نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ابن ابی الحدید کی نسبت سے شیخ قمی نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ ان کا رجحان شیعان علی کی طرف تھا۔

شیعہ کے ہاں یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ آئمہ اہلبیت کا ہر شیعہ رافضی ہے یعنی شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے اعلان براءت ہر شیعہ کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ اسی اصول پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن ابی الحدید کا رجحان ان امامی شیعہ کی طرف ہو گا۔ جو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ مزید ان کا شیعت کی طرف میلان ان کی کتاب کے مقدمہ میں موجود ایک عبارت سے بھی واضح ہے۔

" ثم مال الی مذهب الی الاعتزال منها ؛ و کان الغالب علی اهل المدائن التشیع والتطرف والمغالاة ؛ فسار فی دربهم وتقیل مذهبهم ونظم القصائد المعروفة بالعلویات السبع علی طریقتهم، وفیها غالی والتشیع"[206]

"پھر اعتزال کی طرف لوٹ گئے ان دنوں اہل مدائن میں شیعت غالب تھی اور اس بارے میں غلو اور ادھر ادھر کی بہت سی باتیں ان میں موجود تھیں

---

[206] ابن ابی الحدید ، عبدالحمید بن هبة الله ، شرح نهج البلاغة ،(ت محمد ابو الفضل ابراہیم) ج۱ ص ۱۳

انھوں نے بھی ان کی روش اختیار کرلی ور ان کے مذہب کو اپنالیا اس نے
"علویات" نامی قصیدے بھی لکھے جن میں اہل مدائن کے معتقدات بھی
بیان کیے ان میں انھوں نے غلو بھی کیا اور تشیع کا اقرار بھی کیا۔"

اس عبارت سے مزید یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ معتزلی تھے اور ان کا میلان شیعت کی طرف تھا جس میں غلو پایا جاتا تھا۔ مزید یہ کہ یہ ابن علقمی کے دوست تھے۔ نہج البلاغہ کی شرح لکھنے کا حکم ابن ابی الحدید کو ابن علقمی نے دیا تھا۔

اور سات مشہور قصیدے بھی ابن علقمی کے کہنے پر ابن ابی الحدید نے لکھے تھے۔ جس سے یہ بات واضح ہے کہ ان کا رجحان شیعت کی طرف تھا۔

شیخ عباس قمی بیان کرتے ہیں:

"هو الوزير ابو طالب مؤيد الدين محمد بن محمد (احمد۔ خ ل) بن على العلقمى البغدادى الشيعى كان وزير المعتصم آخر خلفاء بنى العباس و كان كافيا خبيرا بتدبير الملک ناصحا لاصحابه، و كان امامى المذهب صحيح الاعتقاد رفيع المهمة محبا للعلماء و الزهاد كثير المبار ر ولا جله صف ابن ابى الحديد شرح النهج فى عشرين مجلدا و السبع العلويات، توفى فى ۲ جمادى الآخرة سنة ۶۵۶"[207]

"ابن علقمی، یعنی ابو طالب مؤید الدین محمد بن محمد علی علقمی بغدادی، شیعہ تھے، معتصم کے وزیر تھے جو کہ بنی عباس کے خلفاء میں سب سے آخری خلیفہ تھے۔ یہ وزیر کاتب تھے۔ ملکی معاملات کو بخوبی سمجھتے تھا۔ اپنے دوستوں کے خیر خواہ تھے۔ مذہب میں کٹر امامی شیعہ تھے۔ انہی کے لیے ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح بیس جلدوں میں لکھی اور سات مشہور

---

207 القمی ، عباس ، شیخ ، الکنی والالقاب ،ج١ ص ٤١٦، رقم : ٤١٠

قصیدے بھی انہی کے حکم پر لکھے۔ ابن علقمی ۲ جمادی الآخر ۶۵۶ ہجری کو فوت ہوا۔"

حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں:

"**عبد الحميد بن هبة الله بن محمد بن محمد بن الحسين أبو حامد بن أبي الحديد عز الدين المدائني، الكاتب الشاعر المطبق الشيعي الغالي، له شرح نهج البلاغة في عشرين مجلدا، ولد بالمدائن سنة ست وثمانين وخمسمائة، ثم صار إلى بغداد فكان أحد الكتاب والشعراء بالديوان الخليفتي، وكان حظيا عند الوزير ابن العلقمي، لما بينهما من المناسبة والمقاربة والمشابهة في التشيع والادب والفضيلة،**"[208]

"عبدالحمید بن ہبۃ اللہ بن محمد بن محمد بن حسین ابو حامد بن ابی الحدید عزالدین المدائنی، کاتب، زبردست شاعر اور غالی شیعہ تھا اس نے بیس جلدوں میں نہج البلاغہ کی شرح لکھی۔ ۵۸۶ھ میں مدائن میں پیدا ہوا پھر بغداد آگیا اور خلیفتی دیوان میں یہ ایک کاتب اور شاعر تھا اور زیر بن علقمی کے ہاں اس کا بڑا مرتبہ تھا۔ کیونکہ کے ان کے درمیان تشیع، ادب اور فضیلت میں مناسبت مقاربت اور مشابہت پائی جاتی تھی۔"

شیخ عباس قمی اور حافظ ابن کثیر کے دلائل سے یہ بات واضح ہوئی کہ ابن ابی الحدید معتزلی تھے اور ساتھ ہی غالی شیعوں کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے۔ ابن کثیر نے تو انہیں کٹر شیعہ ہی کہا ہے ۔ لہذا ان کی کتاب شرح نہج البلاغہ شیعہ منابع میں سے ہے۔ لہذا یہ کتاب ہم پر حجت نہیں ہے۔

---

208 ابن كثير ، اسماعيل بن كثير ، البداية والنهاية ، ثم دخلت سنة خمس وخمسين وستمائة، ج١٣ ، ص ١٩٩

کتاب 33

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 33 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[209]

نقوی صاحب نے کتاب 33 کے تحت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی اسی عبارت کا بطور حوالہ تکرار کیا ہے جو کتاب 08 کے تحت گزر چکا ہے۔اس حوالہ میں ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔

قارئین اس حوالہ سے متعلق تفصیلی گفتگو کتاب 08 کے تحت ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔مزید نقوی صاحب نے شاہ صاحب کی کتاب " تحفہ اثناء عشریہ " سے ایک اقتباس نقل کیا ہے اس کا جواب عرض کرتا ہوں۔

> " حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے سازشیوں کو اس وقت قتل بھی کر دیتے تو یہ جائز اور حق تھا۔انھوں نے تو صرف ڈرا دھمکا کر ہی جان بخشی کر دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو حضرت کسی متبرک اور مکرم مقام کو جہاں فتنہ انگیز تدبیر سوچی جا رہی ہو ، حاضرین سمیت جلا دینے کی دھمکی دیں تو اس میں گناہ کی کیا بات ہے۔زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے وہ ادب کی رعایت نہ کرنے کی ہو سکتی ہے۔"[210]

شاہ صاحب کے اس بیان سے ہم اتفاق نہیں کرتے ، جب سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے گھر ایسی کوئی میٹنگ ہوئی ہی نہیں تو خوامخواہ کی قیاس آرائیوں کا کوئی فائدہ نہیں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بے شک سخت طبیعت تھے ان سے خطا کا صدور بھی ممکن ہے۔

---

209 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۸۲-۸۱-۸۰-۷۹

210 دہلوی، عبدالعزیز، شاہ، تحفہ اثنا عشریہ، ص ۵۷۰-۵۶۹

لیکن تاریخی طور پر ایک روایت بھی ایسی ثابت نہیں جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مستقل طور پر مطعون قرار دے۔ شاہ صاحب نے شیعہ کو بات سمجھانے کے لیے الزامی طور پر بفرض محال ایسی بات کہی ہے ورنہ شاہ صاحب بھی اس دھمکی والی روایت اور احراق باب زہرا کے واقعہ کے قائل نہیں ہیں۔ مزید یہ کہ شاہ صاحب کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں موجود افراد کو سازشی کہنا نامناسب ہے۔ اس طرح کے الفاظ کبار صحابہ کرام کے رضوان اللہ علیہ اجمعین کے لیے کسی صورت جائز نہیں۔

کتاب 34

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 34 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[211]

> " ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا۔ " یابنت رسول اللہ خدا کی قسم، آپ ہمیں سب سے زیادہ محبوب ہیں تاہم اگر آپ کے یہاں لوگ اس طرح مجمع کرتے رہے تو میں ان لوگوں کی وجہ سے گھر میں آگ لگادوں گا۔ اگرچہ سند کے اعتبار سے اس روایت پر ہم اپنا اعتبار ظاہر نہیں کر سکتے کیوں کہ اس روایت کے رواۃ کا حال ہم کو معلوم نہیں ہو سکا تاہم درایت کے اعتبار سے اس واقعے کے انکار کی کوئی وجہ نہیں، حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس نازک وقت میں حضرت عمر نے نہایت تیزی اور سرگرمی کے ساتھ جو کاروائیاں کیں ان میں گو بعض بے اعتدالیاں پائی

211 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۸۴-۸۳

جاتی ہوں لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ انھی بے اعتدالیوں نے اٹھتے ہوئے فتنوں
کو دبادیا بنو ہاشم کی سازشیں اگر قائم رہتیں تو اسی وقت جماعت اسلامی کا
شیرازہ بکھر جاتا اور وہی خانہ جنگیاں برپا ہو جاتیں۔"[212]

یہ عبارت شبلی نعمانی صاحب کی کتاب " الفاروق " سے ماخوذ ہے شبلی نعمانی صاحب نے جس روایت کا ذکر کیا ہے اس روایت پر ہم سیر حاصل کلام کتاب 03 اور 04 کے تحت کر چکے ہیں۔

اس عبارت میں نعمانی صاحب نے بھی اس روایت کی سند پر صحت کے اعتبار سے کلام نہیں کیا اور اپنی عاجزی کا اظہار کر دیا، ساتھ ہی باعتبار درایت اس روایت پر سیر حاصل تبصرہ کیا۔ نعمانی صاحب کا یہ تبصرہ ناقابل قبول ہے۔

آپ حضرات یہ جانتے ہیں کہ بمطابق روایت سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کے گھر میں جو اصحاب موجود تھے وہ کبار صحابہ کرام تھے ان سے متعلق ایسی گفتگو کرنا کسی صورت جائز نہیں۔ یہاں نعمانی صاحب کا یہ کہنا کہ " بنو ہاشم کی سازشیں اگر قائم رہتیں ' ' نامناسب اور اہانت آمیز جملہ ہے۔ بنو ہاشم سے یہاں کون مراد ہے اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بنو ہاشم میں سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔

اور اگر نعمانی صاحب مزید بعض روایات کے پیش نظر سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا نام لینا چاہ رہے ہیں کہ وہ بھی اس سازش کا حصہ تھے تو یہ درست بات نہیں ہے۔ روایات میں منقول ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خلافت کے لیے کہیں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسی وقت

---

212 نعمانی، شبلی، علامہ، الفارق، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۹۱ء، ص ۶۷

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو منع کر دیا تھا۔

لہذا طلب اقتدار کو سازش کہنا کہاں کا علمی انصاف ہے۔ تاریخی اعتبار سے بنو ہاشم کا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے مد مقابل آنا، یا ان سے اس امر میں اس حد تک اختلاف کرنا کہ عمومی نزاع پیدا ہو، ثابت نہیں ہے۔

وقتی طور پر کئی ایک صحابہ کرام کو یہ فیصلہ گراں گزرا تھا لیکن پھر بنو ہاشم سمیت سب کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی مسلمانوں کا سیاسی نظم سنبھالیں گے۔

کتاب 35

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 35 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[213]

نقوی صاحب نے کتاب 35 کے تحت ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کی کتاب "**الدرۃ البیضاء فی مناقب فاطمۃ الزہرا علیہا السلام**" سے ایک حدیث کا حوالہ پیش کیا۔ اس حدیث پر ہم سیر حاصل کلام کتاب 05 اور 31 کے تحت کر چکے ہیں۔ مزید اس روایت پر کلام کی حاجت نہیں حصول برکت کے لیے وہ روایت نقل کر دیتے ہیں۔

علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم لفاطمة: إن الله يغضب لغضبك و يرضى لرضاك[214]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ

---

213 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۸۷-۸۶-۸۵

214 القادری، محمد طاہر، الدرۃ البیضاء فی مناقب فاطمۃ الزہراؑ، منہاج پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۶۰

فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بے شک اللہ تعالی تیری ناراضی پر ناراض اور تیری رضا پر راضی ہوتا ہے۔

عن المسور بن مخرمۃ، قال : قال رسول اللہ ﷺ : انما فاطمۃ بضعۃ منی یو ذینی ما آذاھا[215]

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فاطمہ تو بس میرے جسم کا ٹکڑا ہے اسے تکلیف دینے والی چیز مجھے تکلیف دیتی ہے۔

سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی رضا اللہ کی رضا ہے اور سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی ناراضی اللہ کی ناراضی ہے۔ لہذا سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا سے متعلق ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ وہ آقا علیہ السلام کی لخت جگر ہیں سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر باعث نجات ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی محبت علامات ایمان میں سے ہے کیونکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آقا علیہ السلام سے جو نسبت حاصل ہے وہ کائنات آدم و عالم میں کسی مستور کو حاصل نہیں۔ان احادیث کی رو سے یہ بات مسلمہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بلند و بالا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بغض و عناد دنیا و آخرت میں بربادی کا سبب ہے۔ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

زہراؑ کے دشمنوں کے مقدر سے خوف کھا
دوزخ بھی ان کے جرم کی پوری سزا نہیں

215 القادری، محمد طاہر، الدرۃ البیضاء فی مناقب فاطمۃ الزہراؑ، ص ۶۱

کتاب 36

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 36 کے تحت درج ذیل حوالہ پیش کیا۔[216]

"سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں اور ان کو چھوڑ دیا اور ان سے کلام نہیں کیا یہاں تک کہ انتقال ہو گیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو رات میں ہی دفن کر دیا اور اس وفات کی اطلاع سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نہیں دی اور ان پر نماز انھوں نے ہی پڑھی۔"[217]

یہ عبارت حدیث فدک سے ماخوذ ہے حدیث فدک، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی، ان کا رات میں دفن ہونا، سیدنا علیِ رضی اللہ عنہ کا چھ ماہ تک بیعت نہ کرنا، حدیث فدک میں مروی ان تمام تر الفاظ پر سیر حاصل تحقیق کتاب 40 کے تحت آرہی ہے۔

قارئین اس علمی و تحقیق گفتگو کو غور سے ملاحظہ کریں۔ حدیث فدک میں موجود ان الفاظ سے متعلق سیر حاصل تحقیق کئی ماہ کی محنت کا نچوڑ ہے۔ اور یہ میرا خاص اعزاز بھی ہے۔ تقریباً دو سال اس سے میں نقوی صاحب کی کتاب کا جواب تیار کر رہا ہوں۔ اور ان دو سالوں میں سے پورا ایک سال اس حدیث فدک میں موجود مدرج الفاظ کی تحقیق میں صرف ہوا ہے۔ دن رات ایک کر کے ان تمام طرق کا دقت نظر سے جائزہ لیا ہے۔ اور اللہ تعالی کے فضل سے آج یہ تحقیق عوام کے سامنے پیش کی جارہی ہے۔

---

216 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۸۹-۸۸

217 دہلوی، ولی اللہ، شاہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، (مترجم: مولانا اشیاق احمد) قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۳، ص ۸٦

کتاب 37

نقوی[218] صاحب نے کتاب 37 کے تحت تاریخ طبری سے علوان بن داود بجلی کی اس روایت کا حوالہ پیش کیا۔ جس کی تردید ہم کتاب 06 کے تحت کر چکے ہیں۔ امام طبری نے بھی اس روایت کو علوان کی سند سے ہی بیان کیا ہے۔ معترضین کے پاس اس منکر الحدیث راوی کی روایت کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں ہے۔ بہر حال ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ روایت غیر مستند ہے، مزید تفصیلی گفتگو کتاب 06 کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب 38

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 38 کے تحت صحیح بخاری کی درج ذیل حدیث پیش کی۔[219]

حدثنا يحيى بن بكير حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة أن فاطمة عليها السلام بنت النبي صلى الله عليه وسلم أرسلت إلى أبي بكر تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه بالمدينة وفدك وما بقي من خمس خيبر فقال أبو بكر إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد صلى الله عليه وسلم في هذا المال وإني والله لا أغير شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها التي كان عليها في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولأعملن فيها بما

---

218 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۹۱-۹۰

219 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۹۳-۹۲

عمل به رسول الله صلى الله عليه وسلم فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت[220].

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا اور ان سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا نبی کریم ﷺ کے اس مال سے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ اور فدک میں عنایت فرمایا تھا اور خیبر کا جو پانچواں حصہ رہ گیا تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے 'البتہ آل محمد ﷺ اسی مال سے کھاتی رہے گی اور میں، اللہ کی قسم! جو صدقہ نبی کریم ﷺ چھوڑ گئے ہیں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا۔ جس حال میں وہ آپ ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں (اس کی تقسیم وغیرہ) میں میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو آپ ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا الغرض ، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ بھی دینا منظور نہ کیا۔ اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے خفا ہو گئیں اور ان سے ترک ملاقات کر لیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔

اس روایت پر اور اس روایت کے تمام متعلقات پر سیر حاصل کلام کتاب 40 کے ذیل میں کیا

---

220 صحیح البخاری ،کتاب المغازی ،باب غزوۃ خیبر ،رقم:۴۲۴۰،۴۲۴۱

جائے گا۔ان شاءاللہ

کتاب 39

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 39 کے تحت المستدرک للحاکم کی درج ذیل حدیث پیش کی۔[221]

أخبرنا أبو إسحاق إبراهيم بن محمد بن يحيى و أبو الحسين بن يعقوب الحافظ قالا : ثنا أبو العباس محمد بن إسحاق ثنا قتيبة بن سعيد ثنا الليث عن عقيل عن الزهري عن عروة عن عائشة قالت : دفنت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم ليلا دفنها علي و لم يشعر بها أبو بكر رضي الله عنه حتى دفنت و صلى عليها علي بن ابي طالب رضي الله عنه[222]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رات کی تاریکی میں دفن کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انھوں نے ہی آپ کی تدفین کی اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کے جنازے اور تدفین کا پتا نہ چلا۔“

کتاب 39 کے تحت نقوی صاحب نے المستدرک کی جس روایت کا حوالہ دیا وہ عقیل بن خالد کی روایت کا اختصار ہے۔جو کہ کتاب 38 کے تحت گزر چکی ہے۔کتاب 38 کے تحت نقوی

221 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۹۵-۹۴

222 نیشاپوری ،محمد بن عبداللہ ، المستدرک علی الصحیحین ، کتاب معرفة الصحابة ، ذکر وفات فاطمة والاختلاف فی وقتها ، دار الحرمین ، القاهره ، ج۳، ص ۱۹۳ رقم : ۴۸۲۸

صاحب نے صحیح بخاری کی روایت ۴۲۴۱-۴۲۴۰ کا ذکر کیا جو کہ عقیل بن خالد کی مفصل و مکمل روایت ہے۔اس حدیث میں عقیل بن خالد نے حدیث فدک بیان کرتے ہوئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی ناراضی اور ترک ملاقات، ان کی وفات کی مدت اور ان کی تدفین کا وقت، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کی خبر نہ ہونے کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے بیان کیاہے۔ عقیل بن خالد کی تمام تر روایات کا جائزہ لیں تو یہ بات مسلمہ ہے کہ عقیل بن خالد نے ان الفاظ کو قال کے ساتھ بھی بیان کیاہے یعنی عقیل بن خالد ان الفاظ کو امام زہری کے ادراج کے طور پر ہی بیان کر رہے ہیں۔ ثبوت کے لیے صحیح مسلم کی روایت ۱۷۵۹ کا مطالعہ قارئین کے لیے ناگزیر ہے۔

عقیل بن خالد سے لیث بن سعد نے اس روایت کو تمام طرق میں قالت کے بغیر قال کے ساتھ ہی بیان کیاہے۔ لہذا یہ قول کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو رات میں دفن کیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہ ہوئی یا ان کو اطلاع نہ دی گئی، یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت نہیں ہے یہ سب امام زہری کے ادراجات ہیں۔

جس کی وضاحت ان شاءاللہ شعیب بن ابی حمزہ، صالح بن کیسان، عقیل بن خالد اور معمر بن راشد کی مرویات کے ذیل میں کر دی جائے گی۔ کسی روایت میں قال کے بغیر ان الفاظ کا نقل ہو جانا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے الفاظ ہیں۔ المستدرک للحاکم کی یہ روایت جو کتاب 39 کے تحت نقوی صاحب نے پیش کی یہ روایت امام اصبہانی نے بھی " معرفة الصحابة " میں بیان کی ہے۔اس میں ان روایان (أبو العباس محمد بن إسحاق، قتيبة بن سعيد، الليث، عقيل) نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا تذکرہ امام زہری کی نسبت سے کیاہے۔ یعنی اس روایت کو ان راویوں نے سیدہ عائشہ

رضی اللہ عنہا کی نسبت سے بیان نہیں کیا۔ بلکہ امام زہری کی نسبت سے بیان کیا۔

حدثنا إبراهيم بن عبد الله، ثنا محمد بن إسحاق السراج، ثنا قتيبة، ثنا الليث بن سعد، عن عقيل، عن ابن شهاب الزهري، قال: دفنت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلا، وصلى عليها علي رضي الله عنهما[223]

امام زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات میں دفن کیا گیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہا نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

اس روایت کی سند اور المستدرک میں منقول روایت کی سند ابو العباس محمد بن اسحاق تک ایک جیسی ہے۔ ان راویان کی روایت جو کہ المستدرک میں ہے اس میں یہ راویان اس روایت کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے بیان کر رہے ہیں جبکہ انہی روایان کی روایت جو کہ معرفۃ الصحابہ میں ہے اس میں یہ راویان اس روایت کو امام زہری کی نسبت سے بیان کر رہے ہیں۔

قالت اور قال کو بیان کرنے میں اس قدر اختلاف اس بات کو واضح کرتا ہے کہ قالت کے الفاظ کسی راوی کی خطا ہے یا کسی راوی کو وہم ہوا ہے۔ کیونکہ امام زہری کے تمام تلامذہ نے ان الفاظ کو امام زہری کی نسبت سے ہی بیان کیا ہے۔ بعض احادیث میں یہ الفاظ قال کے اضافے کے بغیر نقل ہوئے ہیں جس سے بعض اہل علم کو یہ مغالطہ ہوا کہ یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ ہی کی روایت کے الفاظ ہیں حالانکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی روایت حدیث وراثت تک ہے۔

---

223 الاصبهانی، احمد بن عبدالله، معرفة الصحابة، دارالوطن، ص ٣١٩٢، رقم :٧٣٣٨

اور اس روایت میں اس بات کا بھی ذکر نہیں کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر نہ ہوئی۔ امام اصبہانی نے اس روایت سے پہلے ایک اور روایت معرفۃ الصحابہ میں نقل کی ہے وہ روایت بطریق زہری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اس میں بھی یہی الفاظ ہیں۔

حدثنا سليمان بن أحمد ، ثنا العباس بن الفضل الأسفاطي ، نا إسماعيل بن أبي أويس ، حدثني أخي ، عن سليمان بن بلال عن محمد بن عبد الله بن أبي عتيق، عن الزهري، عن عروة، عن عائشة، أن فاطمة، رضي الله عنها عاشت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة أشهر[224]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔

اس روایت کی سند امام زہری کے علاوہ سابقہ اسناد سے مختلف ہے۔ یہ روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں فقط سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت کا ذکر ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کی خبر نہ ہونے کا ذکر اس روایت میں نہیں ہے۔ یہ روایت بھی بظاہر مختصر ہی معلوم ہوتی ہے۔

کیونکہ امام زہری کے تمام تلامذہ چند ایک کے علاوہ ان الفاظ کو امام زہری کی رائے کے طور پر ہی بیان کر رہے ہیں۔ جن ثقات نے ان الفاظ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے بیان کیا ان سے سہو ہوا ہے یا عین ممکن ہے اس روایات کو محدثین نے اختصار سے ہی بیان کیا ہو اس کی اعلی ترین مثال کنزل العمال ہے اس میں امام متقی ہندی مکمل سند حذف

224 الاصبهانی ، معرفة الصحابة ، ص ٣١٩١، رقم :٧٣٣٣

کر دیتے ہیں اور عن علی، عن عائشہ، عن ابی ہریرہ کہہ کر حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس کی ایک اور مثال صحیح بخاری بھی میں موجود ہے۔

حدثنا أبو الوليد حدثنا ابن عيينة عن عمرو بن دينار عن ابن أبي مليكة عن المسور بن مخرمة رضي الله عنهما : أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال فاطمة بضعة مني فمن أغضبها أغضبني [225].

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرمایا: فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔

یہ روایت مختصراً بیان کی گئی ہے یہی روایت صحیح بخاری میں بطریق مسور بن مخرمہ مکمل متن کے ساتھ منقول ہے۔ اس مکمل روایت سے روایت کا حقیقی پس منظر معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا سے متعلق آقا علیہ السلام کے یہ الفاظ کس سیاق میں بیان ہوئے ہیں۔

حدثنا أبو اليمان أخبرنا شعيب عن الزهري قال حدثني علي ابن حسين أن المسور بن مخرمة قال : إن عليا خطب بنت أبي جهل فسمعت بذلك فاطمة فأتت رسول الله صلى الله عليه و سلم فقالت يزعم قومك أنك لا تغضب لبناتك و هذا علي ناكح بنت أبي جهل. فقام رسول الله صلى الله عليه و سلم فسمعته حين تشهد يقول : أما بعد أنكحت أبا العاص بن الربيع فحدثني وصدقني وإن فاطمة بضعة مني وإني اكره أن يسوءها والله لا تجتمع بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم وبنت عدو الله عند رجل واحد) . فترك علي

---

225 بخاری ، محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری ، کتاب فضائل الصحابة ، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ و منقبة فاطمة عليها السلام بنت النبیؐ ص ٦٠٦ ، رقم : ٣٧١٤

الخطبة[226]

مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی لڑکی کو (جو مسلمان تھیں) پیغام نکاح دیا، اس کی اطلاع جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ آپ کی قوم کا خیال ہے کہ آپ کو اپنی بیٹیوں کی خاطر (جب انہیں کوئی تکلیف دے) کسی پر غصہ نہیں آتا۔ اب دیکھئے یہ علی ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے صحابہ کو خطاب فرمایا: میں نے آپ ﷺ کو خطبہ پڑھتے سنا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: امابعد: میں نے ابو العاص بن ربیع سے زینب رضی اللہ عنہا کی، (آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی) شادی کرائی تو انھوں نے جو بات بھی کہی اس میں وہ سچے اترے اور بلاشبہ فاطمہ بھی میرے (جسم کا) ایک ٹکڑا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ کوئی بھی اسے تکلیف دے۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس شادی کا ارادہ ترک کر دیا۔

اس روایت میں وہی الفاظ بعض اختلاف کے ساتھ مکمل سند کے ساتھ منقول ہیں اس روایت میں مکمل پس منظر موجود ہے کہ آقا علیہ السلام نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی کا ذکر کیوں کیا۔ عین ممکن ہے سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے قصداً ایک جگہ روایت کو اختصار سے بیان کر دیا ہو اور دوسری جگہ مکمل نقل کیا ہو۔

یہ بھی ممکن ہے امام بخاری نے اس روایت ایک جگہ اختصار سے بیان کیا ہو اور دوسری جگہ مکمل واقعہ کے ساتھ بیان کیا ہو، کتب حدیث میں اس کی اور بھی مثالیں ہیں۔ جیسا کہ بعض

---

226 ایضا

او قات محدثین ترجمۃ الباب میں بغیر سند کے روایت کا کوئی حصہ نقل کر دیتے ہیں بعض او قات معلق روایت بھی نقل کر دیتے ہیں بعض او قات مکمل سند حذف کر دیتے ہیں اور بعض او قات طوالت سے بچنے کے لیے روایت کا کچھ حصہ اسی سند کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔

اسی طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہمارے نزدیک اسی طرز پر نقل ہوئی ہے۔اصلاً یہ الفاظ حدیث فدک کے ذیل میں راویان نے بیان کیے ہیں مزید یہ کہ عین ممکن ہے امام زہری نے یہاں حدیث فدک بیان کی ہو اور اس کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا ذکر کیا ہو اور ان کے شاگردوں نے حدیث فدک کے بیان کو ترک کر کے فقط امام زہری کے الفاظ نقل کر دیے ہوں اور قال الزهری کہنا بھول گئے ہوں یا اس طرف دھیان نہ گیا ہو اور عن عائشه کہہ دیا ہو۔

کیونکہ امام زہری نے عروہ سے اور عروہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث فدک کو فقط لا نورث ما ترکنا فھو صدقة تک ہی بیان کیا ہے اس سے آگے مزید سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو ہے اس کے بعد ناراضی کے الفاظ سے لے کر جو کچھ بھی روایات میں منقول ہے وہ امام زہری کا ادراج ہے اور اس ادراج کو ان کے تلامذہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی، ان شاءاللہ

قارئین المستدرک کی اس روایت کی وضاحت عقیل بن خالد اور معمر بن راشد کی مرویات کے باب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ بلکہ امام زہری کے تمام تر تلامذہ کی مرویات جس میں فدک کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

ان پر بحث کے دوران یہ عقدہ بھی حل ہو جائے گا۔ کہ یہ الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہیں بلکہ امام زہری ہی کے ہیں۔

اہم نوٹ:

بعض اذہان میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مدت وفات اور ان کی وفات سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا بے خبر ہونا بے شک ادراج زہری ہے لیکن چونکہ امام زہری نے الگ سے ان الفاظ کو متصلاً و مسنداً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کر دیا ہے تو کیا تردد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی الگ روایت نہیں ہے یہ حدیث فدک ہی کا حصہ ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ کو روایت کرنے والے راویان وہی ہیں جو حدیث فدک کے روایان ہیں ورنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو الگ سے اہتمام کے ساتھ سید فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر گفتگو کرنے کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے یہ الفاظ حدیث فدک کے ذیل میں ہی روایت کیے گئے ہیں اور یہ الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے ثابت نہیں ہیں ان شاء اللہ کتاب 40 کے ذیل میں اس پر تفصیلی کلام ہو گا۔

اگر اس دلیل سے صرف نظر کر لیا جائے تو مزید ایک دلیل یہ بھی ہے کہ امام زہری کے تلامذہ میں عقیل، شعیب بن حمزہ اور صالح بن کیسان کے مقابلہ میں معمر ہی زیادہ ثقہ اور اثبت راوی ہیں۔ اور معمر بن راشد کی تمام تر مرویات جو حدیث فدک سے متعلق ہیں ان تمام تر روایات میں ناراضی، ترک ملاقات، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد وفات پا جانا، سیدہ کو رات میں دفن کرنا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہ ہونا کے الفاظ قال کے اضافہ کے ساتھ مروی ہیں۔

معمر کی ایک روایت بھی ایسی نہیں جہاں یہ الفاظ قال کے بغیر حدیث عائشہ کے متن میں روایت ہوئے ہوں تو اس اعتبار سے یہ بات مسلمہ ہے کہ معمر بن راشد کی بیان

کردہ روایات ان تمام تلامذہ کی مرویات کے مقابلہ میں محفوظ اور اصح ہیں۔ اگر اس روایت کو تساہل برتتے ہوئے قبول کر لیا جائے تو اس روایت میں منقول الفاظ سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کسی صورت طعن وارد نہیں ہوتا۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انھوں نے سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کا جنازہ نہیں پڑھا، ابن حجر عسقلانی اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

> **"ولیس في الخبر ما یدل علی أن أبا بکر لم یعلم بموتها ولا صلی علیها"**[227]
>
> " اور اس روایت میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے یہ دلیل پکڑی جاسکے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کی موت کا علم نہیں ہوا تو انھوں نے ان کا جنازہ بھی نہیں پڑھا"

حیران کن بات:

حیران کن بات یہ ہے کہ کتاب 40 میں صالح بن کیسان کی روایت میں ان الفاظ کو صالح بن کیسان نے قال کے ساتھ روایت کیا ہے جس سے یہ واضح ہے کہ یہ امام زہری کا قول ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں ہے۔

---

227 عسقلانی ، ابن حجر ، فتح الباری ،الرسالة العالمیة ، بیروت ، ۱۴۳۴ھ، ج۱۲ ص ۴۳۸

کتاب 40

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے کتاب 40 کے تحت مسند احمد کی درج ذیل حدیث پیش کی۔[228]

حدثنا يعقوب قال حدثنا أبي عن صالح قال ابن شهاب أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم سألت أبا بكر رضي الله عنه بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقسم لها ميراثها مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه فقال لها أبو بكر رضي الله عنه إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة فغضبت فاطمة عليها السلام فهجرت أبا بكر رضي الله عنه فلم تزل مهاجرته حتى توفيت قال وعاشت بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة أشهر"[229]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ترکے میں سے حصہ نکالیں جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور فے دیا تھا۔ تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان سے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا: "ہمارا کوئی وارث نہیں ہو گا ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہو گا" پس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے خفا ہو گئیں اور ان سے علیحدگی اختیار

---

228 نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا، ص ۹۸-۹۷-۹۶

229 مسند احمد ،مسند ابی بکرصدیق، موسسة الرسالة، بیروت ، ج۱، ص ۲۰۵-۲۰۴، رقم : ۲۵

کرلی، یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی، راوی نے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔

شہنشاہ حسین نقوی صاحب نے ان حوالہ جات کو پیش کرکے یہ استدلال کیا ہے کہ ان روایات میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی اور سیدہ کے جنازے میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی عدم شرکت کا بیان ہے۔ ان حوالہ جات سے متعلق تفصیلی گفتگو درج ذیل ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث ۴۲۴۱، ۴۲۴۰ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونا مذکور ہے اب ان الفاظ سے متعلق ہم اپنی تحقیق آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

اولاً عرض ہے کہ اس روایت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے تادم وصال گفتگو نہ کرنے کے الفاظ اصلاً روایت کا حصہ نہیں بلکہ یہ راوی کی ذاتی رائے ہے، علم حدیث میں اس کو ظن راوی یا ادراج کہتے ہیں۔

صحیح بخاری کی یہ حدیث پیش کرتے ہوئے نقوی صاحب کا استدلال یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ فدک کو تسلیم نہ کرنے پر سخت ناراض تھیں اور وفات تک سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات نہیں کی اسی لئے سیدہ کا جنازہ رات کو پڑھ کر تدفین کی گئی، اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اطلاع نہیں دی گئی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی میراث کا مطالبہ کرنا، اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے انکار سے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو جانا، اس موضوع سے متعلق تمام تر روایات کو ہم نے جمع کیا اور ان کا جائزہ لیا۔ ہماری تحقیق کے مطابق اس موضوع سے متعلق تمام تر روایات

اہلسنت کی ۲۶ کتب میں موجود ہیں اور ان روایات کی تعداد تقریبا ٦٦ ہے۔ان روایات کا معاملہ (سند کے اعتبار سے) دو طرح کا ہے، بعض روایات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں اور بعض سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اور اصحاب (سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا) سے مروی ہیں۔

صرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ آئے ہیں جبکہ سیدنا ابوہریرہ، سیدنا ابو طفیل، اور سیدہ ام ہانی کی روایت میں ناراضی اور ترک ملاقات کا قطعاً ذکر نہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات کا مرکزی راوی محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ہے۔اس واقعہ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عروہ نے بیان کیا اور عروہ سے امام زہری نے بیان کیا، مزید تحقیق سے واضح ہوا کہ امام زہری کی مرویات کا حال یہ ہے کہ بعض روایات میں ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر ہے اور بعض میں ناراضی اور ترک ملاقات کا کہیں ذکر نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان تمام تر روایات کی سند میں امام زہری ہیں، امام زہری کی اپنی روایات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہیں ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر ہے اور کہیں ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر نہیں، یہ واقعہ (جس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبہ فدک اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراضی اور ان سے ترک ملاقات کا ذکر ہے) بعض روایات میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔

اور بعض روایات میں مختصر بیان ہوا ہے، تحقیق کے بعد یہ بات عیاں ہوئی کہ ان ٦٦ روایات میں سے تقریبا ۲۲ روایات میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نارضگی کا ذکر ہے۔ اور بقیہ ۴۴ روایات میں ناراضی اور ترک ملاقات کا بالکل ذکر نہیں ان میں سے وہ ۲۲ روایت جن میں ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر ہے ان تمام روایات کو فقط امام

زہری ہی روایت کررہے ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔اور بقیہ ۴۴روایات میں سے ۱۹ روایات جو کہ امام زہری سے مروی ہیں ان میں ناراضی اور ترک ملاقات کا کہیں ذکر نہیں۔اور امام زہری کے علاوہ بقیہ مرویات کی تعداد تقریباً ۲۵ ہے۔ان ۲۵ روایات میں سے اکثر روایات غیر مستند ہیں جس کی تفصیل ان شاءاللہ آگے آئے گی۔

حیران کن بات یہ ہے کہ جن روایات میں ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر ہے ان روایات میں سے بعض روایایت میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ سے پہلے ایک لفظ ''قال'' کا اضافہ ہے اور بعض میں ''قال'' کے بغیر ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر ہے۔اس لفظ ''قال''سے یہ بات واضح ہے کہ یہ الفاظ (**فهجرته فلم تكلم حتى توفيت**) ظن راوی یعنی راوی کی ذاتی رائے ہے فن حدیث میں اس رائے کو''ادراج'' کہتے ہیں۔اور جس روایت میں یہ احتمال پایا جائے اس روایت کو اصطلاح محدثین میں '' مدرج'' کہتے ہیں۔

مدرج کی تعریف:

مدرج ثلاثی مزید فیہ کے باب '' ادراج'' سے اسم مفعول ہے۔جس کے معنی ہیں شامل کیا ہوا، داخل کیا ہوا۔اصطلاح محدثین میں مدرج سے مراد وہ روایت ہے جس کی سند یا متن میں ایسے اضافے کا پتا چلے جو دراصل اس میں نہ ہو۔

سید عبدالماجد الغوری بیان کرتے ہیں:

''**لغة:اسم مفعول من (ادرج)الشیء فی شیء:اذا طواه وادخله، وادرج المیت فی الکفن والقبر، ای:ادخله والادراج: کف الشیء**

فی الشیء"[230]

" باعتبار لغت ایک چیز دوسری چیز میں داخل کرنے (ادراج) سے اسم مفعول ہے۔یعنی جب اس کو لپیٹ دیا جائے اور اس میں داخل کر دیا جائے۔ اور (اسی طرح) میت کو کفن اور پھر قبر میں ادراج کرنا یعنی اس میں داخل کرنا اور ادراج ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کر دینا۔"

ادراج سند میں بھی ہوتا ہے اور متن میں بھی ہوتا ہے۔ ہم فقط ادرج فی المتن کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مدرج المتن:

جس حدیث کے متن میں کوئی بات اس طرح داخل کر دی گئی ہو جو حدیث کا حصہ نہ ہو اسے " مدرج المتن " کہتے ہیں۔ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں۔

"و أما مُدْرَج المتن: فهو أن يقع في المتن كلامٌ ليس منه. فتارةً يكون في أوّله، وتارةً في أثنائه، وتارةً في آخره، وهو الأكثر؛ لأنه يقع بعطف جملةٍ على جملة، أو بدمْجِ موقوفٍ مِن كلامِ الصحابة، أو مَنْ بَعْدَهم، بمرفوعٍ مِن كلامِ النبي صلى الله عليه وسلم، مِن غير فصل، فهذا هو مُدرج المتن."[231]

"اور مدرج المتن وہ ہے کہ متن میں ایسا کلام شامل ہو جو اس میں سے نہ ہو کبھی اس کے اول میں کبھی درمیان میں اور کبھی آخر میں اور یہی (آخر میں

---

[230] الغوری ، عبدالماجد ، سید ، موسوعة علوم الحديث و فنونه ، دار ابن کثیر ، بیروت ، ۱۴۲۸ھ ، ج ۳ ، ص ۲۱۶

[231] عسقلانی ، ابن حجر ، نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر ، مکتبة البشری ، کراتشی ، ۱۴۳۲ھ ، ص ۹۰

شامل ہونے والی صورت) اکثر پائی جاتی ہے۔اس لیے کہ یہ صورت جملے کے جملے پر عطف کی صورت میں پائی جاتی ہے یاکلام صحابہ یاان کے بعد کے کلام کو نبی ﷺ کے کلام کے ساتھ بغیر فصل کے ملانے کی صورت میں پائی جاتی ہے اسی کو مدرج المتن کہتے ہیں۔"

حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں:

"وهو: أن تزاد لفظة في متن الحديث من كلام الراوي، فحسبها من يسمعها مرفوعة في الحديث، فيرويها كذلك. وقد وقع من ذلك كثير في الصحاح والحِسان والمسانيد وغيرها."[232]

"مدرج اسے کہتے ہیں کہ متن حدیث میں راوی کے کلام (تفسیر و تشریح وغیرہ) سے کچھ اضافہ ہو جائے اور سننے والا یہ سمجھے کہ یہ اضافہ مرفوع حدیث میں (درج) ہے۔ پھر وہ اسی طرح روایت کرنے لگے۔اس طرح کا ادراج بہت سی صحیح، حسن اور مُسند وغیرہ روایات میں واقع ہوا ہے۔"

علامہ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں:

"هو أقسام أحدها مدرج في حديث النبي صلى الله عليه و سلم بأن يذكر الراوي عقبيه كلاما لنفسه أو لغيره فيرويه من بعده متصلا فيتوهم أنه من الحديث"[233]

" مدرج کی بہت سی اقسام ہیں؛ان میں سے ایک حدیث نبی ﷺ میں ادراج ہے، کہ راوی اس کے فوراً بعد اپنا کلام یا ان کے بعد کسی اور سے

---

232 ابن كثير، اسماعيل بن عمر، الباعث الحثيث شرح اختصار علوم الحديث ، دار الكتب العلمية ، بيروت ، ص ٦٩

233 سيوطی ، عبدالرحمن بی ابی بکر ، تدريب الراوی فی شرح تقريب النواوی ، النوع العشرون المدرج ، دار اليسر ، مدينة المنورة، ١٤٣٢ھ، ج٣ ، ص٤٠٢

مروی کلام ملاتے ہوئے ذکر کرتا ہے اور اس سے (اضافہ شدہ کلام کے)
حدیث ہونے کا شبہ پیدا ہو جاتا ہے"

یعنی بعض اوقات راوی توقف کیے بغیر حدیث میں موجود غریب الفاظ کی تشریح کر دیتا ہے اور بعض اوقات کسی اور روایات کا کوئی جز متن میں شامل کر دیتا ہے۔ اس کو ادرج کہا جاتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس طرح کے الفاظ اصل متن کا حصہ نہیں ہوتے ادراج پر تحقیق کا مطلب اصل متن اور ظن راوی کے مابین فرق واضح کرنا ہے۔

علامہ سیوطی ادراج کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ويدرك ذلك بوروده منفصلاً في رواية أخرى، أو بالتنصيص على ذلك من الراوي أو بعض الأئمة المطلعين، أو باستحالة كونه صلى الله عليه وسلم يقول ذلك، مثال ذلك ما رواه أبو داود، ثنا عبيد الله بن محمد النفيلي ثنا زهير، ثنا الحسن بن الحرّ عن القاسم بن مخيمرة: قال أخذ علقمة بيدي فحدثني أن عبد الله بن مسعود أخذ بيده، وأن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بيد عبد الله بن مسعود فعلمنا التشهد في الصلاة، الحديث، وفيه إذا قلت هذا أو قضيت هذا فقد قضيت صلاتك إن شئت أن تقوم فقم، وإن شئت أن تقعد فاقعد، فقوله إذا قلت إلى آخره، وصله زهير بن معاوية بالحديث المرفوع في رواية أبي داود هذه، وفيما رواه عنه أكثر الرواة، قال الحاكم: وذلك مدرج في الحديث من كلام ابن مسعود، وكذا قال البيهقي والخطيب، وقال المصنف في الخلاصة: اتفق الحفاظ على أنها مدرجة"[234]

234 سیوطی ، عبدالرحمن بی ابی بکر، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ، النوع العشرون المدرج ، ج۳ ، ۴۰۶-۴۰۵

''اور اس کو کسی دوسری روایت میں منفصلا وارد ہونے کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔ یا راوی کے بیان کرنے کے ذریعے سے یا دوسرے بعض آئمہ کے ذریعے سے جو اس پر مطلع ہو چکے ہوں۔ یا اس بات کے ناممکن ہونے سے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔اس کی مثال یہ ہے جو ابو داود نے روایت کی۔ ہمیں عبید اللہ بن محمد نفیلی نے بیان کیا کہ ہمیں زہیر نے بیان کیا کہ ہمیں حسن بن حر نے بیان کیا کہ قاسم بن مخیمرہ سے منقول ہے علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا(اور انہیں نماز میں تشہد کے کلمات سکھائے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو نماز میں تشہد کے کلمات سکھائے،(حدیث)اور اس میں ہے کہ '' جب تم نے یہ دعا پڑھ لی یا پوری کرلی تو تمہاری نماز پوری ہو گئی، اگر کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھے رہنا چاہو تو بیٹھے رہو''۔تو ان کا یہ کہنا(إذا قلت إلی آخرہ) یعنی ''جب تم نے یہ دعا پڑھ لی'' سے آخر تک، اسے زہیر بن معاویہ نے ابوداود کی اس روایت میں مرفوع حدیث کے ساتھ ملا دیا ہے۔اور یہی ان سے اکثر راویوں نے نقل کیا ہے۔ حاکم کہتے ہیں کہ یہ اس حدیث میں ابن مسعود کے کلام کا ادراج ہے۔اور اسی کی مثل بیہقی اور خطیب کا قول بھی موجود ہے۔اور مصنف نے خلاصہ میں بیان فرمایا کہ حفاظ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ (کلام کا) یہ (حصہ) مدرج ہے۔''

حدیث میں ادراج کی تین صورتیں ممکن ہیں۔یعنی ادراج حدیث کے متن کے آغاز میں، درمیان میں اور آخر میں پایا جاتا ہے۔

حدیث کے شروع میں ادراج:

حدیث کے شروع میں ادراج کی مثال دیتے ہوئے علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

"لأن الراوي يقول كلاما يريد أن يستدل عليه بالحديث فيأتي به بلا فصل، فيتوهم أن الكل حديث، مثاله ما رواه الخطيب من رواية أبي قطن وشبابة، فرقهما، عن شعبة عن محمد بن زياد عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اسبغوا الوضوء، ويل للأعقاب من النار، فقوله أسبغوا الوضوء مدرج من قول أبي هريرة كما بين في رواية البخاري عن آدم عن شعبة عن محمد بن زياد عن أبي هريرة قال: «أسبغوا الوضوء، فإن أبا القاسم صلى الله عليه وسلم قال: ويل للأعقاب من النار. قال الخطيب: وهم أبو قطن وشبابة في روايتهما له عن شعبة على ما سقناه، وقد رواه الجم الغفير عنه كرواية آدم".[235]

"حدیث کے شروع میں کوئی بات اس وجہ سے داخل کی جا سکتی ہے کہ راوی حدیث سے اخذ شدہ نتیجہ پہلے بیان کرے اور اس کے ساتھ ہی حدیث بیان کر دے، سننے والا یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ مکمل حدیث ہی ہے۔ اس کی مثال خطیب بغدادی نے بیان کی ہے۔ ابی قطن اور شبابہ شعبہ سے، وہ محمد بن زیاد سے اور وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وضو اچھی طرح کیا کرو۔ سوکھی ہوئی ایڑیوں کو آگ کی سزا دی جائے گی۔ اس حدیث میں "وضو اچھی طرح کیا

235 سیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، النوع العشرون المدرج، دار ابن الجوزیہ، بیروت، ۱۴۳۱ھ، ج۱، ص۴۱۳

کرو" سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بات ہے جسے حدیث کا حصہ سمجھ لیا گیا ہے۔اس کی وضاحت بخاری کی اس روایت سے ہوتی ہے آدم شعبہ سے وہ محمد بن زیاد سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وضو اچھی طرح کیا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سوکھی ہوئی ایڑیوں کو آگ کا عذاب ہوگا۔ خطیب یہ مثال بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں ابو قطن اور شبابہ دونوں نے شعبہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے اس جملے کو حدیث کا حصہ سمجھ لیا۔جب کہ لاتعداد راویان حدیث نے اس حدیث کو بالکل اسی طرح روایت کیا ہے جیسا کہ آدم نے شعبہ سے اس حدیث کو روایت کو کیا ہے۔"

بطور نمونہ مذکورہ حدیث درج ذیل ہے:

حدثنا آدم بن أبي إياس قال حدثنا شعبة قال حدثنا محمد بن زياد قال سمعت أبا هريرة و كان يمر بنا و الناس يتوضئون من المطهرة قال أسبغوا الوضوء فإن أبا القاسم صلى الله عليه و سلم قال ويل للأعقاب من النار[236]

ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا ہم سے محمد بن زیاد نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ ہمارے پاس سے گزرے اور لوگ لوٹے سے وضو کر رہے تھے۔ آپ نے کہا اچھی طرح وضو کرو کیونکہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

اس حدیث سے بالکل واضح ہے کہ "أَسۡبِغُوا الۡوُضُوءَ" کے الفاظ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ

---

236 البخاری ، محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری ، کتاب الوضوء، باب غسل الأعقاب، ص ۴۱ ، رقم : ۱۶۵

عنہ کے ہیں لیکن بعض راویان حدیث کو اشتباہ ہو گیا اور یہ الفاظ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ بن گئے۔اس مثال سے یہ بات بھی واضح ہے کہ ادراج کی معرفت کے لیے روایت کے دوسرے طرق سے استفادہ کیا جاتا ہے جس سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ اصل متن میں کیا بات منقول ہے اور کون سے الفاظ اصل متن کا حصہ نہیں بلکہ راوی کا بیان ہے۔

حدیث کے درمیان ادراج:

حدیث کے درمیان میں ادراج کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ومثال المدرج في الوسط والسبب فيه إما استنباط الراوي حكما من الحديث قبل أن يتم فيدرجه ، أو تفسير بعض الألفاظ الغريبة ونحو ذلك فمن الأول ما رواه الدارقطني في « السنن » من رواية عبد الحميد بن جعفر عن هشام عن عروة عن أبيه عن بسرة بنت صفوان قالت : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : من مس ذكره أو أنثييه أو رفغيه فليتوضأ .قال الدارقطني: كذارواه عبد الحميد عن هشام ، ووهم في ذكر الأنثيين والرفغ وإدراجه لذلك في حديث بسرة ، والمحفوظ أن ذلك قول عروة ، وكذا رواه الثقات عن هشام منهم أيوب وحماد بن زيد وغيرهما ثم رواه من طريق أيوب بلفظ: من مس ذكره فليتوضأ ، قال: وكان عروة يقول: إذا مس رفغيه أو أنثييه أو ذكره فليتوضأ .والثاني : أنْ يكُونَ عنْدَهُ متْنانِ بإسناديْن فَيَرْويهما بِأَحَدِهما .وكذا قال الخطيب: فعروة لما فهم من لفظ الخبر أن سبب نقض الوضوء مظنة الشهوة جعل حكم ما قرب من الذكر كذلك ، فقال ذلك ، فظن بعض الرواة أنه من صلب الخبر فنقله مدرجاً فيه ، وفهم الآخرون حقيقة الحال ففصلوا .ومن الثاني حديث عائشة في بدء الوحي : كان النبي صلى الله عليه

وسلم يتحنث في غار حراء وهو التعبد الليالي ذوات العدد فقوله وهو التعبد مدرج من قول الزهري۔"[237]

" حدیث کے درمیان میں مدرج کی مثال : اور اس کا ایک سبب راوی کا حدیث مکمل کرنے سے پہلے کسی حکم کے استنباط کو بیان کرنا یا بعض غریب الفاظ کی تفسیر کرنا ہے۔اور پہلے کی مثال وہ ہے جو دار قطنی نے سنن میں بیان کی کہ عبدالحمید بن جعفر سے روایت ہے کہ ہشام سے منقول ہے کہ عروہ سے منقول ہے کہ ان کے والد سے منقول ہے کہ بسرہ بنت صفوان سے منقول ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اپنی شرمگاہ کو یا خصیتین کو یا نسوانی شرم گاہ کو مس کیا تو اس کو چاہیے کہ وہ وضو کرے۔دار قطنی نے کہا: اسی طرح اس کو عبدالحمید نے بھی روایت کیا کہ ہشام سے منقول ہے اور انہیں خصیتین اور نسوانی شرمگاہ کے بیان کرنے میں وہم ہوا ہے۔اور اس میں ان کا ادراج بسرہ کی حدیث میں موجود ہے۔اور محفوظ یہ ہے کہ یہ عروہ کا قول ہے۔اور اسی طرح ثقہ راویوں نے ہشام سے نقل کیا ہے جن میں سے ایوب اور حماد بن زید اور ان کے علاوہ قابل ذکر ہیں۔پھر اس کو ایوب کی سند سے اس لفظ سے نقل کیا ہے کہ (من مس ذکرہ فلیتوضأ) یعنی جس نے اپنی شرمگاہ کو چھوا تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔اور دار قطنی نے کہا کہ عروہ کہا کرتے تھے کہ جس نے خصیتین کو یا نسوانی شرم گاہ کو یا اپنی شرمگاہ کو مس کیا تو اس کو چاہیے کہ وہ وضو کرے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ کسی راوی کے پاس دو مختلف سندوں سے دو مختلف متن ہوں اور ان کو کسی ایک سند سے نقل

[237] سیوطی ، عبدالرحمن بی ابی بکر ، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ، النوع العشرون المدرج ، دار ابن الجوزیہ ، بیروت ، ۱۴۳۱ھ ، ج۱ ، ص۴۱۳

کرے۔اور جیسا کہ خطیب نے کہا کہ عروہ نے حدیث کے لفظ سے یہ سمجھا کہ وضو کے ٹوٹنے کا سبب شہوت کا گمان ہے۔توانھوں نے جو شرمگاہ کے قریب تر تھا اس کو بھی شرمگاہ کے حکم میں شامل کردیا۔توانھوں نے کہا کہ اس سے بعض راویوں نے یہ سمجھا کہ یہ بھی حدیث کا حصہ ہے۔اور اس کو حدیث میں مدرجاً ذکر کردیا۔جب کہ دوسروں نے حقیقت حال کو جان کر اس کو علیحدہ بیان کیا۔اور دوسرا سبب یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ابتدائے وحی کے سلسلے میں فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں جاکر تحنث کیا کرتے تھے۔یہ عبادت کو کہتے ہیں۔آپ متعدد راتیں وہیں گزارا کرتے تھے۔اس حدیث میں "هو التعبد" کے الفاظ امام زہری کے ہیں۔ جو کہ اس حدیث میں داخل ہوگئے ہیں۔(کیونکہ زہری حدیث بیان کرنے کے درمیان ہی میں "يتحنث" کی وضاحت کرنے لگ گئے تھے۔"

حدیث کے آخر میں ادراج:

حدیث کے آخر میں ادراج کی مثال دیتے ہوئے شیخ صبحی صالح فرماتے ہیں:

"و من الادرج فی أخر الحديث ما فی الصحيح عن ابی هريره مرفوعا للعبد المملوک اجران والذی نفسی بيده لو لا الجهاد والحج وبر امی لاحببت ان اموت و انا مملوک فرسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اكتفی بقوله للعبد المملوک اجران غير ان ابا هريرة تكفل بايضاح هٰذين الاجرين بقسمه بتمنی الرق و مثل هذه الامنية يستحيل ان تساور قلب النبی صلی الله علیه وآله وسلم الذی جاء بتعاليمه يدعو الی تحرير الرقيق فضلا ان عن امه عليه السلام توفيت وهو صغير فلا

یمکن قطعا ان تکون العبارۃ من قولہ صلوات اللہ علیہ۔"[238]

"اور حدیث کے آخر میں اداراج کی مثال میں سے ایک یہ ہے جو کہ صحیح (بخاری) میں موجود ہے (اور وہ یہ ہے کہ) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاروایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا غلام کے لیے دوہرا اجر ہے اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جہاد کرنا، حج کرنا اور والدہ کی خدمت کرنے کا معاملہ نہ ہوتا تو میں غلامی کی حالت میں موت کو پسند کرتا۔ اس حدیث میں اس اللہ کی قسم سے آخر تک سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے جو حدیث کا حصہ بن گیا ہے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے ادا ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ آپ غلامی کی خواہش نہ کر سکتے تھے۔ اور نہ ہی آپ کی والدہ موجود تھیں جن کی آپ خدمت کر سکتے۔"

مندرجہ بالا اہل علم کی آرا سے اس امر کی وضاحت ہوگئی کہ ادراج کی تین صورتیں ممکن ہیں۔ ادراج متن کے شروع میں، درمیان میں اور آخر میں ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ بھی واضح ہوا کہ متن میں ادراج تلاش کیسے کرنا ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ متن میں ادراج کی معرفت کے لیے لفظ " قال" کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

بعض اوقات بلکہ اکثر لفظ " قال" کے بغیر متن میں ادراج نقل ہو جاتا ہے۔ جس کی پہچان اس روایت کے تمام طرق جمع کرنے کے بعد ہوتی ہے کہ روایت میں منقول فلاں عبارت ادراج شدہ ہے۔

لہذا لفظ " قال" ادراج کی معرفت کے لیے کوئی شرط نہیں۔ یہ ایک اضافی بات ہے کہ

---

[238] الدکتور ، صبحی الصالح ، علوم الحدیث و مصطلحہ ، مطبعۃ جامعۃ دمشق ، دمشق ، ۱۳۸۲ھ،ص ۲۴۶

محدث کے ادراج شدہ الفاظ اس کا شاگرد متن حدیث کے ختم ہو جانے کے بعد "قال" کے صیغے سے بیان کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تب بھی ادراج معلوم کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ علامہ سیوطی نے " مدرج " کی تعریف کرنے کے بعد بطور دلیل ادراج کی کئی ایک مثالیں پیش کی ہیں۔

جس سے بخوبی انداہ ہو جاتا ہے کہ متن میں فلاں لفظ یا فلاں عبارت ادراج شدہ ہے۔ علامہ سیوطی نے ادراج کی جو مثالیں پیش کی ہیں ان میں کہیں بھی "قال" کا اضافہ نہیں۔ تعدد طرق سے ادراج کا بخوبی پتا چل گیا کہ فلاں لفظ یا فلاں جملہ فلاں راوی کا ہے اصلاً روایت کا حصہ نہیں ہے۔ ان امثلہ کو قارئین غور سے دیکھیں انہی امثلہ پر ساری تحقیق کا انحصار ہے۔

صحیح بخاری کی روایت میں ادراج:

اس بحث کے بعد اب یہ جاننا ضروری ہے کہ صحیح بخاری کی روایت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی سے متعلق جو الفاظ نقل ہوئے ہیں اگر وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ نہیں ہیں تو پھر کس کے الفاظ ہیں۔ وہ الفاظ امام زہری کے ہیں۔ اور امام زہری کے وہ الفاظ ان کا شاگرد معمر لفظ "قال" کے ساتھ ذکر کر رہا ہے۔ یعنی قال کہنے والا معمر ہے۔ حدیث وراثت نقل کرنے کے بعد معمر نے امام زہری کے وہ الفاظ نقل کیے جو کہ ناراضی سے متعلق ہیں۔

ادراج کے لیے راوی کا مدرج ہونا شرط نہیں:

حالانکہ یہ بات بھی ادراج کے لیے کوئی ضروری نہیں کہ جو راوی مدرج ہے اسی

کی طرف ادراج کی نسبت کی جائے اکثر ایسا ہی ہوتا ہے لیکن یہ کوئی مسلمہ قاعدہ نہیں ہے۔ بعض اوقات ایسے ثقات سے متعلق بھی ادراج کا مسئلہ زیر بحث آجاتا ہے جو اصلاً مدرج نہیں ہوتے۔

جس طرح ادراج کی تین صورتوں میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عروہ ابن زبیر کی روایت میں ادراج کا مسئلہ جس طرح زیر بحث آیا اس سے یہ اثبت ہے کہ ان کی روایات میں ادراج شدہ الفاظ کا تعین ان کے مدرج ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ تعدد طرق کی وجہ سے ہوا ہے۔ یعنی بعض ثقات نے ان الفاظ کو متن کے حصہ کے طور پر روایت کر دیا اور بعض نے الگ کر کے بیان کیا۔ اس سے یہ بات واضح ہے کہ ضروری نہیں سند میں مدرج راوی ہو تبھی روایت میں بعض الفاظ کی طرف ادراج کی نسبت کی جائے گی۔ ہر گز نہیں

امام زہری سے متعلق محدثین کی آرا:

امام زہری روایت حدیث میں ثقہ اور صدوق ہیں۔ امام زہری کا شمار ان راویان حدیث میں ہوتا ہے جنہوں نے سب سے زیادہ روایات بیان کی ہیں۔ امام زہری کی عدالت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے امام زہری کے ترجمہ میں اہل علم کی آرا نقل کیں ہیں۔ جن میں سے چند ایک قابل ذکر ہیں۔

"وقال بن سعد قالوا وكان الزهري ثقة كثير الحديث والعلم والرواية فقيها جامعا وقال أبو الزناد كنا نكتب الحلال والحرام وكان بن شهاب يكتب كلما سمع فلما احتيج إليه علمت أنه أعلم الناس"[239]

---

[239] عسقلانی، ابن حجر، تہذیب التہذیب، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۵ھ، ج ۶، ص ۴۹، رقم: ۷۴۳۲

اور ابن سعد نے کہا: انھوں نے کہا: زہری ثقہ تھے اور ان کے پاس حدیث، علم اور روایت بہت زیادہ تھی اور وہ ان کو جمع کرنے والے فقیہ ہیں ابوزناد کہتے ہیں کہ ہم لکھتے تھے کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے اور ابن شہاب جب بھی سنتے تھے لکھتے تھے اور جب ضرورت پڑتی تھی پس میں جانتا ہوں کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والے ہیں۔"

مزید فرماتے ہیں:

"قال بن مهدي عن وهيب بن خالد سمعت أيوب يقول ما رأيت أحداأعلم من الزهري"[240]

" ابن مہدی سعید بن وہیب سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں میں نے ایوب کو یہ کہتے ہو سنا: میں نے زہری سے زیادہ علم والا کوئی نہیں دیکھا۔"

مزید فرماتے ہیں:

"قال عبد الرزاق عن معمر ما رأيت مثل الزهري في الفن الذي هو فيه"[241]

" عبدالرزاق معمر سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: میں نے زہری کے فن میں ان کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔"

امام عجلی بیان فرماتے ہیں:

"محمد بن مسلم بن عبيد الله بن شهاب الزهرى مدني تابعي ثقة"[242]

---

240 ایضا

241 عسقلانی، ابن حجر، تہذیب التہذیب، ج ٦، ص ٥١، رقم : ٧٣٢

242 العجلی، احمد بن عبداللہ بن صالح، تاریخ الثقات، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ١٤٠٥ھ، ص ٤١٢، رقم : ١٥٠٠

"زہری مدینہ کے رہنے والے تابعین میں سے ہیں اور ثقہ ہیں"

امام ابن حبان "الثقات" میں بیان فرماتے ہیں:

"محمد بن مسلم بن عبيد الله بن عبد الله بن شهاب بن عبد الله بن الحارث بن زهرة بن كلاب الزهرى القرشي كنيته أبو بكر رأى عشرة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان من أحفظ أهل زمانه وأحسنهم سياقا لمتون الأخبار وكان فقيها فاضلا"[243]

"امام زہری نے رسول اللہ ﷺ کے دس اصحاب کو دیکھا، اور وہ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ حافظ اور احادیث کی نصوص بیان کرنے میں سب سے بہتر تھے، اور وہ ایک نیک فقیہ تھے۔"

امام زہری اپنے دور کے عظیم محدث، عالم اور مجتہد تھے۔ ان کی عدالت اور صداقت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ اس اعتبار سے امام زہری کی مرویات قابل قبول ہیں۔ لیکن کسی راوی کے ثقہ اور صدوق ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس کی بیان کردہ ہر بات جو وہ نقل کر رہا ہے صحیح ہے اور قول فیصل ہے۔

امام زہری کی نقل کردہ مرویات صحیح و حسن درجہ کی ہیں۔ لیکن ان سے مراسیل بھی منقول ہیں جو کہ بالاتفاق ناقابل احتجاج ہیں ان سے بعض متناقضات بھی منقول ہیں۔ امام لیث بن سعد اپنے ایک خط میں (جو انہوں نے امام مالک کے نام لکھا) میں بیان فرماتے ہیں:

"وكان يكون من ابن شهاب اختلاف كثير اذا لقيناه، واذا كاتبه بعضنا فربما كتب فى الشيء الواحد على فضل رأيه وعلمه بثلاثة انواع

243 ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد، کتاب الثقات، دار الکتب العلمیه، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ج ۳ ص ۴، رقم :۳۵۶۹

ینقض بعضھا بعضاً، ولا یشعر بالذی مضی من رأیۃ فی ذلک الامر، فھو الذی یدعونی الی ترک ماانکرت ترکی ایاہ" [244]

"اور ہم لوگ جب ابن شہاب سے ملتے تھے تو بہت سے تضادات سامنے آتے اور ہم میں سے کوئی جب ان سے لکھ کر دریافت کرتا تو علم و عقل میں فضیلت کے باجود ایک ہی چیز کے متعلق ان کا جواب تین طرح کا ہوا کرتا تھا۔ جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نقیض ہوتا اور انھیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس سے پہلے کیا کہہ چکے ہیں۔ میں نے ایسی ہی چیزوں کی وجہ سے انھیں چھوڑا تھا، جسے تم نے پسند نہیں کیا۔"

امام لیث کی اس وضاحت سے یہ بات واضح ہے کہ امام زہری کے بیانات میں اکثر و بیشتر تضاد پایا جاتا ہے۔ یعنی وہ کیا کہتے ہیں انہیں یاد ہی نہیں رہتا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام زہری غیر ثقہ راوی نہیں ہیں۔ اس قول کی رو سے فقط یہی کہا جاسکتا ہے کہ امام زہری کی مرویات میں جہاں کہیں تناقضات کا ثبوت ملے وہ ہر گز قبول نہیں ہوں گے۔ ہمارے نزدیک ادراج بھی اسی کی ہی ایک قسم ہے۔ اس میں راوی اپنے الفاظ متن کے ساتھ متصل بیان کر دیتا ہے جس سے اشتباہ لاحق ہو جاتا ہے۔

ادراج زہری:

امام زہری بہت زیادہ ادراج کیا کرتے تھے۔ امام زہری کی اس روش کو کبار

[244] ابن معین ، یحیی بن معین ، تاریخ ابن معین (بروایۃ الدوری) مرکز البحث العلمی و احیاء التراث الاسلامی ،المکۃ المکرمۃ ، ۱۳۹۹ھ ، ج۴ ، ص۴۹۰، رقم : ۵۴۱۱

محدثین نے اپنی کتب میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ابن حجر عسقلانی النکت میں ایک طویل سند سے بیان کرتے ہیں:

"ثنا عمر بن محمد الهمداني قال: ثنا أبو بكر الأثرم قال: قال أبو عبدالله: أحمد بن حنبل و كذا كان الزهري يفسر الأحاديث الكثيراً وربما أسقط أداة التفسير فكان بعض أقرانه ربما يقول له: افصل كلامك من كلام النبي صلى الله عليه وسلم."[245]

امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں: اور اسی طرح امام زہری بعض اوقات احادیث کی وضاحت کے لیے از خود تفسیر کر دیتے تھے اور پھر اس مفسرانہ کلام کے تفسیری حروف/اداۃ کو بعض مواضع میں ساقط بھی کر دیتے تھے۔ ان کے ہم عصر اکثر و بیشتر ان سے کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے کلام اور اپنے کلام میں فرق کیا کریں۔

امام سخاوی نے بھی فتح المغیث میں امام زہری کی اس عادت کا تذکرہ کیا ہے[246]

امام بخاری " التاریخ الکبیر " میں ربیعہ بن ابی عبدالرحمن کے ترجمہ میں امام زہری کی اس عادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے ہوئے اپنی ذاتی رائے بھی ساتھ شامل کر دیتے تھے۔

"ربيعة بن أبي عبد الرحمن أبو عثمان مولى التيميين المدني الرأي واسم أبي عبد الرحمن فروخ سمع أنسا والسائب بن يزيد روى عنه الثوري قال عبد العزيز بن عبد الله حدثنا مالك كان ربيعة يقول لابن

245 عسقلانی، ابن حجر، النكت على كتاب ابن الصلاح و نكت العراقي، دار الميمان، الرياض، ١٤٣٤ھ، النوع العشرون، المدرج، ص٦١٨

246 سخاوی، محمد بن عبدالرحمن، فتح المغيث بشرح الفية الحديث، بحث مدرج، مكتبه دار المنهاج، رياض، ١٤٢٦ھ، ج٢، ص ٨٩

شهاب أن حالتي ليس تشبه حالك أنا أقول بر أي من شاء أخذه و أنت تحدث عن النبي صلى الله عليه و سلم فتحفظ لا ينبغي لأحد أن يعلم أن عنده شيء من العلم يضيع نفسه"[247]

" ربیعہ زہری سے کہا کرتے تھے کہ میری حالت تمہاری طرح نہیں ہے میں جب اپنی رائے سے کوئی بات کرتا ہوں تو میں (مجھ سے) روایت لینے والے کے مطابق بات کرتا ہوں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کرتے ہو۔ لہذا ہوشیار رہو کسی کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے پاس کچھ علم ہے اور وہ خود ہی ضائع ہو جائے۔"

امام ربیعہ اور امام زہری کی گفتگو کو مزید تفصیل سے خطیب بغدادی نے **"الفقية و المتفقه"** میں نقل کیا ہے:

" أنا عثمان بن محمد بن يوسف العلاف ، أنا محمد بن عبد الله الشافعي ، ثنا أبو إسماعيل الترمذي ، نا ابن بكير نا الليث قال : قال ربيعة لابن شهاب : يا أبا بكر ، إذا حدثت الناس بر أيك فأخبر هم أنه ر أيك ، و إذا حدثت الناس بشيء من السنة فأخبر هم أنه سنة لا يظنون أنه ر أيك"[248]

---

247 بخاری ، محمد بن اسماعیل ، التاريخ الكبير ، دار الكتب العلميه ، بيروت ، (القسم الاول من الجزء الثانى) باب (ر) منهم ربيع ، ج٣ ،ص ٢٨٧، رقم : ٩٧٦

خطيب بغدادى، احمد بن على بن ثابت ،الكفاية فى علم الرواية ، باب الكلام في أحكام الأداء وشرائطه ،دار الهدى ، ١٤٢٣ھ،ج١ ص ٤٩٩،رقم :٥١٢

248 خطيب بغدادى، احمد بن على بن ثابت ،كتاب الفقية والمتفقه ،دار ابن الجوزيه ، رياض ، ١٤١٧ھ ، باب ذكر اخلاق الفقيه و ادبه وما يلزمه استعماله مع تلامذه و اصحابه ،ج ٢ ،ص٣١٢،رقم :١٠١٨

”ربیعہ نے ابن شہاب (زہری) سے کہا: اے ابو بکر! اگر آپ لوگوں کو اپنی رائے کے بارے میں بتائیں تو انہیں بتائیں کہ یہ آپ کی رائے ہے، اور اگر آپ لوگوں کو سنت میں سے کسی چیز کے بارے میں بتائیں تو انہیں بتائیں کہ وہ سنت ہے، اس لیے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ آپ کی رائے ہے۔“

مندرجہ بالا اقوال سے یہ بات واضح ہے کہ امام زہری کی یہ عادت تھی کہ وہ احادیث بیان کرتے ہوئے کچھ الفاظ اپنی طرف سے بطور وضاحت پیش کر دیا کرتے تھے سننے والے فرق نہیں کر پاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان کون سا ہے اور امام زہری کی ذاتی رائے کون سی ہے۔ اس طریقے سے روایت کے اصل الفاظ اور ادراج شدہ الفاظ میں فرق نہیں ہو پاتا تھا۔ بلکہ نفس الامر میں اختلاط ہو جاتا تھا۔ صحیح بخاری کی جس روایت کا نقوی صاحب نے حوالہ دیا (جس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر ہے) اس روایت میں ناراضی اور کشیدگی کے الفاظ امام زہری کے ہیں۔

غور وخوض سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام زہری نے جب مسئلہ فدک سے متعلق روایات بیان کیں تو ان کے تلامذہ نے امام زہری کے ذاتی الفاظ بعض روایات میں لفظ ”قال“ کے ساتھ بیان کر دیے یعنی امام زہری نے فرمایا: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئیں اور تادم وصال سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات نہیں کی۔

اس دعوی کی دلیل کے لیے تمام تر روایات کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی میراث کا مطالبہ کیا گیا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس مطالبہ پر رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی کہ: ” ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ

ہے" اس کے بعد روایات میں منقول ہے کہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں اور تادم وصال سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات نہ کی۔

روافض اس واقعہ کو صحیح بخاری سے پیش کرتے ہیں اور نقوی صاحب نے بھی احراق باب زہرا کے اثبات کے لیے بخاری کی روایت کو بطور حوالہ اپنی کتاب میں ذکر کیا۔ یہ روایت تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری میں موجود ہے اسی روایت کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے کسی بھی روایت کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے اس روایت کے تمام طرق دیکھے جاتے ہیں اس کے بعد ہی کوئی رائے قائم کی جاتی ہے۔

صحیح بخاری میں یہ روایت پانچ مقامات پر ذکر کی گئی ہے۔ ان تمام مقامات کے مرکزی راوی امام زہری ہیں۔ ان تمام روایات پر غور کریں تو یہ بات قارئین پر واضح ہو جائے گی کہ امام زہری کبھی نارضگی اور ترک ملاقات کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر نہیں کرتے۔ یعنی امام زہری کی اپنی مرویات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ امام زہری کے تلامذہ جنہوں نے امام زہری سے اس روایت کو سنا اور آگے منتقل کیا ان کے مابین بھی ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ سے متعلق شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام زہری کے تلامذہ کبھی ناراضی کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی ناراضی کا ذکر نہیں کرتے۔ کبھی قال کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اور کبھی قال کے بغیر ذکر کرتے ہیں۔ یہ اختلاف اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ناراضی، کشیدگی اور ترک ملاقات کے الفاظ اصلاً روایت کا حصہ نہیں۔ اب ہم حدیث فدک کے ذیل ان مخصوص الفاظ سے متعلق اپنی سیر حاصل اور پر مغز تحقیق پیش کرتے ہیں۔

ہم نے بالترتیب امام زہری کے تلامذہ کی مرویات کو الگ الگ ابواب کی شکل میں بیان کیا ہے جس سے ہر شاگرد کا بیان قارئین کے سامنے آجائے گا کہ ناراضی کے الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہیں ہیں۔ بلکہ امام زہری کے ہیں۔

شعیب بن ابی حمزہ کی مرویات

پہلی روایت:

حدثنا أبو اليمان أخبرنا شعيب عن الزهري قال حدثني عروة بن الزبير عن عائشة أن فاطمة عليها السلام أرسلت إلى أبي بكر تسأله ميراثها من النبي صلى الله عليه وسلم فيما أفاء الله على رسوله صلى الله عليه وسلم تطلب صدقة النبي صلى الله عليه وسلم التي بالمدينة وفدك وما بقي من خمس خيبر فقال أبو بكر إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا فهو صدقة إنما يأكل آل محمد من هذا المال يعني مال الله ليس لهم أن يزيدوا على المأكل وإني والله لا أغير شيئا من صدقات النبي صلى الله عليه وسلم التي كانت عليها في عهد النبي صلى الله عليه وسلم ولأعملن فيها بما عمل فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم فتشهد علي ثم قال إنا قد عرفنا يا أبا بكر فضيلتك وذكر قرابتهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم وحقهم فتكلم أبو بكر فقال والذي نفسي بيده لقرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم أحب إلي أن أصل من قرابتي[249]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے یہاں اپنا آدمی بھیج کر نبی کریم ﷺ سے ملنے والی میراث کا مطالبہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو فے کی صورت میں دی تھی۔ یعنی آپ کا مطالبہ مدینہ کی اس جائیداد کے بارے

249 البخاری ، محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری ،کتاب فضائل الصحابة، ،باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ منقبة فاطمة عليها السلام ، ص ٦٠٦-٦٠٥ رقم : ٣٧١٢-٣٧١١

میں تھا جس کی آمدن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصارف خیر میں خرچ کرتے تھے، اور اسی طرح فدک کی جائیداد اور خیبر کے خمس کا بھی مطالبہ کیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرما گئے ہیں کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے، البتہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخراجات اسی مال میں سے پورے کیے جائیں گے مگر انہیں یہ حق نہیں ہوگا کہ کھانے کے علاوہ اور کچھ تصرف کریں، اور میں اللہ کی قسم آپؐ کے صدقات میں جو آپ کے زمانہ میں ہوا کرتے تھے، ان میں کوئی رد و بدل نہیں کروں گا بلکہ وہی نظام جاری رکھوں گا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم فرمایا تھا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے (خطبے اور) تشہد کے کلمات کہے، پھر کہا: اے ابو بکر ہم آپ کی فضیلت و مرتبہ کا اقرار کرتے ہیں، اس کے بعد انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی قرابت کا اور اپنے حق کا ذکر کیا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت والوں سے سلوک کرنا مجھ کو اپنی قرابت والوں کے ساتھ سلوک کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

یہ روایت امام زہری کے شاگرد شعیب بن ابی حمزہ سے ہے۔ یہ روایت امام بخاری نے ابو الیمان سے لی ہے اور ابو الیمان نے شعیب بن ابی حمزہ سے لی ہے اور شعیب نے زہری سے لی ہے۔ اس روایت میں شعیب بن ابی حمزہ نے امام زہری سے ان الفاظ کا تذکرہ نہیں کیا۔ صحیح بخاری کی یہ روایت مختصر بیان کی گئی ہے اس روایت میں بعض الفاظ محذوف ہیں یہ روایت دراصل صحیح بخاری کی روایت ۴۲۴۱-۴۲۴۰ کا اختصار معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس روایت میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو کے فوراً بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو کا ذکر ہے جو کہ سیاق کلام سے مطابقت نہیں رکھتی لہذا یہ کہنا بجا ہے کہ یہ روایت

۴۲۴۰-۴۲۴۱ کا اختصار ہے۔ یعنی اس روایت کا اصل متن صحیح بخاری کی روایت ۴۲۴۱-۴۲۴۰ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ روایت شعیب بن ابی حمزہ نے امام زہری سے اسی طرح اختصار سے سنی ہو۔ اس روایت کے آخر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جو گفتگو نقل ہوئی ہے وہ بقیہ روایات کے مطابق سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہوئی ہے۔

لیکن اس روایت میں گھر کا ذکر نہیں ہے عین ممکن ہے امام زہری نے یہاں روایت کا آخری حصہ متن کے ساتھ جوڑ دیا ہو جیسا کہ ان کے ترجمہ میں اہل علم نے بیان بھی کیا ہے کہ امام زہری اکثر ایسا ہی کرتے تھے۔

مزید المنتقی من السنن المسندة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہی روایت بطریق ابوالیمان و بشر بن شعیب منقول ہے اس روایت میں بھی ناراضی اور ترک ملاقات کا قطعاً ذکر نہیں اور جو الفاظ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے صحیح بخاری میں منقول ہیں المنتقی من السنن المسندة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ الفاظ بھی نہیں ہیں۔

دوسری روایت:

حدثنا محمد بن عوف الطائي قال ثنا عثمان بن سعيد بن كثير بن دينار وأبو اليمان وبشر بن شعيب قالوا ثنا شعيب بن أبي حمزة عن الزهري قال ثنا عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله عنها أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم أرسلت إلى أبي بكر رضي الله عنهما تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه و سلم في ما أفاء الله على رسوله وفاطمة رضي الله عنها حينئذ تطلب صدقة رسول الله صلى الله عليه و سلم التي بالمدينة وفدك وما بقي من خمس خيبر قالت عائشة رضي الله عنها قال أبو بكر رضي الله عنه إن

رسول الله صلى الله عليه و سلم قال لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد من هذا المال يعني مال الله ليس لهم أن يزيدوا المأكل واني والله لا أغير شيئا من صدقات رسول الله صلى الله عليه و سلم عن حالها التي كانت على عهد رسول الله صلى الله عليه و سلم ولأعملن فيها بمثل ما عمل فيها رسول الله صلى الله عليه و سلم[250]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کسی کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا وہ ان سے اپنی میراث مانگ رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ کے اس ترکہ میں سے جسے اللہ نے آپ کو مدینہ اور فدک میں اور خیبر کے خمس کے باقی ماندہ میں سے عطا کیا تھا، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ’’ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، البتہ محمد ﷺ کی آل اولاد اس مال سے صرف کھا سکتی ہے (یعنی کھانے کے بمقدار لے سکتی ہے)‘‘ اور میں قسم اللہ کی ! رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صدقہ کی جو صورت حال تھی اس میں ذرا بھی تبدیلی نہ کروں گا، میں اس مال میں وہی کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔

صالح بن کیسان کی ادراج شدہ الفاظ سے پاک روایت یہی ہے۔ یہی روایت امام طبرانی نے بھی بطریق ابوالیمان ’’ مسند الشامیین ‘‘ میں تفصیل سے ذکر کی ہے۔ یہ روایت صحیح بخاری کی روایت ۴۲۴۱-۴۲۴۰ کی طرح مفصل ہے اس روایت میں بھی ناراضی اور ترک

250 الجارود ، محمد بن عبدالله ، المنتقى من السنن المسندة عن رسول الله ﷺ، باب ذكر ما يوجف عليه والخمس و الصفايا ، دار الجنان ،بيروت ، ۱۴۰۸ھ، ص۲۷٦ ،رقم:۱۰۹۸

ملاقات کا ذکر لفظ "قال" کے بغیر ہے۔

تیسری روایت:

حدثنا أبو زرعة ثنا أبو اليمان قال أخبرنا شعيب عن الزهري حدثني عروة بن الزبير أن عائشة أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم أرسلت إلى أبي بكر تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه و سلم مما أفاء الله على رسوله و فاطمة حينئذ تطلب صدقة النبي صلى الله عليه و سلم التي بالمدينة و ما بقي من خمس خيبر قالت عائشة فقال أبو بكر إن النبي صلى الله عليه و سلم قال لا نورث ما تركنا صدقة إنما كان يأكل آل محمد من هذا المال يعني مال الله ليس لهم أن يزيدوا على المأكل و إني و الله لا أغير صدقات النبي صلى الله عليه و سلم عن حالها التي كانت عليها في عهد النبي صلى الله عليه و سلم و لأعملن فيها بما عمل رسول الله صلى الله عليه و سلم فيها فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى ماتت و عاشت بعد رسول الله صلى الله عليه و سلم ستة أشهر فلما توفيت دفنها علي بن أبي طالب رضي الله عنه ليلا و لم يؤذن بها أبا بكر و صلى عليها علي و كان لعلي من الناس وجه حياة فاطمة كلها فلما توفيت فاطمة انصرفت وجوه الناس عن علي ففزع علي عند ذلك إلى مصالحة أبي بكر و مبايعته و لم يكن بايع تلك الأشهر فأرسل إلى أبي بكر أن ائتنا و لا يأتنا معك أحد و كره علي أن يشهدهم عمر لما يعلم من شدة عمر فقال عمر لأبي بكر لا تدخل عليهم وحدك فقال أبو بكر و ما عسى أن يفعلوا بي و الله لآتينهم فدخل عليهم أبو بكر فتشهد علي ثم قال إنا قد عرفنا يا أبا بكر فضيلتك و ما قد أعطاك الله عز و جل و إنا لم

ننفس عليك خيرا ساقه الله إليك ولكنك قد استبددت علينا بأمر وكنا نرى أن لنا نصيبا وذكر علي قرابته من رسول الله صلى الله عليه وسلم وحقه فلم يزل علي يتكلم حتى فاضت عينا أبي بكر فلما تكلم أبو بكر قال والذي نفسي بيده لقرابة رسول اللهصلى الله عليه وسلمأحب إلى أن أصل من قرابتي فأما الذي شجر بيني وبينكم من هذه الصدقات فإني لم آل فيها عن الخير وإني لم أكن لأترك فيها أمرا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه فيها إلا صنعته فقال علي موعدك العشية للبيعة فلما صلى أبو بكر صلاة الظهر أربعا رقي على المنبر فتشهد وذكر شأن علي وتخلفه عن البيعة وعذره ببعض الذي اعتذر إليه علي من الأمر فتشهد علي فعظم حق أبي بكر وحدث أنه لم يحمله على الذي صنع نفاسة على أبي بكر ولا إنكار فضيلته التي فضله الله بها قال ولكنا كنا نرى لنا في الأمر نصيبا استبددتم علينا به فوجدنا في أنفسنا فسر بذلك المسلمون وقالوا لعلي أصبت وكان المسلمون إلى علي قريبا حين راجع على الأمر المعروف[251]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا اور ان سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا نبی کریم ﷺ کے اس مال سے جو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے صدقے کا مطالبہ کر رہی تھیں مدینہ اور اور خیبر کا جو پانچواں حصہ رہ گیا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا سیدنا ابو بکر رضی

251 الطبرانی ، سلیمان بن احمد بن ایوب ، مسند الشامیین ، شعیب عن الزهری عن عروه، موسسة الرسالة ، بیروت ، ۱۴۰۹ھ ، ج۴، ص۱۹۴ رقم:۳۰۹۷

اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے' البتہ آل محمد ﷺ اسی مال سے کھاتی رہے گی یعنی اللہ کے مال سے، اس مال میں خوراکی کے سوا ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور میں، اللہ کی قسم! جو صدقہ نبی کریم ﷺ چھوڑ گئے ہیں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا۔ جس حال میں وہ آپ ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں (اس کی تقسیم وغیرہ) میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو آپ ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا۔ غرض ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ بھی دینا منظور نہ کیا۔ اس پر فاطمہ رضی اللہ عنہا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے خفا ہو گئیں اور ان سے ترک ملاقات کر لیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر علی رضی اللہ عنہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں دی اور خود ان کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں علی رضی اللہ عنہ پر لوگ بہت توجہ رکھتے رہے لیکن ان کی وفات کے بعد انھوں نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں۔ اس وقت انھوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہا۔ اس سے پہلے چھ ماہ تک انھوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی پھر انھوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور کہلا بھیجا کہ آپ صرف تنہا آئیں اور کسی کو اپنے ساتھ نہ لائیں ان کو یہ منظور نہ تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ ان کے

ساتھ آئیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ تنہا ان کے پاس نہ جائیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں وہ میرے ساتھ کیا کریں گے میں تو اللہ کی قسم! ضرور ان کی پاس جاؤں گا۔ آخر آپ علی رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کو گواہ کیا' اس کے بعد فرمایا ہمیں آپ کے فضل و کمال اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے' سب کا ہمیں اقرار ہے جو خیر و امتیاز آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ہم نے اس میں کوئی ریس بھی نہیں کی لیکن آپ نے ہمارے ساتھ زیادتی کی (کہ خلافت کے معاملہ میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت کی وجہ سے اپنا حق سمجھتے تھے (کہ آپ ہم سے مشورہ کرتے) ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ان باتوں سے گریہ طاری ہو گئی اور جب بات کرنے کے قابل ہوئے تو فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن میرے اور (آپ) لوگوں کے درمیان ان اموال کے سلسلے میں جو اختلاف ہوا ہے تو میں اس میں حق اور خیر سے نہیں ہٹا ہوں اور اس سلسلہ میں جو راستہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھا خود میں نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دوپہر کے بعد میں آپ سے بیعت کروں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر آئے اور خطبہ کے بعد علی رضی اللہ عنہ کے معاملے کا اور ان کے اب تک بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور وہ عذر بھی بیان کیا جو علی رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا پھر علی رضی اللہ عنہ نے استغفار اور شہادت کے بعد ابو بکر رضی

اللہ عنہ کا حق اوران کی بزرگی بیان کی اور فرمایا کہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے
اس کا باعث ابو بکر رضی اللہ عنہ سے حسد نہیں تھااور نہ ان کے فضل و کمال
کاانکار مقصود تھاجو اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت فرمایا یہ بات ضرور تھی کہ ہم
اس معاملہ خلافت میں اپنا حق سمجھتے تھے (کہ ہم سے مشورہ لیا
جاتا) ہمارے ساتھ یہی زیادتی ہوئی تھی جس سے ہمیں رنج پہنچا۔ مسلمان
اس واقعہ پر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔ جب علی
رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں یہ مناسب راستہ اختیار کر لیا تو مسلمان ان
سے خوش ہو گئے اور علی رضی اللہ عنہ سے اور زیادہ محبت کرنے لگے جب
دیکھا کہ انھوں نے اچھی بات اختیار کر لی ہے۔

شعیب بن ابی حمزہ کی یہ روایت جو کہ ابو الیمان سے ہے اس میں مکمل روایت ذکر کی گئی ہے باقی مقامات پر یہ روایت اختصار کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔ یعنی شعیب بن ابی حمزہ کی اصل روایت بطریق ابو الیمان یہی روایت ہے جسے امام طبرانی نے مسند الشامیین میں ذکر کیا ہے۔ یہ روایت صحیح بخاری کی روایت ۴۲۴۱-۴۲۴۰ کی طرح مفصل اور مکمل روایت ہے۔ مزید طرق سے یہ بات واضح ہو جائے گی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو جانا اور تادم وصال ان سے گفتگو نہ کرنا اصلاً روایت کا حصہ نہیں بلکہ ظن راوی ہے۔

صحیح بخاری کی روایت (۳۷۱۱-۳۷۱۲) کے آخر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو سیدنا ابو بکر رضی عنہ سے ان کے سامنے کی گئی ہے وہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر کا ذکر نہیں ہے جبکہ اس روایت کے آخر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو ان کے گھر میں ذکر کی گئی ہے۔ اور یہی اس گفتگو کو درست موضوع ہے۔ پہلی روایت اختصار سے بیان کی گئی ہے اور روایت کے آخری لفظ شروع میں بیان کیے گئے ہیں۔ قارئین اس روایت سے اندازہ

لگا سکتے ہیں۔

چوتھی روایت:

أخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ أخبرني أبو النضر محمد بن محمد الفقيه ثنا عثمان بن سعيد الدارمي قال قلت لأبي اليمان أخبرك شعيب بن أبي حمزة عن الزهري قال حدثني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله عنها أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم أرسلت إلى أبي بكر رضي الله عنه تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه و سلم مما أفاء الله على رسوله صلى الله عليه و سلم و فاطمة حينئذ تطلب صدقة النبي صلى الله عليه و سلم التي بالمدينة و فدك و ما بقي من خمس خيبر قالت عائشة رضي الله عنها فقال أبو بكر رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد من هذا المال يعني مال الله ليس لهم أن يزيدوا على المأكل و إني و الله لا أغير صدقات النبي صلى الله عليه و سلم عن حالها التي كانت عليه في عهد النبي صلى الله عليه و سلم و لأعملن فيها بما عمل رسول الله صلى الله عليه و سلم فيها فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على أبي بكر رضي الله عنهما من ذلك فقال أبو بكر لعلي رضي الله عنهما و الذي نفسي بيده لقرابة رسول الله صلى الله عليه و سلم أحب إلي أن أصل من قرابتي فأما الذي شجر بيني و بينكم من هذه الصدقات فإني لا آلو فيها عن الخير و إني لم أكن لأترك فيها أمرا رأيت رسول الله صلى الله عليه و سلم يصنعه فيها إلا صنعته رواه

البخاري في الصحيح عن أبي اليمان[252]

سیدہ عائشہ ضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت کا سوال کیا اس میں سے جو اللہ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لوٹایا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ طلب کر رہی تھیں مدینہ اور فدک کا اور جو خیبر کے خمس سے باقی بچا تھا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو کچھ چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہے، البتہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مال میں سے یعنی اللہ کے مال میں سے کھا سکتے ہیں اور ان کو کھانے پینے سے زیادہ نہیں ملے گا، اللہ کی قسم میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقات کی اس حالت کو تبدیل نہیں کروں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھی اور میں ضرور اس میں وہ عمل کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں کرتے تھے چنانچہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس میں سے کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس وجہ سے ناراض ہو گئیں، پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں سے صلہ رحمی کرنا مجھے اپنے قرابت داروں سے صلح رحمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے، اور جو میرے اور تمہارے

---

252 البیهقی ، احمد بن حسین ، السنن الکبری ، کتا ب قسم الفیء والغنیمة ، باب بیان مصرف اربعة اخماس الفیء بعد رسول الله ، دار الکتب العلمیة ، بیروت ، ۱۴۲۴ھ ، ج٦، ص ۴۹۰ ، رقم : ۱۲۷۳۳

درمیان ان صدقات کے بارے میں جھگڑا ہے میں اس میں خیر سے کوتاہی نہیں کروں گا، اور میں اس میں اس معاملے کو نہیں چھوڑوں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے دیکھا ہے اور میں اسی کو کروں گا۔' اس روایت کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں بطریق ابوالیمان نقل کیا ہے۔

سنن بیہقی کی اس روایت میں شعیب بن ابی حمزہ نے سیدہ فاطمہ کی ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس روایت میں کہیں بھی لفظ " قال" کا اضافہ نہیں ہے یعنی ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ لفظ " قال" کے بغیر نقل ہوئے ہیں۔ یہ روایت صحیح بخاری میں بھی بطریق ابوالیمان موجود ہے۔

لیکن صحیح بخاری میں ناراضی کا ذکر نہیں اس میں ناراضی کا ذکر ہے۔ اس میں بھی ناراضی کے الفاظ قال کے بغیر منقول ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ شعیب کی مرویات جو کہ ابوالیمان سے ہیں اس میں بھی اختلاف ہے ایک ہی سند سے منقول متن میں بعض جگہ ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر ہے اور بعض جگہ نارضگی اور ترک ملاقات کا قطعاً ذکر نہیں جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے۔

اس روایت میں بھی بعض الفاظ محذوف ہیں حدیث لا نورث کے فوراً بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی کے مابین گفتگو کا ذکر ہے بظاہر اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے، لیکن بقیہ طرق سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ مکالمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہوا۔

جیسا کہ مسند الشامیین کی روایت سے واضح ہے۔ اس روایت میں بھی ایسا ہی ہوا جیسا کہ پہلی روایت میں ہوا کہ متن کے آخری الفاظ متن کے شروع میں بیان کردیے گئے۔

یہ روایت دلائل النبوۃ میں بھی اسی سند و متن کے ساتھ موجود ہے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام بیہقی بقیہ متن مزید سند کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وأخبرنا أبو نصر عمر بن عبد العزيز بن عمر بن قتادة قال: أخبرنا أبو محمد أحمد بن إسحاق بن البغدادي بهراة قال: أخبرنا علي بن محمد بن عيسى قال: حدثنا أبو اليمان قال: أخبرنا شعيب، فذكر هذا الحديث بإسناده ونحوه بزيادات كثيرة، فكان فيما زاد قال: فتشهد علي، وقال: قد عرفنا يا أبا بكر فضيلتك، وما قد أعطاك الله، وإنا لم ننفس عليك خيرا ساقه الله إليك، ولكنك استبددت علينا بأمر---------أحب إلي أن أصل من قرابتي. [253]

ابو الیمان نے کہا: ہمیں شعیب نے خبر دی، پس انھوں اس حدیث کو اس سند کے ساتھ اسی طرح بہت سے اضافہ جات کے ساتھ ذکر کیا اور اس میں جو اضافہ کیا گیا ہے (وہ یہ ہے) شعیب نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کو گواہ کیا' اس کے بعد فرمایا ہمیں آپ کے فضل و کمال اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے سب کا ہمیں اقرار ہے------الخ

اس روایت میں ابو الیمان نے شعیب کی نسبت سے اس امر کی وضاحت کر دی کی روایت میں بعض الفاظ شعیب کی طرف سے اضافہ ہیں۔ یعنی یہ الفاظ شعیب نے بیان کیے ہیں۔ جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ امام بیہقی نے تصریح فرمادی کہ یہ الفاظ (فتشهد علي، وقال: قد عرفنا يا أبا بكر فضيلتك، وما قد أعطاك الله) شعیب بن ابی حمزہ کا اس روایت میں اضافہ ہے۔ کیونکہ اصلاً یہ الفاظ اس موقع پر نہیں بولے گئے۔

---

253 البيهقى، احمد بن حسين، دلائل النبوة، باب ماجاء فى تركة رسول الله ﷺ، دار الكتب العلمية، بيروت ١٤٠٨ھ، ج٧، ص٢٨٠

بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں بولے گئے ہیں۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ الفاظ راوی کا ظن ہی ہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا حصہ نہیں ہیں۔ تبھی تو راوی اس کو کبھی متن کے شروع میں بیان کر رہا ہے اور کبھی متن کے آخر میں بیان کر رہا ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر جانا اور دونوں کے مابین گفتگو ہونا یہ سب راوی کا متن میں اضافہ ہے۔ یہاں اضافے سے مراد اس روایت میں اضافہ ہے۔ مسند الشامیین کی روایت میں ان الفاظ کا درست مقام بیان ہوا ہے۔ مزید امام بیہقی نے ابوالیمان کی اس روایت سے ان حضرات کا بھی یہاں رد کر دیا جو یہ کہتے ہیں کہ ان الفاظ کو راوی کا گمان یا ادراج ماضی میں کسی محدث نے نہیں کہا۔

پانچویں روایت:

حدثنا عمرو بن عثمان الحمصی حدثنا أبی حدثنا شعيب بن أبی حمزة عن الزهری حدثنی عروة بن الزبير أن عائشة زوج النبی صلی الله عليه وسلم أخبرته بهذا الحديث قال وفاطمة عليها السلام حينئذ تطلب صدقة رسول الله صلی الله عليه وسلم التی بالمدينة وفدك وما بقی من خمس خيبر. قالت عائشة رضی الله عنها فقال أبو بكر رضی الله عنه إن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة وإنما يأكل آل محمد فی هذا المال. يعنی مال الله ليس لهم أن يزيدوا علی المأكل.[254]

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ مجھ سے عروہ بن زبیر نے بیان کیا کہ ام

---

254 ابی داود ، سلیمان بن الاشعث السجستانی ، سنن ابی داود ،کتاب الخراج والفیء والإمارة ،باب فی صفایا رسول الله ﷺ من الاموال، دار الحضارة ، بیروت ، ۱۴۳۶ھ ، ص ۳۸۰ ، رقم:۲۹۶۹

المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے یہی حدیث روایت کی ہے، کہ اس میں یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس وقت (اپنے والد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس صدقے کی طلب گار تھیں جو مدینہ اور فدک میں تھا اور جو خیبر کے خمس میں سے بچ رہا تھا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں : سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اس مال میں سے یعنی اللہ کے مال سے صرف اپنے کھانے کی مقدار لے گی اس مال میں خوراکی کے سوا ان کا کوئی حق نہیں ہے۔

سنن ابی داود کی اس روایت میں شعیب ابن ابی حمزہ نے سیدہ فاطمہ کی ناراضی کا ذکر نہیں کیا۔

چھٹی روایت:

أخبرنا عمرو بن يحيى بن الحرث قال حدثنا محبوب يعني بن موسى قال أنبأنا أبو إسحاق هو الفزاري عن شعيب بن أبي حمزة عن الزهري عن عروة بن الزبير عن عائشة أن فاطمة أرسلت إلى أبي بكر تسأله ميراثها من النبي صلى الله عليه و سلم من صدقته و مما ترك من خمس خيبر قال أبو بكر إن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال لا نورث[255]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا جبکہ وہ ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ اور خمس خیبر سے اپنی وراثت طلب کرتی تھیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ

---

255 النسائی ، احمد بن شعیب ، کتاب السنن المعروف السنن الکبری ، کتاب قسم الخمس، دار التاصیل ،بیروت ، ۱۴۳۳ھ،ج٦، ص ۴۸ رقم۴۶۳۷

نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "ہمارے ترکے میں وراثت نہیں چلتی۔"

سنن نسائی کی اس روایت میں بھی شعیب بن ابی حمزہ نے سیدہ فاطمہ کی ناراضی کا قطعاً ذکر نہیں کیا۔ یہ دونوں روایات ابوالیمان کے علاوہ راویان نے شعیب سے بیان کی ہیں۔

ساتویں روایت:

حدثنا محمد بن عوف الحمصي قثنا عثمان بن سعيد بن كثير بن دينار وبشر بن شعيب قال عثمان ثنا شعيب بن أبي حمزة عن الزهري عن عروة أن عائشة أخبرته أن فاطمة ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم أرسلت إلى أبي بكر تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما أفاء الله على رسوله وفاطمة تطلب صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم التي بالمدينة وفدك وما بقي من خمس خيبر قالت عائشة فقال أبو بكر إن النبي صلى الله عليه وسلم قال (لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد من هذا المال) يعني مال الله ليس لهم أن يزيدوا على المأكل وإني والله لا أغير شيئا من صدقات النبي صلى الله عليه وسلم عن حالها التي كانت عليها في عهد النبي صلى الله عليه وسلم ولأعملن فيها بما عمل فيها النبي صلى الله عليه وسلم فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا"[256]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (کسی کو) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس

---

256 ابی عوانۃ ، یعقوب بن اسحاق ، الاسفرائینی ، مسند ابی عوانۃ ، کتاب الجهاد ، باب السنة فیمن لم یوجف علیه ، دارالمعرفة،بیروت ،۱۴۱۹ھ، ج۴، ص۲۵۳ ، رقم:

بھیجا وہ ان سے اپنی میراث مانگ رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ کے اس ترکہ میں سے جسے اللہ نے آپ ﷺ کو مدینہ اور فدک میں اور خیبر کے خمس کے باقی ماندہ میں سے عطا کیا تھا، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، محمد ﷺ کی آل اولاد اس مال سے صرف کھا سکتی ہے (یعنی کھانے کے بمقدار لے سکتی ہے)، اور میں قسم اللہ کی! رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صدقہ کی جو صورت حال تھی اس میں ذرا بھی تبدیلی نہ کروں گا، میں اس مال میں وہی کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ پس سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے انکار کر دیا۔

مسند ابی عوانہ کی اس روایت میں بھی شعیب بن ابی حمزہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی کا ذکر نہیں کیا۔ اس روایت کی سند سابقہ روایات کی سند سے مختلف ہے اس روایت میں شعیب بن ابی حمزہ سے اس روایت کو شعیب کے شاگرد عثمان نے نقل کیا ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ شعیب کے تلامذہ کے مابین بھی سیدہ فاطمہ کی ناراضی اور ترک ملاقات کو بیان کرنے میں اختلاف موجود ہے ابو الیمان نے ایک جگہ ناراضی کا ذکر کیا جبکہ دوسری جگہ نارضی کا ذکر نہیں کیا جبکہ عثمان نے اس روایت میں ناراضی کا بالکل بھی ذکر نہیں کیا۔ یہی روایت شعیب بن ابی حمزہ کے شاگرد عثمان سے مفصلاً و کاملاً صحیح ابن حبان میں بھی موجود ہے اس میں ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر قال کے بغیر ہوا ہے۔ اور دلائل النبوۃ کی روایت میں ابو الیمان نے روایت میں بعض اضافہ جات کو شعیب کی نسبت سے بیان کر کے یہ واضح کر دیا کہ یہ الفاظ شعیب کے بیان کردہ ہیں۔ ہمارے نزدیک ان کا اشارہ ادارج ہی کی طرف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

آٹھویں روایت:

أخبرنا محمد بن عبيد الله بن الفضل الكلاعي بحمص قال: حدثنا عمرو بن عثمان بن سعيد قال: حدثنا أبي عن شعيب بن أبي حمزة عن الزهري قال: حدثني عروة بن الزبير أن عائشة أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم أرسلت إلى أبي بكر تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه و سلم فيما أفاء الله على رسوله و فاطمة رضوان الله عليه حينئذ تطلب صدقة رسول الله صلى الله عليه و سلم التي بالمدينة وفدك وما بقي من خمس خيبر قالت عائشة: فقال أبو بكر إن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال: (لا نورث ما تركناه صدقة) إنما يا كل آل محمد من هذا المال ليس لهم أن يزيدوا على المأكل و إني و الله لا أغير شيئا من صدقات رسول الله صلى الله عليه و سلم عن حالها التي كانت عليها في عهد رسول الله صلى الله عليه و سلم و لأعملن فيها بما عمل رسول الله صلى الله عليه و سلم فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على أبي بكر من ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت و عاشت بعد رسول الله صلى الله عليه و سلم ستة أشهر فلما توفيت دفنها علي بن أبي طالب رضوان الله عليه ليلا و لم يؤذن بها أبا بكر فصلى عليها علي و كان لعلي من الناس وجه حياة فاطمة فلما توفيت فاطمة رضوان الله عليها انصرفت وجوه الناس عن علي حتى أنكرهم فضرع علي عند ذلك إلى مصالحة أبي بكر و مبابعته و لم يكن بايع تلك الأشهر فأرسل إلى أبي بكر أن ائتنا و لا يأتنا معك أحد كره علي أن يشهدهم عمر لما يعلم من شدة عمر عليهم فقال عمر لأبي بكر: و الله لا تدخل عليهم وحدك فقال أبو بكر: و ما عسى أن يفعلوا بي و الله لآتينهم فدخل أبو بكر فتشهد علي ثم قال: إنا قد عرفنا يا أبا بكر فضيلتك و ما أعطاك الله و إنا لم ننفس عليك خيرا ساقه الله إليك و لكنك استبددت علينا بالأمر و كنا نرى لنا حقا و ذكر قرابتهم من

رسول الله صلى الله عليه و سلم و حقهم فلم يزل يتكلم حتى فاضت عينا أبي بكر فلما تكلم أبوبكر قال : والذي نفسي بيده لقرابة رسول الله صلى الله عليه و سلم أحب إلي أن أصل من قربتي و أما الذي شجر بيني و بينكم من هذه الصدقات فإني لم آل فيها عن الخير و إني لم أكن لأترك فيها أمرا رأيت رسول الله صلى الله عليه و سلم يصنع فيها إلا صنعته قال علي : موعدك العشية للبيعة فلما أن صلى أبو بكر صلاة الظهر ارتقى على المنبر فتشهد و ذكر شأن علي و تخلفه عن البيعة و عذره بالذي اعتذر إليه ثم استغفر و تشهد علي فعظم حق أبي بكر و ذكر أنه لم يحمله على الذي صنع نفاسة على أبي بكر و لا إنكار فضيلته التي فضله الله بها و لكنا كنا نرى لنا في الأمر نصيبا و استبد علينا فوجدنا في أنفسنا فسر بذلك المسلمون و قالوا لعلي: أصبت و كان المسلمون إلى علي قريبا حين راجع على الأمر بالمعروف[257]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا اور ان سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مال سے جو آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ اور فدک میں عنایت فرمایا تھا اور خیبر کا جو پانچواں حصہ رہ گیا تھا سیدنا ابو بکر رضی اللہ نے یہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے' البتہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی مال سے کھاتی رہے گی (یعنی کھانے کے بمقدار لے سکتی ہے)، اور میں اللہ کی قسم! جو صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ گئے ہیں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں

---

257 الفارسی ، علی بن بلبان ، علاء الدين ، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان ، كتاب السير ، باب الغنائم و قسمتها ، مؤسسة الرسالة ، بيروت ، ج١١، ص ١٥٢-١٥٣-١٥٤، رقم : ٤٨٢٣

گا۔ جس حال میں وہ آپ ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں (اس کی تقسیم وغیرہ) میں میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو آپ ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا۔ غرض سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ بھی دینا منظور نہ کیا اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے خفا ہو گئیں اور ان سے ترک ملاقات کر لیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں دی اور خود ان کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر لوگ بہت توجہ رکھتے رہے لیکن ان کی وفات کے بعد انھوں نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں۔ اس وقت انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہا اس سے پہلے چھ ماہ تک انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی پھر انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور کہلا بھیجا کہ آپ صرف تنہا آئیں اور کسی کو اپنے ساتھ نہ لائیں ان کو یہ منظور نہ تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ آئیں۔ انہیں ان کی سخت مزاجی کا پتا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ تنہا ان کے پاس نہ جائیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں وہ میرے ساتھ کیا کریں گے میں تو اللہ کی قسم! ضرور ان کی پاس جاؤں گا۔ آخر آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہاں گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کو

گواہ کیا‘ اس کے بعد فرمایا ہمیں آپ کے فضل و کمال اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے‘ سب کا ہمیں اقرار ہے جو خیر و امتیاز آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ہم نے اس میں کوئی ریس بھی نہیں کی لیکن آپ نے ہمارے ساتھ زیادتی کی (کہ خلافت کے معاملہ میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا) ہم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت کی وجہ سے اپنا حق سمجھتے تھے (کہ آپ ہم سے مشورہ کرتے) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ان باتوں سے گریہ طاری ہو گئی اور جب بات کرنے کے قابل ہوئے تو فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن میرے اور آپ کے درمیان ان اموال کے سلسلے میں جو اختلاف ہوا ہے تو میں اس میں حق اور خیر سے نہیں ہٹا ہوں اور اس سلسلہ میں جو راستہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھا خود میں نے بھی اسی کو اختیار کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دوپہر کے بعد میں آپ سے بیعت کروں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ممبر پر آئے اور خطبہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے معاملے کا اور ان کے اب تک بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور وہ عذر بھی بیان کیا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے استغفار اور شہادت کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حق اور ان کی بزرگی بیان کی اور فرمایا کہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے اس کا باعث سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے حسد نہیں تھا اور نہ ان کے فضل و کمال کا انکار مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت فرمایا یہ بات ضرور تھی کہ ہم اس معاملہ خلافت میں اپنا حق

سمجھتے تھے (کہ ہم سے مشورہ لیا جاتا) ہمارے ساتھ یہی زیادتی ہوئی تھی جس سے ہمیں رنج پہنچا۔ مسلمان اس واقعہ پر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں یہ مناسب راستہ اختیار کر لیا تو مسلمان ان سے خوش ہو گئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اور زیادہ محبت کرنے لگے جب دیکھا کہ انھوں نے اچھی بات اختیار کر لی ہے۔

صحیح ابن حبان میں شعیب بن ابی حمزہ کی یہ روایت صحیح بخاری کی روایت ۴۲۴۱-۴۲۴۰ کی طرح مفصل روایت ہے اس میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ موجود ہیں لیکن لفظ "قال" کا ذکر نہیں ہے۔ یہ روایت مسند الشامیین کی روایت کی طرح مکمل و مفصل ہے اس روایت سے بھی ان الفاظ کی مزید وضاحت ہو گئی کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی باہمی گفتگو جو کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ہوئی تھی وہ شعیب کی بعض روایات میں متن کے شروع میں ہی بیان کی گئی ہے۔ مسند الشامیین اور صحیح ابن حبان کی روایت سے ان الفاظ کے درست مقام کا پتا چل گیا کہ ان دو شخصیات کی باہمی گفتگو کا صحیح مقام سیدنا علی رضی اللہ عنہا کا گھر ہے۔

شعیب بن ابی حمزہ کی مرویات کا خلاصہ:

شعیب بن ابی حمزہ کی تمام تر روایات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ شعیب نے حدیث فدک بیان کرتے ہوئے بعض مقامات پر ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر کیا ہے اور بعض مقامات پر ذکر نہیں کیا۔ اور جہاں ناراضی کا ذکر آیا ہے وہاں قال کے بغیر آیا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شعیب نے ان الفاظ کو قال کے بغیر بیان کیا ہے یعنی شعیب کی مرویات میں قال کے الفاظ نہیں ہیں۔

شعیب کی مرویات کو اگر دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو ایک حصہ وہ ہے جس میں سے سرے سے ناراضی و دیگر الفاظ کا ذکر ہی نہیں ہے اور دوسرا حصہ وہ ہے جس میں ناراضی و دیگر الفاظ کا ذکر قال کے بغیر ہے۔ شعیب بن ابی حمزہ کا اور ان کے تلامذہ کا بعض مقامات پر ناراضی و دیگر الفاظ کا ذکر و عدم ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اصل متن کا حصہ نہیں ہیں۔

اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی باہمی گفتگو کے اصل مقام کو بعض روایات میں بیان کرنا اور بعض میں بیان نہ کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ راوی سہواً یا قصداً ایسا کر رہا ہے۔

کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ الفاظ اصلاً روایت کا حصہ نہیں ہیں یہ امام زہری کی ذاتی رائے ہے۔ لہذا کبھی شعیب نے اس بات کا خیال کیا اور ان دو حضرات کی باہمی گفتگو کا ذکر اس کے درست مقام پر بیان کیا اور کبھی اس کا خیال نہیں کیا اور مقام تبدیل کر دیا۔ یہ تمام تر دلائل اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ناراضی کے الفاظ سے لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے تک سب امام زہری کا ذاتی تبصرہ ہے۔

صالح بن کیسان کی مرویات

پہلی روایت:

حدثنا عبد العزيز بن عبد الله حدثنا إبراهيم بن سعد عن صالح عن ابن شهاب قال أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها أخبرته أن فاطمة عليها السلام ابنة رسول الله صلى الله عليه وسلم سألت أبا بكر الصديق بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقسم لها ميراثها مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه فقال لها أبو بكر إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة فغضبت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فهجرت أبا بكر فلم تزل مهاجرته حتى توفيت وعاشت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة أشهر قالت وكانت فاطمة تسأل أبا بكر نصيبها مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم من خيبر وفدك وصدقته بالمدينة فأبى أبو بكر عليها ذلك وقال لست تاركا شيئا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعمل به إلا عملت به فإني أخشى إن تركت شيئا من أمره أن أزيغ فأما صدقته بالمدينة فدفعها عمر إلى علي وعباس وأما خيبر وفدك فأمسكها عمر وقال هما صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم كانتا لحقوقه التي تعروه ونوائبه وأمرهما إلى من ولي الأمر قال فهما على ذلك إلى اليوم[258]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

---

258 البخاری ، محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری ، کتاب فرض الخمس ، باب فرض الخمس ، ص ۵۰۵ ، رقم : ۳۰۹۳-۳۰۹۲

صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے اس ترکہ سے انہیں ان کی میراث کا حصہ دلایا جائے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فے کی صورت میں دیا تھا (جیسے فدک وغیرہ) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے (اپنی حیات میں) فرمایا تھا کہ ہمارا (گروہ انبیاء علیہم السلام کا) ورثہ تقسیم نہیں ہوتا، ہمارا ترکہ صدقہ ہے، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر غصہ ہو گئیں اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ترک ملاقات کی اور وفات تک ان سے نہ ملیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ مہینے زندہ رہی تھیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے خیبر اور فدک اور مدینہ کے صدقے کی وراثت کا مطالبہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں کسی بھی ایسے عمل کو نہیں چھوڑ سکتا جسے رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی میں کرتے رہے ہوں، میں بھی وہی کروں گا میں ڈرتا ہوں کہ آپؐ کے کسی حکم کو چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جاؤں، پھر رسول اللہ ﷺ کا مدینہ کا جو صدقہ تھا وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو (اپنے عہد خلافت میں) دے دیا البتہ خیبر اور فدک کی جائیداد کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روک رکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہیں اور ان حقوق کے لئے جو وقتی طور پر پیش آتے یا وقتی حادثات کے لئے رکھی تھیں۔ یہ جائیداد اس شخص کے اختیار میں رہیں گی جو خلیفہ وقت ہو۔ راوی نے کہا، چنانچہ ان دونوں

جائدادوں کا انتظام آج تک (بذریعہ حکومت) اسی طرح ہوتا چلا آتا ہے۔

یہ روایت امام زہری کے شاگرد صالح بن کیسان سے مروی ہے اس روایت میں بھی سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر ہے۔ لیکن صالح بن کیسان کی تمام تر مرویات جو اس مسئلہ فدک سے متعلق ہیں اگر ان کو جمع کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ صالح بن کیسان کی اپنی مرویات میں بھی بعض جگہ یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں اور بعض جگہ یہ الفاظ نقل نہیں ہوئے۔

اس روایت پر اگر غور کریں تو اس روایت میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ کے بعد لفظ" قالت " کا اضافہ ہے اور پھر وہی روایت دوبارہ سے بیان کی جارہی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں راوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے اس روایت کا تکرار کر رہا ہے۔ یہاں قالت کہنے والے امام زہری ہیں۔ ان کے شاگرد نے ان کے الفاظ اسی طرح نقل کر دیے۔ مزید یہ کہ یہ الفاظ سہواً ادا ہوئے ہوں۔ کیونکہ سنن بیہقی میں اسی مقام پر قالت کی بجائے قال کا اضافہ اور اس کے بعد روایت کا تکرار ہے۔ بہر حال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے اس روایت کا صحیح السند ہونا ثابت ہے اس لیے راوی کے اس بیان سے فرق واقع نہیں ہوتا مسئلہ فقط سیدہ فاطمہ کی ناراضی اور ترک ملاقات سے متعلق ہے جو کہ اصلاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا حصہ نہیں ہے۔ اور یہ بات مزید طرق سے واضح ہو جائے گی۔ یہی روایت اسی سند کے ساتھ امام بیہقی کی السنن میں بھی موجود ہے۔

دوسری روایت:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ أنا أبو سهل أحمد بن محمد بن زياد القطان ثنا محمد بن إسماعيل السلمي ثنا عبد العزيز الأويسي حدثني إبراهيم بن سعد عن صالح عن بن شهاب قال أخبرني عروة

بن الزبير أن عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم سألت أبا بكر بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه و سلم أن يقسم لها ميراثها مما ترك رسول الله صلى الله عليه و سلم مما أفاء الله فقال لها أبو بكر رضي الله عنه إن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال لا نورث ما تركنا صدقة فغضبت فاطمة رضي الله عنها فهجرت أبا بكر رضي الله عنه فلم تزل مهاجرة له حتى توفيت وعاشت بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه و سلم ستة أشهر قال فكانت فاطمة رضي الله عنها تسأل أبا بكر رضي الله عنه نصيبها مما ترك رسول الله صلى الله عليه و سلم من خيبر و فدك و صدقته بالمدينة فأبى أبو بكر رضي الله عنه عليها ذلك قال لست تاركا شيئا كان رسول الله صلى الله عليه و سلم يعمل به إلا عملت فإني أخشى إن تركت شيئا من أمره أن أزيغ فأما صدقته بالمدينة فدفعها عمر إلى علي و العباس فغلب علي عليها و أما خيبر و فدك فأمسكهما عمر و قال هما صدقة رسول الله صلى الله عليه و سلم كانت لحقوقه التي تعروه و نوائبه و أمرهما إلى ولي الأمر فهما على ذلك إلى اليوم رواه البخاري في الصحيح عن عبد العزيز الأويسي و أخرجه مسلم من وجه آخر عن إبراهيم بن سعد.[259]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہیں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کو تقسیم کر دیں جو اللہ نے ان کو دی ہے تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ

259 البيهقى ، احمد بن حسين ، السنن الكبرى ،كتاب قسم الفىء والغنيمة،باب بيان مصرف اربعة اخماس الفىءبعد رسول الله ، ج٦، ص ٤٩١-٤٩٠ ،رقم:١٢٧٣٤

نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے پس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں اور ان سے علیحدگی اختیار کر لی یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں راوی نے کہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے ترکہ میں سے یعنی خیبر ،فدک صدقات مدینہ میں سے اپنا حصہ مانگتی تھی ،سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے انکار کر دیا،انھوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی کسی چیز کو چھوڑنے والا نہیں ،میں اس میں خود عمل کروں گا جو رسول اللہ ﷺ خود کرتے تھے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے اس معاملے کو چھوڑ دیا تو میں اس میں کوتاہی کر بیٹھوں گا ، رہا آپ کا مدینہ والا صدقہ ، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا،اس پر (قبضے میں) حضرت علی رضی اللہ عنہ ان پر غالب آ گئے،اور خیبر اور فدک کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک لیا اور کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا ایسا صدقہ ہے جو آپ کے ذمے آنے والے حقوق اور حوادث کے لیے تھا،ان دونوں کا معاملہ اسی کے سپرد رہے گا جو حکومت کا ذمہ دار ہو گا۔راوی نے کہا: وہ دونوں آج تک اسی حالت پر ہیں۔اس روایت کو امام بخاری نے بطریق عبدالعزیز الاویسی اور امام مسلم نے بطریق ابراہیم بن سعد ایک اور سند سے نقل کیا ہے۔

صحیح بخاری کی روایت میں " فغضبت فاطمة رضي الله عنها فهجرت أبا بكر رضي الله عنه فلم تزل مهاجرة له حتى توفيت وعاشت بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم

ستة أشهر" کے بعد قالت کے ساتھ باقی روایت کا تکرار ہے جبکہ امام بیہقی کی السنن میں ان الفاظ کے بعد قال کا اضافہ ہے اور اس کے بعد روایت کا تکرار ہے۔ صحیح بخاری میں قالت کہنے والے امام زہری ہیں اور سنن بیہقی کی اس روایت میں قال کا قائل صالح ہے۔ جہاں قالت آیا ہے وہاں امام زہری نے روایت بیان کرنے کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے روایت کا تکرار کر دیا۔

اس نکتہ کی وضاحت اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔اس روایت میں روایت کے تکرار کو صالح بن کیسان قال کے صیغے کے ساتھ امام زہری کی نسبت سے بیان کر رہے ہیں۔ یعنی صالح اپنے شیخ کی بات ذکر کر رہے ہیں۔اس روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اصلاً روایت میں قال ہی ہے قالت راوی سے سہواً ادا ہوا ہے۔یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں بلکہ امام زہری ہی مزید تکرار سے وہ روایت بیان کر رہے ہیں۔مزید طرق سے اس بات کی تصدیق ہو جائے گی۔اس روایت میں اور سابقہ روایت میں روایت کا تکرار جس انداز سے کیا گیا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض الفاظ کی متن میں آمیزش ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو کے بعد اس بات کا ذکر ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صدقات مدینہ سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی تحویل میں دے دیے۔ یہ قول بھی امام زہری کا ہے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نہیں ہے کیونکہ اس قول کا تعلق فاروقی دور سے ہے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ مستقبل کی بات کیسے کر سکتے ہیں۔مزید طرق سے یہ عقدہ بھی حل ہو جائے گا۔ان شاء اللہ

تیسری روایت:

حدثنا ابن نمير حدثنا يعقوب بن إبراهيم حدثنا أبی ح و حدثنا زهير بن حرب و الحسن بن علی الحلوانی قالا حدثنا يعقوب وهو ابن إبراهيم حدثنا أبی عن صالح عن ابن شهاب أخبرنی عروة بن الزبير أن عائشة زوج النبی صلى الله عليه وسلم أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم سألت أبا بكر بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقسم لها ميراثها مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه. فقال لها أبو بكر إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة. قال وعاشت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة أشهر وكانت فاطمة تسأل أبا بكر نصيبها مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم من خيبر وفدك وصدقته بالمدينة فأبى أبو بكر عليها ذلك وقال لست تاركا شيئا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعمل به إلا عملت به إنی أخشى إن تركت شيئا من أمره أن أزيغ فأما صدقته بالمدينة فدفعها عمر إلى علی وعباس فغلبه عليها علی وأما خيبر وفدك فأمسكهما عمر وقال هما صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم كانتا لحقوقه التی تعروه ونوائبه وأمرهما إلى من ولی الأمر قال فهما على ذلك إلى اليوم.[260]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس

---

260 القشيری ، مسلم بن حجاج ، صحيح مسلم،كتاب الجهاد والسير ،با ب قول النبی :لا نورث ماتركنا فهو صدقة ، دار الحضارة ، الرياض ، ١٤٣٦هـ، ص ٥٤٩، ،رقم:١٧٥٩/٥٤

ترکے میں سے حصہ نکالیں جو اللہ نے آپ ﷺ کو بطور فے دیا تھا۔ تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا :''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا، ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہوگا'' راوی نے کہا: وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس مال میں سے اپنے حصے کا مطالبہ کرتی تھیں جو رسول اللہ ﷺ نے خیبر، فدک اور مدینہ میں صدقے کی صورت میں چھوڑا تھا تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ بات تسلیم نہ کی اور کہا: میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑوں گا جس پر رسول اللہ ﷺ عمل کرتے تھے، مگر میں بھی اسی پر عمل کروں گا۔ اگر میں نے آپ کے حکم میں سے کوئی چیز چھوڑ دی تو مجھے ڈر ہے کہ میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ رہا آپ کا مدینہ والا صدقہ، تو عمر سیدنا رضی اللہ عنہ نے وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا، اس پر (قبضے میں) سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان پر غالب آ گئے، اور خیبر اور فدک کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روک لیا اور کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا ایسا صدقہ ہے جو آپ کے ذمے آنے والے حقوق اور حوادث کے لیے تھا، ان دونوں کا معاملہ اسی کے سپرد رہے گا جو حکومت کا ذمہ دار ہوگا۔ راوی نے کہا: وہ دونوں آج تک اسی حالت پر ہیں۔

صحیح مسلم کی اس روایت میں صالح بن کیسان نے امام زہری سے سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی ناراضی کا قطعاً ذکر نہیں کیا بلکہ اس روایت میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو کے فوراً بعد لفظ '' قال'' کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا ذکر ہے۔ اس روایت سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ فقط ناراضی کے الفاظ ظن راوی نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی حدیث فدک میں مزید الفاظ بھی راوی کی ذاتی رائے ہے۔ اس روایت کو صالح نے جب امام زہری

سے نقل کیا تو ناراضی کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔

یعنی ناراضی کے الفاظ اصلاً روایت کا حصہ نہیں اور جب سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی وفات کا ذکر کیا تو لفظ" قال" کے ساتھ ذکر کیا یعنی" اس (زہری) نے کہا فاطمہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں" اس کے بعد راوی ہی روایت کا تکرار کر رہا ہے اور وہی واقعہ پھر سے سنا رہا ہے۔

لیکن چونکہ حدیث فدک صحیح سند سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے اس لیے یہاں راوی کے اس بیان سے فرق نہیں پڑتا جبکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی اور ترک ملاقات مستند ذرائع سے کسی کتاب میں درج نہیں۔

جن روایات کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ ان روایات میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ سیدہ عائشہ کے نہیں ہیں بلکہ ظن راوی ہیں اور وہ راوی امام زہری ہیں یہ بات مزید دلائل سے واضح ہو جائے گی۔ مزید اس روایت میں بھی روایت کا تکرار قال کے ساتھ ہو رہا ہے جس سے قالت کے صیغے کی مزید وضاحت ہو گئی ہے۔ کہ وہ سہو ہے۔

چوتھی روایت:

حدثنا حجاج بن أبي يعقوب حدثني يعقوب يعني ابن إبراهيم بن سعد حدثني أبي عن صالح عن ابن شهاب أخبرني عروة أن عائشة رضي الله عنها أخبرته بهذا الحديث قال فيه فأبى أبو بكر رضي الله عنه عليها ذلك وقال لست تاركا شيئا كان رسول الله صلى الله عليه و سلم يعمل به إلا عملت به إني أخشى إن تركت شيئا من أمره أن أزيغ فأما صدقته بالمدينة فدفعها عمر إلى علي وعباس رضي الله عنهم فغلبه علي عليها وأما خيبر وفدك فأمسكهما عمر وقال هما صدقة

رسول الله صلى الله عليه وسلم كانتا لحقوقه التي تعروه (أي تغشاه وتنتابه) ونوائبه وأمرهما إلى من ولي الأمر قال فهما على ذلك إلى اليوم.[261]

اس سند سے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی حدیث مروی ہے۔ اس(راوی) نے کہا کہ اس میں یہ ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے دینے سے انکار کیا اور کہا میں کوئی ایسی چیز چھوڑ نہیں سکتا جسے رسول اللہ ﷺ کرتے رہے ہوں، میں بھی وہی کروں گا، میں ڈرتا ہوں کہ آپ کے کسی حکم کو چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جاؤں۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے مدینہ کے صدقے کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی تحویل میں دے دیا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس پر غالب اور قابض رہے، رہا خیبر اور فدک تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو روکے رکھا اور کہا کہ یہ دونوں آپ ﷺ کے وہ صدقے ہیں جو آپؐ کی پیش آمدہ ضروریات اور مشکلات و حوادث، مجاہدین کی تیاری، اور مسافروں کی خبر گیری وغیرہ امور میں کام آتے تھے ان کا اختیار اس کو رہے گا جو والی (یعنی خلیفہ) ہو راوی کہتے ہیں: تو وہ دونوں آج تک ایسے ہی رہے۔

صالح بن کیسان کی اس روایت میں ناراضی اور ترک ملاقات کا قطعاً ذکر نہیں۔ اس روایت پر اگر غور کریں تو یہ بات قارئین پر بخوبی واضح ہو گی کہ یہ روایت شروع ہی لفظ "قال" سے ہو رہی ہے۔ یعنی راوی نے کہا کہ اس میں یہ ہے۔ اس سے آگے جو الفاظ راوی نے نقل کیے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہا نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس مال سے کچھ دینے سے انکار

---

[261] ابی داود ، سلیمان بن اشعث ، الجستانی ، سنن ابی داود ،کتاب الخراج والإمارة والفیء،باب فی صفایا رسول الله ﷺ من الاموال، ص ۳۸۰ ، رقم: ۲۹۷۰

کر دیا۔ یہ راوی کے الفاظ ہیں جن روایات میں یہ الفاظ حدیث عائشہ کے متن میں موجود ہیں وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ نہیں ہیں راوی کے الفاظ ہیں۔ بعض مقامات پر راوی نے قال کے بغیر وہ الفاظ ذکر کر دیے جس سے اشتباہ ہو گیا کہ یہ اصلاً روایت کا حصہ ہیں اور بعض جگہ یہ الفاظ قال کے ساتھ روایت کر دیے جس سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ راوی کی ذاتی رائے ہے۔ یہاں قال کا قائل امام زہری کا شاگرد صالح بن کیسان ہے اور قال کے بعد جو الفاظ صالح نے نقل کیے ہیں وہ امام زہری کے الفاظ ہیں۔

یعنی امام زہری نے فرمایا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس مال سے کچھ دینے سے انکار کر دیا۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری سنن ابی داود کی اس روایت کی شرح میں اسی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قال کے بعد جو الفاظ منقول ہیں وہ امام زہری کے ہیں۔

> **"حدثنا حجاج بن ابی یعقوب ، حدثنی یعقوب یعنی ابن إبراهیم بن سعد ، حدثني أبي، عن صالح عن ابن شهاب، أخبرني عروة، أن عائشة أخبرته بهذا الحديث (قال أي الزهري (فيه) أي الحديث"**[262]
>
> " ہمیں حدیث بیان کی حجاج بن ابی یعقوب نے (وہ فرماتے ہیں) مجھے حدیث بتائی یعقوب یعنی ابن ابراہیم بن سعد نے (وہ فرماتے ہیں) مجھے حدیث بتائی میرے والد نے (وہ فرماتے ہیں) مجھے صالح بن کیسان نے حدیث بتائی (وہ فرماتے ہیں) مجھے ابن شہاب نے حدیث بیان کی (وہ فرماتے ہیں) مجھے عروہ نے خبر دی کہ اس سند سے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ

---

262 السہارنفوری ، خلیل احمد ، بذل المجهود فی حل سنن ابی داود ، مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی ، الہند ، ۱۴۲۷ھ ، ج۱۰ ، ص ۱۵۶، رقم : ۲۹۷۰

عنہا سے یہی حدیث مروی ہے اس نے کہا یعنی زہری نے کہا کہ اس میں یہ ہے یعنی اس حدیث میں یہ ہے۔"

شیخ خلیل احمد سہارنپوری صاحب نے وضاحت فرمادی کہ کہ یہ الفاظ امام زہری کے ہی ہیں اسی روایت کے متن کے آخر (قال فهما على ذلك إلى اليوم.) میں شیخ نے مزید وضاحت کردی کہ یہ امام زہری کے الفاظ ہیں یعنی زہری نے کہا کہ وہ دونوں آج تک اسی طرح ہیں اسی طرح شرف الحق عظیم آبادی نے بھی متن کے آخری الفاظ سے متعلق یہ تصریح فرمائی کہ یہ زہری کا بیان ہے:

"(وأمرهما إلى من ولي الأمر): أي بعد النبي صلى الله عليه وسلم (قال): أي الزهري حين حدث هذا الحديث"[263]

"(ان کا اختیار اس کو رہے گا جو والی (یعنی خلیفہ) ہو) یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد (اس نے کہا) یعنی زہری نے اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے یہ کہا۔"

ادراج سے متعلق یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ فلاں الفاظ اصلاً روایت کا حصہ نہیں ہیں۔ یعنی بعض اوقات راوی کسی اور سند سے کسی متن کا کچھ حصہ کسی روایت میں بغیر سند کے اپنی طرف سے داخل کردیتا ہے اب جو الفاظ (ظن راوی) صحیح سند سے روایات میں موجود ہیں وہ اگر راوی اپنی طرف سے بھی بیان کردے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ الفاظ بظاہر راوی کی ذاتی رائے معلوم ہوتی ہے اصلاً وہ کسی روایت کے متن کا حصہ ہوتا ہے۔ لہذا اس طرح کے ادراج کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کی اصل کتب میں موجود

---

263 العظيم آبادى ، شمس الحق ، عون المعبود شرح سنن ابى داود مع شرح الحافظ ابن القيم الجوزية ، الناشر محمد عبدالمحسن ، المكتبة السلفية ، المدينة المنورة ، ج٨ ص ١٩٣

ہے۔ لیکن جس عبارت، قول یا رائے کی اصل موجود نہ ہو وہ راوی کی ذاتی رائے یا اس کی طرف سے ارسال کہلائے گا۔

پانچویں روایت:

حدثنا يعقوب قال حدثنا أبي عن صالح قال ابن شهاب أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم سألت أبا بكر رضي الله عنه بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقسم لها ميراثها مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه فقال لها أبو بكر رضي الله عنه إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة فغضبت فاطمة عليها السلام فهجرت أبا بكر رضي الله عنه فلم تزل مهاجرته حتى توفيت قال وعاشت بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة أشهر قال وكانت فاطمة رضي الله عنها تسأل أبا بكر نصيبها مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم من خيبر وفدك وصدقته بالمدينة فأبى أبو بكر عليها ذلك وقال لست تاركا شيئا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعمل به إلا عملت به وإني أخشى إن تركت شيئا من أمره أن أزيغ فأما صدقته بالمدينة فدفعها عمر إلى علي وعباس فغلبه عليها علي وأما خيبر وفدك فأمسكهما عمر رضي الله عنه وقال هما صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم كانتا لحقوقه التي تعروه ونوائبه وأمرهما إلى من ولي الأمر قال فهما على ذلك اليوم.[264]

---

[264] ابن حنبل ، احمد بن محمد ، مسند احمد ،مسند ابی بکر صدیق ، ص ۲۰۵-۲۰۴، رقم ۲۵

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اس ترکے میں سے حصہ نکالیں جو اللہ نے آپ ﷺ کو بطور فے دیا تھا۔ تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہو گا ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہو گا'' پس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے خفا ہو گئیں اور ان سے علیحدگی اختیار کر لی، یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی، راوی نے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ راوی نے کہا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس مال میں سے اپنے حصے کا مطالبہ کرتی تھیں جو رسول اللہ ﷺ نے خیبر، فدک اور مدینہ میں صدقے کی صورت میں چھوڑا تھا۔ تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ بات تسلیم نہ کی اور کہا: میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑوں گا جس پر رسول اللہ ﷺ عمل کرتے تھے، مگر میں بھی اسی پر عمل کروں گا۔ اگر میں نے آپ کے حکم میں سے کوئی چیز چھوڑ دی تو مجھے ڈر ہے کہ میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ رہا آپ کا مدینہ والا صدقہ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا، اس پر (قبضے میں) سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان پر غالب آ گئے، اور خیبر اور فدک کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روک لیا اور کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا ایسا صدقہ ہے جو آپ کے ذمے آنے والے حقوق اور حوادث کے لیے تھا، ان دونوں کا معاملہ اسی کے سپرد رہے گا جو حکومت کا ذمہ دار ہو گا راوی نے کہا: وہ دونوں آج تک اسی حالت

پر ہیں۔

مسند احمد کی اس روایت میں صالح بن کیسان نے ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر کیا ہے لیکن اس روایت میں لفظ" قال" سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے ذکر کے ساتھ آیا ہے یعنی راوی نے کہا کہ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں، اور آگے قال کے ساتھ روایت کا تکرار کر دیا۔ صالح کی مرویات میں یہ بات مشترک ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مدت وفات قال کے ساتھ منقول ہے۔ یعنی صالح کے نزدیک یہ الفاظ امام زہری کے ہیں۔

یعنی ان الفاظ (قال وعاشت بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة أشهر) سے مراد یہ ہے کہ اس نے کہا یعنی زہری نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ اور صالح کی جس روایت میں روایت کا تکرار قالت کے لفظ کے ساتھ ہے اس کی وضاحت بھی اس روایت سے ہو گئی کہ صالح نے سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی وفات کے ذکر کے ساتھ بھی قال کہا اور اس کے بعد روایت کا تکرار بھی قال کے ساتھ کیا۔ یعنی یہ امام زہری ہی مزید روایت کا تکرار کر رہے ہیں۔

چھٹی روایت:

حدثنا محمد بن عبد الملك الواسطي وأبو داود الحراني قالا ثنا يعقوب بن إبراهيم بن سعد ثنا أبي عن صالح عن ابن شهاب ح وحدثنا محمد بن النعمان بن بشير وأبو إسماعيل الترمذي قالا ثنا عبد العزيز الأويسي ثنا إبراهيم بن سعد عن صالح عن ابن شهاب قال حدثني عروة بن الزبير عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أخبرته أن فاطمة رضي الله عنها بنت رسول الله صلى الله عليه

وسلم سألت أبا بكر رضي الله عنه بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقسم لها ميراثها مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه فقال لها أبو بكر إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال (لا نورث ما تركنا صدقة) قال وعاشت بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة أشهر قال وكانت فاطمة تسأل أبا بكر نصيبها مما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم من خيبر وفدك وصدقته بالمدينة فأبى أبو بكر عليها ذلك وقال لست تاركا شيئا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعمل به إلا عملت به إني أخشى إن تركت شيئا من أمره أن أزيغ فأما صدقته بالمدينة فدفعها عمر رضي الله عنه إلى علي والعباس رضي الله عنهما فغلبه عليها علي وأما خيبر وفدك فأمسكهما عمر وقال هما صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم كانتا لحقوقه التي تعروه ونوائبه وأمرهما إلى من ولي الأمر قال فهما على ذلك اليوم[265]

اس روایت میں ناراضی و ترک ملاقات کا قطعاً ذکر نہیں لیکن اس روایت میں مسند احمد کی روایت کی طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا ذکر قال کے ساتھ آیا ہے۔ ان دونوں رویات میں ایک بات میں ایک اختلاف اور ایک بات میں اتفاق ہے اختلاف ناراضی کے الفاظ نقل کرنے میں ہے یعنی مسند احمد میں ناراضی کے الفاظ موجود ہیں جبکہ مسند ابی عوانہ میں ناراضی کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ مسند احمد اور مسند ابی عوانہ میں جو بات متفقہ ہے وہ یہ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر قال کے ساتھ آیا ہے۔

---

265 ابی عوانة،یعقوب بن اسحاق ، الاسفرائینی ، مسند ابی عوانة ، کتاب الجهاد ،باب السنة فیمن لم یوجف علیه ،ج۴، ص ۲۵۰، رقم:۶۶۷۷

ساتویں روایت:

حدثنا زهير بن حرب حدثنا يعقوب بن إبراهيم حدثنا أبي عن صالح عن ابن شهاب أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة زوج النبي صلى الله عليه و سلم أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم سألت أبا بكر بعد وفاة رسول الله أن يقسم لها ميراثها مما ترك رسول الله صلى الله عليه و سلم مما أفاء الله عليه فقال لها أبو بكر: إن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال: لا نورث ما تركنا صدقة[266]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کی وفات کے بعد سوال کیا کہ ان کے لیے اس میراث کو تقسیم کر دیں جو رسول پاک ﷺ نے چھوڑا ہے، جو اللہ نے آپ ﷺ کو دیا ہے، سیدنا ابو بکر ضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

مسند ابی عوانہ کی اس روایت میں ناراضی اور ترک ملاقات کا قطعاً ذکر نہیں یعنی صالح نے اس روایت میں امام زہری سے ان الفاظ کو نقل نہیں کیا۔ مسند ابی عوانہ کی اس روایت کی سند وہی ہے جو سابقہ مرویات کی سند ہے۔ فقط خفیف سا اختلاف یہ ہے کہ یعقوب بن ابراہیم سے اس روایت کو زہیر بن حرب نے بیان کیا ہے۔ یہی روایت مسند ابی بکر صدیق للمروزی میں بھی سند کے خفیف سے اختلاف کے ساتھ موجود ہے اس روایت میں بھی ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ نہیں ہیں ایک ہی سند سے منقول متن میں اس قدر اختلاف یہی ظاہر کرتا

---

266 التیمی، احمد بن علی، مسند ابی یعلی الموصلی، مسند ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ، دار المامون للتراث، بیروت، ج ۱ ص ۴۵ رقم :۴۳

ہے کہ مختلف فیہ الفاظ اصلاً روایت کا حصہ نہیں ہیں۔

آٹھویں روایت:

حدثنا احمد بن علي قال حدثنا ابو خيثمة قال حدثنا يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا ابي عن صالح عن ابن شهاب قال اخبرني عروة بن الزبير أن عائشة زوج النبي صلى الله عليه و سلم اخبرته أن فاطمة ابنة رسول الله صلى الله عليه و سلم سألت ابا بكر رضي الله عنه بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه و سلم أن يقسم لها ميراثها مما ترك رسول الله صلى الله عليه و سلم مما افاء الله عليه فقال لها ابو بكر إن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال لا نورث ما تركنا صدقة[267]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اس ترکے میں سے حصہ نکالیں جو اللہ نے آپ ﷺ کو بطور فے دیا تھا تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا :" ہمارا کوئی وارث نہیں ہو گا، ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہو گا۔"

صالح کی اس روایت میں ناراضی کے الفاظ نقل نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی اس روایت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا ذکر ہے اور نہ ہی مزید روایت کا تکرار ہے۔ اس روایت سے مزید وضاحت ہو گئی کہ یہ سب امام زہری کی ذاتی آرا ہیں۔

---

267 المروزی ، احمد بن علی بن سعید ، مسند ابی بکر صدیق ، باب عائشة عن ابیھاابی بکر،المکتب الاسلامی ، بیروت ، ۱۴۰۶ھ ، ص ۷۱ رقم : ۳۵

نویں روایت:

حدثنا عثمان بن خالد بن عمرو السلفي قال نا إبراهيم بن العلاء قال نا إسماعيل بن عياش عن جعفر بن الحارث عن محمد بن إسحاق عن صالح بن كيسان عن الزهري عن عروة عن عائشة قالت كلمت فاطمة أبا بكر في ميراثها من رسول الله صلى الله عليه و سلم فقالت أترثك ابنتك ولا أرث أبي فقال بأبي أنت وبأبي أبوك إنه كان يقول لا نورث ما تركنا صدقة ، لم يرو هذين الحديثين عن جعفر بن الحارث وهو أبو الأشهب النخعي الكوفي إلا إسماعيل بن عياش [268]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی میراث سے متعلق گفتگو کی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کی بیٹی تو آپ سے وراثت لے اور میں اپنے والد کی وراثت نہ لوں؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ کے والد پر فدا ہوں آپ کے والد ﷺ نے ہی فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہے۔ یہ دونوں حدیثیں جعفر بن حارث سے صرف اسماعیل بن عیاش ہی روایت کرتے ہیں۔ جعفر بن حارث ابو اشہب النخعی الکوفی ہیں۔

اس روایت سے پہلے امام طبرانی نے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ ازواج رسول ﷺ نے بھی رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی میراث کا مطالبہ کیا تھا۔ اس روایت کو بھی جعفر بن حارث سے فقط اسماعیل بن عیاش ہی

---

268 الطبرانی ، سلیمان بن احمد ، المعجم الاوسط ، باب العین من اسمه عثمان ،دار الحرمین ، القاهرة، ۱۴۱۵ھ، ج۴ص۱۰۵،۱۰۴، رقم:۳۷۱۸

روایت کر رہے ہیں۔ اس پر امام طبرانی نے کلام کیا ہے کہ یہ دونوں روایات جعفر سے اسماعیل ہی بیان کر رہے ہیں یعنی اس کی مزید اسانید نہیں ہیں اور نہ ہی اس کا کوئی متابع ہے۔ اس اعتبار سے یہ روایت بظاہر ان راویان کا تفرد معلوم ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ صالح بن کیسان کی اس روایت میں بھی ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ نہیں ہیں۔ صالح کی تمام تر روایات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صالح کسی جگہ ناراضی کا ذکر کرتے ہیں اور کسی جگہ ناراضی کا ذکر نہیں کرتے۔

صالح بن کیسان کی مرویات کا خلاصہ:

صالح کی مرویات میں بعض مقامات پر ناراضی کا ذکر ہے اور بعض مقامات پر ناراضی کا ذکر نہیں ہے صحیح مسلم اور مسند احمد میں صالح نے سیدہ کی وفات کا ذکر قال کے اضافے سے کیا ہے۔ مزید سنن ابی دود کی روایت میں صالح نے ان الفاظ (کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے دینے سے انکار کیا) کو بھی قال کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اس سے اس امر کی وضاحت ہوئی کہ یہ سب الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے خارج ہیں اصلاً یہ الفاظ امام زہری کے ہیں۔ ان کے تلامذہ انہی کی نسبت سے ان الفاظ کو قال کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔ القصہ مختصر، صالح کی مرویات سے مزید یہ بات معلوم ہوئی کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا ذکر اور یہ قول کہ ''ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس مال سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے انکار کر دیا'' یہ سب امام زہری کی ذاتی رائے ہے۔ یہ بات حقائق کے بھی منافی ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وراثت دینے سے انکار کیا ہے، آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو حصہ متعین ہے اس کو دینے سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قطعاً انکار نہیں کیا بلکہ مزید طرق میں تو یہ بات بھی بیان ہوئی ہے کہ سیدنا ابو بکر

رضی اللہ عنہ اس بات کی ذمہ داری لے رہے ہیں کہ آل محمد ﷺ کا اس مال سے جو حصہ بنتا ہے وہ ان کو ملتا رہے گا۔ لہذا یہ تمام الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہیں امام زہری ہیں۔ بعض اہل علم نے ان الفاظ کا ترجمہ کرتے ہوئے بریکٹ میں " بطور وراثت " لکھ دیا یعنی کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بطور وراثت کچھ دینے سے انکار کر دیا۔ یہ تاویل بھی مبنی بر حق ہے۔

مزید یہ کہ صالح کی مرویات میں سے چند ایک روایات جن میں مزید روایت کا تکرار ہے ان میں یہ الفاظ (کہ صدقات مدینہ سیدنا عمر نے سیدنا علی و عباس کی تحویل میں دے دیے) متن میں کسی نہ کسی طرح سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں اصلاً ان الفاظ کا یہ مقام نہیں ہے۔ یہ امام زہری ہی ایک تاریخی واقعہ بیان کر رہے ہیں۔ جو کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو کے متصل بیان کیا گیا ہے۔ امام زہری کے تلامذہ کا اس طرح بعض الفاظ کو کسی جگہ بیان کرنا اور بعض الفاظ کو کسی جگہ بیان کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے خارج ہیں۔ امام زہری ہی یہ الفاظ بطور تبصرہ بیان کر رہے ہیں۔

عُقیل بن خالد کی مرویات

پہلی روایت:

حدثنا يحيى بن بكير حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة أن فاطمة عليها السلام بنت النبي صلى الله عليه وسلم أرسلت إلى أبي بكر تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه بالمدينة وفدك وما بقي من خمس خيبر فقال أبو بكر إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد صلى الله عليه وسلم في هذا المال وإني والله لا أغير شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها التي كان عليها في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولأعملن فيها بما عمل به رسول الله صلى الله عليه وسلم فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت وعاشت بعد النبي صلى الله عليه وسلم ستة أشهر فلما توفيت دفنها زوجها علي ليلا ولم يؤذن بها أبا بكر وصلى عليها وكان لعلي من الناس وجه حياة فاطمة فلما توفيت استنكر علي وجوه الناس فالتمس مصالحة أبي بكر ومبايعته ولم يكن يبايع تلك الأشهر فأرسل إلى أبي بكر أن ائتنا ولا يأتنا أحد معك كراهية لمحضر عمر فقال عمر لا والله لا تدخل عليهم وحدك فقال أبو بكر وما عسيتهم أن يفعلوا بي والله لآتينهم فدخل عليهم أبو بكر فتشهد علي فقال إنا قد عرفنا فضلك وما أعطاك الله ولم ننفس عليك خيرا ساقه الله إليك ولكنك استبددت علينا بالأمر وكنا نرى لقرابتنا من رسول الله صلى الله عليه وسلم نصيبا حتى فاضت عينا أبي بكر فلما تكلم أبو بكر قال والذي نفسي بيده لقرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم أحب إلي أن أصل من قرابتي وأما الذي شجر بيني وبينكم من

هذه الأموال فلم آل فيها عن الخير ولم أترك أمرا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه فيها إلا صنعته فقال علي لأبي بكر موعدك العشية للبيعة فلما صلى أبو بكر الظهر رقي على المنبر فتشهد وذكر شأن علي وتخلفه عن البيعة وعذره بالذي اعتذر إليه ثم استغفر وتشهد علي فعظم حق أبي بكر وحدث أنه لم يحمله على الذي صنع نفاسة على أبي بكر ولا إنكارا للذي فضله الله به ولكنا نرى لنا في هذا الأمر نصيبا فاستبد علينا فوجدنا في أنفسنا فسر بذلك المسلمون وقالوا أصبت وكان المسلمون إلى علي قريبا حين راجع الأمر المعروف[269]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا اوران سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا نبی کریم ﷺ کے اس مال سے جو آپ کو اللہ تعالٰی نے مدینہ اور فدک میں عنایت فرمایا تھا اور خیبر کا جو پانچواں حصہ رہ گیا تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا ' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے ' البتہ آل محمد ﷺ اسی مال سے کھاتی رہے گی اور میں، اللہ کی قسم! جو صدقہ نبی کریم ﷺ چھوڑ گئے ہیں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا۔ جس حال میں وہ آپ ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں)اس کی تقسیم وغیرہ (میں میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو آپ ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا۔ غرض سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ

---

269 البخاری ، محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری،کتاب المغازی ،باب غزوۃخیبر، ص ٦٨٤، رقم:٤٢٤١، ٤٢٤٠

فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ بھی دینا منظور نہ کیا۔ اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے خفا ہو گئیں اور ان سے ترک ملاقات کر لیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں دی اور خود ان کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر لوگ بہت توجہ رکھتے رہے لیکن ان کی وفات کے بعد انھوں نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں۔ اس وقت انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہا۔ اس سے پہلے چھ ماہ تک انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی پھر انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور کہلا بھیجا کہ آپ صرف تنہا آئیں اور کسی کو اپنے ساتھ نہ لائیں ان کو یہ منظور نہ تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ آئیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ تنہا ان کے پاس نہ جائیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں وہ میرے ساتھ کیا کریں گے میں تو اللہ کی قسم! ضرور ان کی پاس جاؤں گا۔ آخر آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کو گواہ کیا' اس کے بعد فرمایا ہمیں آپ کے فضل و کمال اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے' سب کا ہمیں اقرار ہے جو خیر و امتیاز آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ہم نے اس میں کوئی ریس بھی نہیں کی لیکن آپ نے ہمارے ساتھ زیادتی کی (کہ

خلافت کے معاملہ میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا) ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی قرابت کی وجہ سے اپنا حق سمجھتے تھے (کہ آپ ہم سے مشورہ کرتے) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ان باتوں سے گریہ طاری ہو گئی اور جب بات کرنے کے قابل ہوئے تو فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن میرے اور (آپ) لوگوں کے درمیان ان اموال کے سلسلے میں جو اختلاف ہوا ہے تو میں اس میں حق اور خیر سے نہیں ہٹا ہوں اور اس سلسلہ میں جو راستہ میں نے نبی کریم ﷺ کا دیکھا خود میں نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دوپہر کے بعد میں آپ سے بیعت کروں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر آئے اور خطبہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے معاملے کا اور ان کے اب تک بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور وہ عذر بھی بیان کیا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے استغفار اور شہادت کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حق اور ان کی بزرگی بیان کی اور فرمایا کہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے اس کا باعث سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے حسد نہیں تھا اور نہ ان کے فضل و کمال کا انکار مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت فرمایا یہ بات ضرور تھی کہ ہم اس معاملہ خلافت میں اپنا حق سمجھتے تھے (کہ ہم سے مشورہ لیا جاتا) ہمارے ساتھ یہی زیادتی ہوئی تھی جس سے ہمیں رنج پہنچا۔ مسلمان اس واقعہ پر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس

معاملہ میں یہ مناسب راستہ اختیار کر لیا تو مسلمان ان سے خوش ہو گئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اور زیادہ محبت کرنے لگے جب دیکھا کہ انھوں نے اچھی بات اختیار کر لی ہے۔

یہ روایت امام زہری کے شاگرد عقیل سے مروی ہے۔ اس روایت میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ قال کے بغیر نقل ہوئے ہیں جس کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے۔ عقیل نے امام زہری سے اس عنوان سے جو کچھ بھی سنا ہے وہ درج ذیل ہے وہ تمام طرق سامنے آجانے کے بعد خود بخود حق واضح ہو جائے گا۔

دوسری روایت:

أخبرنا أبو الحسن علي بن أحمد بن عبدان أنبأ أحمد بن عبيد الصفار ثنا أحمد بن إبراهيم بن ملحان ثنا بن بكير ثنا الليث عن عقيل عن بن شهاب عن عروة عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه و سلم أنها أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم أرسلت إلى أبي بكر الصديق رضي الله عنه تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه و سلم مما أفاء الله بالمدينة و فدك و ما بقي من خمس خيبر قال أبو بكر رضي الله عنه إن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال لا نورث ما تركناه صدقة إنما يأكل آل محمد في هذا المال و إني و الله لا أغير شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه و سلم عن حالها التي كانت عليه في عهد رسول الله صلى الله عليه و سلم و لأعملن فيها بما عمل به رسول الله صلى الله عليه و سلم.[270]

سیدہ عائشہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا

---

[270] البیہقی ، احمد حسین ، ا لسنن الکبری ،کتاب النکاح،باب کان ماله بعد موته قائما علی نفقة و ملکه ،ج۷ ، ص ۱۰۳ رقم:۱۳۳۹۸

ابو بکر رضی اللہ عنہ طرف پیغام بھیجا اور ان سے رسول اللہ ﷺ کی وراثت کا سوال کیا اس میں سے جو اللہ نے رسول ﷺ کو صدقات مدینہ اور فدک بطور فے عطا کیا تھا اور جو خیبر کے خمس سے باقی بچا تھا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو کچھ چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہے، البتہ آل محمد ﷺ اس مال میں سے یعنی اللہ کے مال میں سے کھا سکتے ہیں اور اللہ کی قسم میں نبی ﷺ کے صدقات کی اس حالت کو تبدیل نہیں کروں گا جو نبی ﷺ کے زمانہ میں تھی اور میں ضرور ضرور اس میں وہ عمل کروں گا جو رسول اللہ ﷺ اس میں کرتے تھے۔

سنن بیہقی کی اس روایت میں ناراضی اور ترک ملاقات کا قطعاً ذکر نہیں۔ اس روایت کی سند وہی ہے جو صحیح بخاری کی روایت ۴۲۴۱-۴۲۴۰ کی سند ہے۔ ایک ہی سند سے روایت کردہ متن میں بعض الفاظ کا نقل نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جو الفاظ محذوف ہیں وہ اصلاً روایت کا حصہ نہیں ہیں۔

عقیل نے صحیح بخاری کی روایت میں ناراضی کے الفاظ قال کے بغیر ذکر کیے لیکن سنن بیہقی کی روایت میں ان الفاظ کو نقل کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ حدیث فدک اصلاً انہی الفاظ (ولأعملن فيها بما عمل به رسول الله) تک ہے باقی تمام تر الفاظ (ناراضی سے لے کر بیعت تک) ادراج زہری ہیں مزید طرق سے یہ بات واضح ہو جائے گی۔

تیسری روایت:

حدثني محمد بن رافع أخبرنا حجين حدثنا ليث عن عقيل عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عائشة أنها أخبرته أن فاطمة بنت

رسول الله صلى الله عليه و سلم أرسلت إلى أبي بكر الصديق تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه و سلم مما أفاء عليه بالمدينة وفدك وما بقي من خمس خيبر فقال أبو بكر إن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال (لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد (صلى الله عليه و سلم) في هذا المال) وإني والله لا أغير شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه و سلم عن حالها التي كانت عليها في عهد رسول الله صلى الله عليه و سلم ولأعملن فيها بما عمل به رسول الله صلى الله عليه و سلم فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة شيئا فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك قال فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت وعاشت بعد رسول الله صلى الله عليه و سلم ستة أشهر فلما توفيت دفنها زوجها علي بن أبي طالب ليلا ولم يؤذن بها أبا بكر وصلى عليها علي وكان لعلي من الناس وجهة حياة فاطمة فلما توفيت استنكر علي وجوه الناس فالتمس مصالحة أبي بكر ومبايعته ولم يكن بايع تلك الأشهر فأرسل إلى أبي بكر أن ائتنا ولا يأتنا معك أحد (كراهية محضر عمر بن الخطاب) فقال عمر لأبي بكر والله لا تدخل عليهم وحدك فقال أبو بكر وما عساهم أن يفعلوا بي إني والله لآتينهم فدخل عليهم أبو بكر فتشهد علي بن أبي طالب ثم قال إنا قد عرفنا يا أبا بكر فضيلتك وما أعطاك الله ولم ننفس عليك خيرا ساقه الله إليك ولكنك استبددت علينا بالأمر وكنا نرى لنا حقا لقرابتنا من رسول الله صلى الله عليه و سلم فلم يزل يكلم أبا بكر حتى فاضت عينا أبي بكر فلما تكلم أبو بكر قال والذي نفسي بيده لقرابة رسول الله صلى الله عليه و سلم أحب إلي أن أصل من قرابتي وأما الذي شجر بيني وبينكم من هذه الأموال فإني لم آل فيها عن الحق ولم أترك أمرا رأيت رسول الله صلى الله عليه و سلم يصنعه فيها إلا صنعته فقال علي لأبي بكر موعدك العشية للبيعة فلما صلى أبو بكر صلاة الظهر رقي على المنبر فتشهد وذكر شأن علي وتخلفه عن البيعة وعذره بالذي اعتذر إليه ثم استغفر وتشهد علي بن أبي طالب

فعظم حق أبي بكر و أنه لم يحمله على الذي صنع نفاسة على أبي بكر و لا إنكار اللذي فضله الله به و لكنا كنا نرى لنا في الأمر نصيبا فاستبد علينا به فوجدنا في أنفسنا فسر بذلك المسلمون و قالوا أصبت فكان المسلمون إلى علي قريبا حين راجع الأمر المعروف[271]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دختر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا، وہ رسول اللہ ﷺ کے اس ورثے میں سے اپنی وراثت کا مطالبہ کر رہی تھیں جو اللہ نے آپ ﷺ کو مدینہ اور فدک میں بطور فے دیا تھا اور جو خیبر کے خمس سے باقی بچتا تھا، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا'' :ہمارا کوئی وارث نہیں ہو گا، ہم جو چھوڑیں گے وہ صدقہ ہو گا اور محمد ﷺ کا خاندان اس مال میں سے کھاتا رہے گا۔ ''اور اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کے صدقے کی اس کیفیت میں بھی تبدیلی نہیں کروں گا جس پر وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھا، اور میں اس میں اسی طریقے پر عمل کروں گا جس پر رسول اللہ ﷺ نے عمل فرمایا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے انکار کر دیا تو اس معاملے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہو گئیں، راوی نے کہا: انھوں نے ان سے قطع تعلق کر لیا اور ان سے بات چیت نہ کی حتیٰ کہ وفات پا گئیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں، جب فوت ہوئیں تو ان کے خاوند سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں رات کے وقت دفن کر

---

271 القشیری ، مسلم بن حجاج ، صحیح مسلم ، کتاب الجهاد والسیر، باب قول النبی : لا نورث ماترکنا فهو صدقة ، ص ۵۲۹-۵۲۸، رقم : ۱۷۵۹/۵۲

دیااور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کواس بات کی اطلاع نہ دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہا کی طرف لوگوں کی توجہ تھی، جب وہ وفات پا گئیں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے چہرے بدلے ہوئے پائے، اس پر انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے صلح اور بیعت کرنی چاہی۔ انھوں نے ان (چھ) مہینوں کے دوران میں بیعت نہیں کی تھی۔ انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمارے ہاں تشریف لائیں اور آپ کے ساتھ کوئی اور نہ آئے۔ (ایسا) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی آمد کو ناپسند کرتے ہوئے (کہا)۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ کی قسم! آپ ان کے ہاں اکیلے نہیں جائیں گے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان سے کیا توقع ہے کہ وہ میرے ساتھ (کیا) کریں گے؟ اللہ کی قسم! میں ان کے پاس جاؤں گا۔ چنانچہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے ہاں آئے تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے (خطبے اور) تشہد کے کلمات کہے، پھر کہا: ابو بکر! ہم آپ کی فضیلت اور اللہ نے جو آپ کو عطا کیا ہے، اس کے معترف ہیں، ہم آپ سے اس خوبی اور بھلائی پر حسد نہیں کرتے جو اللہ نے آپ کو عطا کی ہے، لیکن آپ نے امارت (قبول کر کے) ہم پر من مانی کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ داری کی بنا پر ہم سمجھتے تھے کہ ہمارا بھی کوئی حق ہے (ہم سے بھی مشورہ کیا جاتا)، وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے رہے حتی کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں بہہ پڑیں۔ پھر جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی تو کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ

میں میری جان ہے! مجھے اپنی قرابت کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی قرابت نبھانا کہیں زیادہ محبوب ہے اور اس مال کی بنا پر میرے اور آپ لوگوں کے درمیان جو اختلاف ہوا ہے تو میں اس میں حق سے نہیں ہٹا، اور میں نے کوئی ایسا کام نہیں چھوڑا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس میں کرتے ہوئے دیکھا تھا مگر میں نے بالکل وہی کیا ہے۔ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: بیعت کے لیے آپ کے ساتھ (آج) پچھلے وقت کا وعدہ ہے۔ جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو منبر پر چڑھے، کلماتِ تشہد ادا کیے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حال، بیعت سے ان کے پیچھے رہ جانے کا سبب اور ان کا وہ عذر بیان کیا جو انھوں نے ان کے سامنے پیش کیا تھا، پھر استغفار کیا۔ (اس کے بعد) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کلماتِ تشہد ادا کیے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق کی عظمت بیان کی اور یہ کہا: کہ انھوں نے جو کیا اس کا سبب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقابلہ بازی اور اللہ نے انہیں جو فضیلت دی ہے اس کا انکار نہ تھا، لیکن ہم سمجھتے تھے کہ اس معاملے میں ہمارا بھی ایک حصہ تھا جس میں ہم پر من مانی کی گئی ہے، ہمیں اپنے دلوں میں اس پر دکھ محسوس ہوا۔ اس (گفتگو) پر مسلمانوں نے انتہائی خوشی کا اظہار کیا، انھوں نے کہا: آپ نے درست کہا ہے اور جب وہ پسندیدہ بات کی طرف لوٹ آئے تو مسلمان سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قریب ہو گئے۔

یہ روایت اسی سند کے ساتھ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے صحیح بخاری میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ لفظ" قال" کے بغیر نقل ہوئے ہیں جبکہ صحیح مسلم میں اسی سند کے

ساتھ ناراضی کے الفاظ تو قال کے بغیر نقل ہوئے ہیں جبکہ ترک ملاقات کے الفاظ لفظ "قال" کے ساتھ نقل ہوئے ہیں۔ عقیل کی اپنی روایات میں یہ اختلاف موجود ہے کہ کبھی وہ قال کے ساتھ ترک ملاقات کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی قال کے بغیر ذکر کرتے ہیں۔ اس اختلاف سے یہ بات واضح ہے کہ عقیل کے علم میں ہے کہ ترک ملاقات کے الفاظ امام زہری کے ہیں اسی لیے بعض مقامات پر عقیل نے قال کے بغیر امام زہری کی رائے بیان کردی اور بعض جگہ قال کہہ کر صراحت کے ساتھ امام زہری کی رائے کا اظہار کر دیا۔اس روایت میں ان الفاظ (**فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة شيئا فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك**؛سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے انکار کر دیا تو اس معاملے میں فاطمہ رضی اللہ عنہا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہو گئیں) کے بعد قال آیا ہے اور ساتھ ہی ترک ملاقات کا ذکر ہے۔

لیکن یہ کوئی پریشانی والی بات نہیں امام زہری کے تلامذہ کبھی کوئی قول کبھی کوئی قول قال کے ساتھ بیان کرکے ان تمام اقوال کو امام زہری ہی کی نسبت سے بیان کررہے ہیں شعیب بن ابی حمزہ اور صالح بن کیسان کی مرویات سے یہ بات واضح ہے مزید یہ مسئلہ معمر بن راشد کی مرویات سے حل ہو جائے گا۔ان شاءاللہ

چوتھی روایت:

حدثنا يزيد بن خالد بن عبد الله بن موهب الهمداني ثنا الليث بن سعد عن عقيل بن خالد عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه و سلم أنها أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم أرسلت إلى أبي بكر الصديق رضي الله عنه تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه و سلم مما أفاء الله عليه بالمدينة

وفدك وما بقي من خمس خيبر فقال أبو بكر إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد من هذا المال وإني والله لا أغير شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها التي كانت عليه في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فلأعملن فيها بما عمل به رسول الله صلى الله عليه وسلم فأبى أبو بكر رضي الله عنه أن يدفع إلى فاطمة عليهما السلام منها شيئا.[272]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (کسی کو) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، وہ ان سے اپنی میراث مانگ رہی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ترکہ میں سے جسے اللہ نے آپ کو مدینہ اور فدک میں اور خیبر کے خمس کے باقی ماندہ میں سے عطا کیا تھا، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے'' : ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اولاد اس مال سے صرف کھا سکتی ہے (یعنی کھانے کے بمقدار لے سکتی ہے)''، اور میں قسم اللہ کی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صدقہ کی جو صورت حال تھی اس میں ذرا بھی تبدیلی نہ کروں گا، میں اس مال میں وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے، حاصل یہ کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس مال میں سے (بطور وراثت) کچھ دینے سے انکار کر دیا۔

سنن ابی داود کی اس روایت میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ نہیں ہیں یعنی عقیل نے

---

272 ابی داود ، سلیمان بن اشعث ، سنن ابی داود ،کتاب الخراج والإمارة والفیء،باب فی صفایا رسول اللہ ﷺمن الاموال،ص ۳۸۰-۳۷۹، رقم:۲۹۶۸

اس روایت میں امام زہری سے ناراضی و کشیدگی کے الفاظ نقل نہیں کیے۔ عقیل کا اس روایت میں ان الفاظ کا نقل نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ الفاظ اصلاً روایت کا حصہ نہیں ہیں۔ عقیل جانتے ہیں کہ ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ امام زہری کی ذاتی رائے ہے اس لیے ان الفاظ کو یہاں بیان کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ اس روایت کے آخری الفاظ بھی (فأبى أبو بكر رضي الله عنه أن يدفع إلى فاطمة) امام زہری کے ہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہیں ہیں صالح بن کیسان (سنن ابی داود ۲۹۷۰) نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

پانچویں روایت:

حدثنا حجاج بن محمد حدثنا ليث حدثني عقيل عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم أنها أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم أرسلت إلى أبي بكر الصديق رضي الله عنه تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أفاء الله عليه بالمدينة وفدك وما بقي من خمس خيبر فقال أبو بكر رضي الله عنه إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد في هذا المال وإني والله لا أغير شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها التي كانت عليها في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولأعملن فيها بما عمل به رسول الله صلى الله عليه وسلم فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك فقال أبو بكر والذي نفسي بيده لقرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم أحب إلي أن أصل من قرابتي وأما الذي شجر بيني وبينكم من هذه الأموال فإني لم آل فيها عن الحق ولم أترك أمرا

رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصنعه فیها إلا صنعته.[273]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کی مدینہ، فدک اور خیبر کے خمس کی میراث کا مطالبہ لے کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک خادم بھیجا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی بلکہ ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں، وہ سب صدقہ ہوتا ہے، البتہ آل محمد ﷺ اس مال میں سے کھا سکتی ہے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے نبی ﷺ کو جیسا کرتے ہوئے دیکھا ہے، میں اس طریقے کو کسی صورت نہیں چھوڑوں گا اور میں اس میں اسی طرح کام کروں گا جیسے نبی ﷺ نے کیا تھا، گویا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دینے سے انکار کر دیا جس سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے خفا ہو گئیں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے سے میرے نزدیک نبی ﷺ کے رشتہ دار زیادہ محبوب ہیں، لیکن اس مال کے حوالے سے میرے اور آپ کے درمیان جو اختلاف رائے ہے، اس میں حق سے پیچھے نہیں ہٹوں گا اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح کوئی کام کرتے ہوئے سنا ہے، میں اسی طرح اس کام کو کرنا ترک نہیں کروں گا۔

مسند احمد کی اس روایت میں عقیل نے ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ لفظ ''قال'' کے

---

[273] ابن حنبل ، احمد بن محمد ، مسند احمد ،مسند ابی بکرصدیق ، ص ۲۲۳-۲۲۲، رقم ۵۵

بغیر ذکر کیے ہیں اس روایت میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ سے پہلے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں، **فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا**، ان الفاظ کے بعد ناراضی کے الفاظ بیان ہوئے ہیں۔

اور سنن ابی داود کی روایت (۲۹۷۰) جو کہ صالح بن کیسان سے مروی ہے اس میں ان الفاظ سے پہلے صالح نے قال کہہ کر واضح کر دیا کہ یہ الفاظ امام زہری ہیں۔ روایت کے آخر میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کے جو الفاظ منقول ہیں یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں دوران گفتگو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمائے ہیں۔

عقیل کی مفصل و مکمل روایت جو صحیح بخاری (۴۲۴۰-۴۲۴۱) میں موجود ہے اس سے یہ بات واضح ہے۔ لیکن اس وایت سے بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ الفاظ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھی عرض کیے گئے ہیں جن راویان نے حدیث فدک کو مفصل و مکمل ذکر کیا انھوں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں ہونے والے مکالمے کے ذیل میں نقل کیے ہیں۔

لیکن اس روایت سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ہی ان کی خدمت میں عرض کیے تھے۔ لیکن اصلاً سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کا صحیح مقام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا گھر ہے۔ قارئین پر راویان کا اختلاف کافی حد تک واضح ہو چکا ہوگا۔

چھٹی روایت:

أخبرنا محمد بن الحسن بن قتيبة حدثنا يزيد ابن موهب حدثني الليث بن سعد عن عقيل بن خالد عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عائشة أنها أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه و سلم أرسلت إلى أبي بكر تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه و سلم مما أفاء الله عليه بالمدينة و فدك و ما بقي من خمس خيبر فقال أبو بكر: إن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال: (إنا لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد صلى الله عليه و سلم في هذا المال) و إني و الله لا أغير شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه و سلم عن حالها التي كانت عليها في عهد رسول الله صلى الله عليه و سلم و لأعملن فيها بما عمل به رسول الله صلى الله عليه و سلم فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك و هجرته فلم تكلمه حتى توفيت بعد رسول الله صلى الله عليه و سلم بستة أشهر فلما توفيت دفنها زوجها علي بن أبي طالب رضي الله عنه ليلا و لم يؤذن بها أبا بكر و صلى عليها و كان لعلي من الناس وجهة حياة فاطمة فلما توفيت فاطمة استنكر وجوه الناس فالتنمس مصالحة أبي بكر و مبايعته و لم يكن بايع تلك الأشهر فارسل إلى أبي بكر أن ائتنا و لا يأتنا معك أحد كراهية أن يحضر عمر بن الخطاب فقال عمر بن الخطاب لأبي بكر: و الله لا تدخل عليهم وحدك فقال أبو بكر: ما عسى أن يفعلوا بي و الله لآتينهم فدخل أبو بكر عليهم فتشهد علي بن أبي طكالب و قال: إنا قد عرفنا يا أبا بكر فضيلتك و ما أعطاك اله و لم أنفس خيرا ساقه الله إليك و لكنك استبددت علينا بالأمر و كنا نرى أن لنا حقا لقرابتنا من رسول الله صلى الله عليه و سلم فلم يزل يكلم أبا بكر حتى فاضت عينا أبي بكر فلما تكلم أبو بكر

قال: والذي نفسي بيده لقرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم أحب إلي من أن اصل أهلي وقرابتي وأما الذي شجر بيني وبينكم من هذه الأموال فلم آل فيها عن الخير ولم أترك أمرا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه فيها إلا صنعته فقال علي بن أبي طالب رضي الله عنه لأبي بكر: موعدك العشية للبيعة فلما صلى أبو بكر صلاة الظهر رقي على المنبر فتشهد ثم ذكر شأن علي بن أبي طالب وتخلفه عن البيعة وعذره بالذي اعتذر إليه ثم استغفر وتشهد علي بن أبي طالب فعظم حق ابي بكر وحرمته وأنه لم يحمله على الذي صنع نفاسة على أبي بكر ولا إنكارا للذي فضله الله به ولكنا كنا نرى لنا في هذا الأمر نصيبا فاستبد علينا به فوجدنا في أنفسنا فسر بذلك المسلمون وقالوا: أصبت وكان المسلمون إلى علي قريبا حين راجع الأمر بالمعروف[274]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی دختر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا، وہ رسول اللہ ﷺ کے اس ورثے میں سے اپنی وراثت کا مطالبہ کر رہی تھیں جو اللہ نے آپ ﷺ کو مدینہ اور فدک میں بطور فے دیا تھا اور جو خیبر کے خمس سے باقی بچتا تھا، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا" :ہمارا کوئی وارث نہیں ہو گا، ہم جو چھوڑیں گے وہ صدقہ ہو گا اور محمد ﷺ کا خاندان اس مال میں سے کھاتا رہے گا۔ "اور اللہ کی قسم! میں رسول اللہ ﷺ کے صدقے کی اس کیفیت میں بھی تبدیلی نہیں کروں گا جس پر وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد

---

274 الفارسی، علی بن بلبان ، علاء الدین ، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان ،ج۱۴،کتاب التاریخ،باب مرض النبیﷺ، ص۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵، رقم:۶۶۰۷

میں تھا، اور میں اس میں اسی طریقے پر عمل کروں گا جس پر رسول اللہ ﷺ نے عمل فرمایا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے انکار کر دیا تو اس معاملے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ناراض ہو گئیں انھوں نے ان سے قطع تعلق کر لیا اور ان سے بات چیت نہ کی حتیٰ کہ وفات پا گئیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں، جب فوت ہوئیں تو ان کے خاوند سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں رات کے وقت دفن کر دیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع نہ دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف لوگوں کی توجہ تھی، جب وہ وفات پا گئیں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے چہرے بدلے ہوئے پائے، اس پر انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے صلح اور بیعت کرنی چاہی۔ انھوں نے ان (چھ) مہینوں کے دوران میں بیعت نہیں کی تھی۔ انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمارے ہاں تشریف لائیں اور آپ کے ساتھ کوئی اور نہ آئے۔ (ایسا) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی آمد کو ناپسند کرتے ہوئے (کہا)۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ کی قسم! آپ ان کے ہاں اکیلے نہیں جائیں گے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان سے کیا توقع ہے کہ وہ میرے ساتھ (کیا) کریں گے؟ اللہ کی قسم! میں ان کے پاس جاؤں گا۔ چنانچہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے ہاں آئے تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے (خطبے اور) تشہد کے کلمات کہے، پھر کہا: ابو بکر! ہم آپ کی فضیلت

اور اللہ نے جو آپ کو عطا کیا ہے، اس کے معترف ہیں، ہم آپ سے اس خوبی اور بھلائی پر حسد نہیں کرتے جو اللہ نے آپ کو عطا کی ہے، لیکن آپ نے امارت (قبول کر کے) ہم پر من مانی کی ہے اور رسول اللہ ﷺ سے رشتہ داری کی بنا پر ہم سمجھتے تھے کہ ہمارا بھی کوئی حق ہے (ہم سے بھی مشورہ کیا جاتا)، وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرتے رہے حتی کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھیں بہہ پڑیں۔ پھر جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی تو کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مجھے اپنی قرابت کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی قرابت نبھانا کہیں زیادہ محبوب ہے اور اس مال کی بنا پر میرے اور آپ لوگوں کے درمیان جو اختلاف ہوا ہے تو میں اس میں حق سے نہیں ہٹا، اور میں نے کوئی ایسا کام نہیں چھوڑا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس میں کرتے ہوئے دیکھا تھا مگر میں نے بالکل وہی کیا ہے۔ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: بیعت کے لیے آپ کے ساتھ (آج) پچھلے وقت کا وعدہ ہے۔ جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو منبر پر چڑھے، کلماتِ تشہد ادا کیے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا حال، بیعت سے ان کے پیچھے رہ جانے کا سبب اور ان کا وہ عذر بیان کیا جو انھوں نے ان کے سامنے پیش کیا تھا، پھر استغفار کیا۔ (اس کے بعد) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کلماتِ تشہد ادا کیے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق کی عظمت بیان کی اور یہ کہا: کہ انھوں نے جو کیا اس کا سبب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقابلہ بازی اور اللہ نے انہیں جو فضیلت دی ہے اس کا انکار نہ تھا، لیکن ہم سمجھتے تھے کہ اس معاملے میں ہمارا بھی ایک حصہ تھا

جس میں ہم پر من مانی کی گئی ہے، ہمیں اپنے دلوں میں اس پر دکھ محسوس ہوا۔اس) گفتگو (پر مسلمانوں نے انتہائی خوشی کا اظہار کیا، انھوں نے کہا: آپ نے درست کہا ہے اور جب وہ پسندیدہ بات کی طرف لوٹ آئے تو مسلمان سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قریب ہو گئے۔

صحیح ابن حبان کی اس روایت میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ لفظ "قال" کے بغیر نقل ہوئے ہیں۔ یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کی طرح ہے ان روایات کی مرکزی سند ایک ہی ہے۔ سنن بیہقی کی روایت کے مرکزی راوی بھی وہی ہیں یعنی لیث نے اس روایت کو عقیل سے سنا، عقیل نے زہری سے سنا۔ بعض جگہ ناراضی کا ذکر موجود ہے اور بعض جگہ ناراضی کا ذکر موجود نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں انہی راویوں نے ترک ملاقات کے الفاظ قال کے ساتھ بیان کیے جبکہ اس روایت میں قال کے بغیر بیان کیے۔اس اختلاف سے یہ واضح ہے کہ یہ الفاظ اصلاً روایت کا حصہ نہیں ہیں، لفظ "قال" کا استعمال راوی کی صواب دید پر ہے کہیں راوی قال کے ساتھ ادراج شدہ الفاظ نقل کر دیتا ہے اور کہیں قال کے بغیر ادراج شدہ الفاظ نقل کر دیتا ہے۔ عقیل کی مرویات کی بھی یہی صورت ہے۔

ساتویں روایت:

فوجدنا أحمد بن عبد الرحمن بن وهب قد حدثنا قال: حدثنا عمي عبد الله بن وهب، وحدثنا إبراهيم بن أبي داود، حدثنا عبد الله بن صالح، ثم اجتمعا فقال كل واحد منهما: حدثني الليث بن سعد، عن عقيل، عن ابن شهاب، عن عروة بن الزبير، عن عائشة أنها أخبرته، أن فاطمة بنت رسول الله عليه السلام أرسلت إلى أبي بكر تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة وفدك وما بقي من خمس خيبر فقال لها أبو بكر: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال

: لا نورث ما تركنا صدقة إنما كان يأكل آل محمد في هذا المال وإني والله لا أغير شيئا من صدقة رسول الله عليه السلام عن حالها التي كانت عليها في حياة رسول الله عليه السلام ولأعملن فيها بما عمل به رسول الله صلى الله عليه وسلم فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت وعاشت بعد رسول الله عليه السلام ستة أشهر فلما توفيت دفنها زوجها علي بن أبي طالب ليلا ولم يؤذن بها أبا بكر وصلى عليها علي قال أبو جعفر: ثم كان من رسول الله صلى الله عليه وسلم من إبانته للناس فضل فاطمة على سائر بناته وعلى سائر نساء المؤمنين سواها وسواهن[275]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا اور ان سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا نبی کریم ﷺ کے اس مال سے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ اور فدک میں عنایت فرمایا تھا اور خیبر کا جو پانچواں حصہ رہ گیا تھا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے' البتہ آل محمد ﷺ اسی مال سے کھاتی رہے گی اور میں، اللہ کی قسم! جو صدقہ نبی کریم ﷺ چھوڑ گئے ہیں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا۔ جس حال میں وہ آپ ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں (اس کی تقسیم

---

275 الطحاوی ، احمد بن محمد ، ابو جعفر، شرح مشكل الآثار، باب بيان مشكل ما روى عن رسول الله ﷺ فى افضل بناته من هى منهن ، مؤسسة الرسالة ، بیروت ، ۱۴۱۵ھ، ص ۱۳۷، رقم : ۱۴۳

وغیرہ) میں میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو آپ ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا۔ پس سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے انکار کر دیا اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے خفا ہو گئیں اور ان سے ترک ملاقات کر لیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں۔ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں دی اور خود ان کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ ابو جعفر فرماتے ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ نے جو بات لوگوں پر واضح فرمائی ان میں سے ایک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اپنی تمام بیٹیوں پر اور ان کے علاوہ تمام مومنین کی عورتوں پر فضیلت تھی۔

شرح مشکل الآثار میں بھی ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ قال کے بغیر نقل ہوئے ہیں لیکن اس روایت میں بھی ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ ان (فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا) کے بعد روایت ہوئے ہیں اور ان الفاظ سے پہلے ''قال'' صالح بن کیسان کی روایت میں موجود ہے۔ لہذا یہ تمام تر الفاظ امام زہری کے ہی ہیں۔ امام زہری کے تلامذہ نے کبھی ادراج شدہ الفاظ کے آغاز ہی میں قال کہہ کر اس بات کی تصریح فرما دی کہ یہ الفاظ امام زہری کے ہیں اور کبھی درمیان اور کبھی آخر میں قال کہہ کر یہ واضح کر دیا کہ یہ سب امام زہری کے الفاظ ہیں۔

عقیل بن خالد کی مرویات کا خلاصہ:

عقیل کی بن خالد کی مفصل روایت صحیح بخاری ۴۲۴۱-۴۲۴۰ ، صحیح مسلم

۱۷۵۹/۵۲ اور صحیح ابن حبان ۶۶۰۷ میں منقول ہے۔ ان روایات میں مکمل واقعہ فدک تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ یہاں تفصیل سے مراد مختلف فیہ الفاظ کا ایک ہی متن میں سیاق و سباق کی رعایت سے نقل ہونا ہے یعنی ناراضی کے الفاظ کس سیاق میں مذکور ہیں ان روایات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ عقیل کی مفصل روایت جو کہ صحیح بخاری اور صحیح ابن حبان میں منقول ہیں اس میں قال کے الفاظ نہیں ہیں جبکہ صحیح مسلم میں قال کے الفاظ موجود ہیں اور تینوں روایات کے رجال ایک ہی ہیں۔ مزید یہ کہ عقیل بن خالد کی مرویات میں سے بعض روایات میں ناراضی کے الفاظ منقول نہیں ہیں اور بعض روایات میں ناراضی کے الفاظ منقول ہیں۔ امام مسلم نے عقیل کی اس روایت (جس میں ترک ملاقات کے الفاظ موجود ہیں) کو قال کے ساتھ نقل کر کے اس اختلاف کو رفع کر دیا اور یہ واضح کر دیا کہ یہ الفاظ بطریق عقیل بن خالد امام زہری ہی کے الفاظ ہیں۔

امام زہری کے تلامذہ میں سے مزید دو شاگردوں نے اس روایت کو ادراج شدہ الفاظ کے ساتھ نقل کیا ان میں سے ایک راوی " ولید بن محمد " ہے اور دوسرا راوی " عبدالرحمن بن خالد بن مسافر " ہے۔

ولید بن محمد کی روایت

حدثنا سويد بن سعيد، والحسن بن عثمان قالا، حدثنا الوليد بن محمد، عن الزهري، عن عروة، عن عائشة رضي الله عنها: أَن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم أَرسلت إِلى أَبي بكر رضي الله عنه تسأَله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم مما أَفاء الله على رسوله، وفاطمةُ حينئذٍ تطلبُ صَدَقَةَ النبي صلى الله عليه وسلم التي بالمدينة وفَدَك وما بَقيَ من خُمُس خَيْبَر، فقال أبو بكر رضي الله عنه: إِن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا نورث، ما تركنا صدقة إِنما يأكُل آل محمد في هذا المال، وإِني لا أُغير شيئًا من صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها التي كانت عليها في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولأَعملن فيها بما عملِ رسول الله صلى الله عليه وسلم فأَبى أَبو بكر رضي الله عنه أَن يدفع إِلى فاطمة رضي الله عنها منها شيئًا. فوَجِدت فاطمة على أَبي بكر رضي الله عنه في ذلك، فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت، وعاشت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة أَشهر. فلما تُوفيت، دفنها زوجها، علي ليلاً، ولم يُؤْذِن بها أَبا بكر، وصلى عليها علي رضي الله عنه.[276]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا اور ان سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مال سے جو آپ

---

[276] النميرى ، عمر بن شبة ، البصرى ، كتاب تاريخ المدينة المنورة ، ذكر فاطمة و العباس و على رضى الله عنهم و طلب ميراثهم من تركة النبى ﷺ ، دار الفكر ، قم ، ۱۴۱۰ھ، ج۱ ص ۱۹۷-۱۹۶ (المكتبة الشاملة)
ابن ابى الحديد ، عبد الحميد بن هبة الله ، شرح نهج البلاغة ، دار الكتاب الغربى ، بغداد ،۱۴۲۷ھ ، ج۱۶، ص۳۲۴

کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ اور فدک میں عنایت فرمایا تھا اور خیبر کا جو پانچواں حصہ رہ گیا تھا۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے صدقے کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے' البتہ آل محمد ﷺ اسی مال سے کھاتی رہے گی اور میں، اللہ کی قسم! جو صدقہ نبی کریم ﷺ چھوڑ گئے ہیں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا۔ جس حال میں وہ آپ ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں (اس کی تقسیم وغیرہ) میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو آپ ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا۔ پس سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے انکار کر دیا اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے خفا ہو گئیں اور ان سے ترک ملاقات کر لیا اور وفات تک ان سے بات نہ کی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ پھر وفات پا گئیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان رات میں دفن کیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہ کی۔

اس روایت میں ولید بن محمد نے امام زہری سے حدیث فدک کو بیان کیا لیکن سیدہ فاطمہ کی ناراضی اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ترک ملاقات کو قال کے بغیر روایت کیا۔ یہ روایت باعتبار سند ولید بن محمد کی وجہ سے غیر مستند ہے۔ علامہ ذہبی نے اس حوالے سے میزان الاعتدال[277] میں چند ایک اہل علم کے اقوال نقل کیے ہیں۔

قال أبو حاتم: ضعيف الحديث.

---

277 ذہبی ، محمد بن احمد ، میزان الاعتدال ، ج۷، ص ۱۴۰، رقم : ۹۴۰۸

امام ابو حاتم کہتے ہیں: یہ ضعیف الحدیث ہے

وقال ابن المدینی: لا یکتب حدیثه.

ابن مدینی کہتے ہیں کہ اس کی حدیث کو نوٹ کیا جائے گا

وقال ابن خزیمة: لا أحتج به، وكذبه يحيى بن معين.

ابن خزیمہ کہتے ہیں: میں اس سے استدلال نہیں کرتا

وقال أبو زرعة الدمشقي: لم يزل حديثه مقاربا.

ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں: اس کی حدیث مقارب رہی ہے۔

وقال النسائي: متروك الحديث.

امام نسائی کہتے ہیں: یہ متروک الحدیث ہے

ان اقوال سے یہ واضح ہے کہ یہ روایت غیر مستند ہے۔

عبدالرحمن بن خالد بن مسافر کی روایات

پہلی روایت:

حدثنا فهد قال ثنا عبد الله بن صالح قال حدثني الليث قال حدثني عبد الرحمن بن خالد بن مسافر عن بن شهاب عن عروة بن الزبير أن عائشة رضي الله عنها أخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم أرسلت الى أبى بكر رضي الله عنه تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما أفاء الله على رسول الله صلى الله عليه وسلم وفاطمة حينئذ تطلب صدقة رسول فقال أبو بكر رضي الله عنه إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إنا لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد في هذا المال وإني والله لا أغير شيئا من صدقة

رسول الله صلى الله عليه و سلم عن حالها التي كانت عليه في عهد رسول الله صلى الله عليه و سلم و لأعملن في ذلك بما عمل فيها رسول الله صلى الله عليه و سلم[278]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا اور ان سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا نبی کریم ﷺ کے اس مال سے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ اور فدک میں عنایت فرمایا تھا اور خیبر کا جو پانچواں حصہ رہ گیا تھا۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے صدقے کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے' البتہ آل محمد ﷺ اسی مال سے کھاتی رہے گی اور میں، اللہ کی قسم! جو صدقہ نبی کریم ﷺ چھوڑ گئے ہیں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا۔ جس حال میں وہ آپ ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں (اس کی تقسیم وغیرہ) میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو آپ ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا۔

امام زہری کے شاگرد عبدالرحمن بن خالد بن مسافر نے بھی یہاں حدیث فدک کو بیان کیا لیکن ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر نہیں کیا۔ یہی روایت اسی سند کے ساتھ ترکۃ النبی ﷺ میں بھی موجود ہے اس روایت میں بھی ناراضی کا ذکر نہیں۔

---

278 الطحاوی ، احمد بن محمد ، ابو جعفر ، شرح معانی الآثار ، كتاب الزكوة ، باب الصدقة على بنى هاشم ، دار عالم الكتاب ، بيروت ، ۱۴۱۴ھ، ج۱ ص ۴-۵، رقم : ۲۹۵

دوسری روایت:

حدثنا إبراهيم قال: ثنا أبي قال: ثنا محفوظ بن أبي توبة قال: ثنا عبد الله بن صالح قال: حدثني الليث بن سعد قال: حدثني عبد الرحمن بن خالد عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير أن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم اخبرته أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم أرسلت إلى أبي بكر تسله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما أفاء الله على رسوله وفاطمة حينئذ تطلب صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة فدك وما بقي من خمس خيبر فقالت عائشة فقال أبو بكر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد في هذا المال وإني والله لا أغير شيئا من صدقة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن حالها التي كانت عليها في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولأعملن فيها ما عمل فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم[279]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا اوران سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا نبی کریم ﷺ کے اس مال سے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ اور فدک میں عنایت فرمایا تھا اور خیبر کا جو پانچواں حصہ رہ گیا تھا۔اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے صدقے کا مطالبہ کر رہی تھیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں

---

279 البغدادی، حماد بن اسحاق ، ترکة النبی ،ت، اکرم ضیاء العمری ،۱۴۰۴ھ ،ص۸۲

ہوتا' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے' البتہ آل محمد ﷺ اسی مال سے کھاتی رہے گی اور میں، اللہ کی قسم! جو صدقہ نبی کریم ﷺ چھوڑ گئے ہیں اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا۔ جس حال میں وہ آپ ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں (اس کی تقسیم وغیرہ) میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو آپ ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا۔

خلاصہ کلام:

مندرجہ بالا روایات پر سیر حاصل گفتگو کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے متعلق یہ قول کہ وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں تھیں اور تادم وصال ان سے کوئی بات نہیں کی۔ یہ قول امام زہری کا متن میں ادراج ہے۔

امام زہری کے تلامذہ نے حدیث فدک کو ان الفاظ کے ساتھ مفصلاً بھی نقل کیا اور ناراضی کے الفاظ کے بغیر فقط حدیث وراثت اور مزید سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے الفاظ تک بات کو مکمل کر دیا۔ اس سے یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ اصلاً حدیث فدک کا اختتام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو (میں بھی وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو آپ ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا) پر ہوتا ہے۔

اس کے بعد کے تمام الفاظ امام زہری کی ذاتی رائے ہے اب تک جن تلامذہ کی مرویات پر ہم نے تحقیق کی اس سے یہی بات واضح ہوتی ہے مزید تشنگی معمر بن راشد کی مرویات سے دور ہو جائے گی۔

معمر بن راشد کی مرویات

پہلی روایت:

حدثنا إبراهيم بن موسى أخبرنا هشام أخبرنا معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة أن فاطمة عليها السلام والعباس أتيا أبا بكر يلتمسان ميراثهما أرضه من فدك وسهمه من خيبر فقال أبو بكر سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد في هذا المال والله لقرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم أحب إلي أن أصل من قرابتي[280]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمین جو فدک میں تھی اور جو خیبر میں آپ کو حصہ ملا تھا، اس میں سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا۔ اس پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا، جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، البتہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس جائیداد میں سے خرچ ضرور ملتا رہے گا۔ اور اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ عمدہ معاملہ کرنا مجھے خود اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسن معاملت سے زیادہ عزیز ہے۔

صحیح بخاری کی اس روایت میں معمر نے امام زہری سے حدیث فدک کو روایت کرتے ہوئے

---

280 البخاری ، محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری ، کتاب المغازی ، باب حدیث بنی نضیر ، ص ۶۳۵، رقم : ۴۰۳۶-۴۰۳۵

ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر نہیں کیااس روایت میں قول رسول ﷺ کے فوراً بعد سیدناابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے آل محمد ﷺ سے صلہ رحمی کرنے کا بیان ہے یہ قول سیدناابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے امام زہری کے تلامذہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدناابو بکر رضی اللہ عنہ کی باہمی گفتگو کے ذیل میں بیان کیاہے۔یعنی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آل محمد ﷺ سے اپنی محبت کا اظہار سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کیا تھا۔ عین ممکن ہے یہ الفاظ اصلاً اسی روایت کا حصہ ہوں یا پھر سیدناابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بھی ایسا کہا ہو۔

بہر حال معمر بن راشد کی فقط یہی ایک روایت ہے جس میں ان الفاظ کی آمیزش ہے۔ لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ نفس مسئلہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی ناراضی اور سیدناابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے ترک ملاقات ہے۔ یہ الفاظ قال کے بغیر کسی روایت میں بیان نہیں ہوئے جہاں قال کے بغیر بیان ہوئے ہیں اس کی وضاحت ہم کر چکے ہیں کہ یہ راوی کی صواب دید پر ہے اس نے کسی جگہ قال کے بغیر ان الفاظ کو متن کے ساتھ متصل بیان کر دیااور کسی جگہ قال کے ساتھ بیان کر دیااور کسی جگہ ناراضی کا ذکر ہی نہیں کیا۔

معترضین قال کے بغیر والی روایات دیکھ رہے ہیں تو انہیں وہ روایات بھی دیکھ لینی چاہیے جو انہی رجال سے ناراضی کے عدم ذکر سے متعلق ہیں۔مزید یہ کہ سیدناابو بکر رضی اللہ عنہ کی محمد وآل محمد ﷺ سے اظہار محبت صحیح روایات سے ثابت ہے۔ لہذاان الفاظ کو ان روایات پر محمول کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

دوسری روایت:

حدثنا عبد الله بن محمد حدثنا هشام أخبرنا معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة أن فاطمة والعباس عليهما السلام أتيا أبا بكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما حينئذ يطلبان أرضيهما من فدك وسهمهما من خيبر فقال لهما أبو بكر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد من هذا المال قال أبو بكر والله لا أدع أمرا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه فيه إلا صنعته قال فهجرته فاطمة فلم تكلمه حتى ماتت[281]

سید عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس علیہما السلام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنی میراث کا مطالبہ کرنے آئے، یہ فدک کی زمین کا مطالبہ کر رہے تھے اور خیبر میں بھی اپنے حصہ کا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے، بلا شبہ آل محمد ﷺ اسی مال میں سے اپنا خرچ پورا کرے گی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ ، میں کوئی ایسی بات نہیں ہونے دوں گا، بلکہ جسے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہو گا وہ میں بھی کروں گا۔ راوی نے کہا اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان سے علیحد گی اختیار کر لی اور موت تک ان سے بات نہیں کی۔

---

281 البخاری ، محمد بن اسماعیل ، صحیح بخاری ، کتاب الفرأئض ، با ب قول النبی ﷺ لا نورث ما ترکنا فهو صدقة ، ص ١٠٧١ ، رقم : ٦٧٢٥-٦٧٢٦

صحیح بخاری کی اس روایت میں معمر نے امام زہری سے حدیث فدک کو روایت کرتے ہوئے ترک ملاقات کے الفاظ قال کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ یعنی صحیح بخاری میں ہی اس بات کی صراحت موجود ہے کہ یہ الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہیں ہیں بلکہ امام زہری کے ہیں۔ جو لوگ بار بار بخاری بخاری کی رٹ لگاتے ہیں کہ صحیح بخاری میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی کا ذکر ہے تو وہ صحیح بخاری کی اس روایت پر بھی غور کر لیں۔

صحیح بخاری کی پہلی حدیث (۴۰۳۶، ۴۰۳۵) میں معمر نے ناراضی و ترک ملاقات کا بالکل ذکر نہیں کیا اور دوسری روایت (۶۷۲۶، ۶۷۲۵) میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ قال کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ اس روایت سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ قال کے الفاظ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔ جس کتاب کو ہماری علمی روایت میں اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت (۴۰۳۶، ۴۰۳۵) بھی معمر سے ہشام نے بیان کی ہے اور صحیح بخاری کی روایت (۶۷۲۶، ۶۷۲۵) بھی معمر سے ہشام نے بیان کی ہے۔ صحیح بخاری کی روایت (۴۰۳۶، ۴۰۳۵) میں معمر نے ناراضی اور ترک ملاقات کا قطعاً ذکر نہیں کیا اور حدیث (۶۷۲۶، ۶۷۲۵) میں معمر بن راشد نے ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر قال کے ساتھ کیا۔

یعنی یہ اختلاف صحیح بخاری سے ہی رفع ہو گیا کہ یہ الفاظ اصلاً راوی کا ادراج ہے۔ مزید یہ کہ اس روایت میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ (جو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلہ رحمی کرنے پر مشتمل ہیں) نقل نہیں ہوئے اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نہیں کہی تھی۔

مزید یہ کہ امام بخاری نے بطریق معمر ترک ملاقات کا ذکر قال کے ساتھ کیا اور اس کے بعد مزید ادراج شدہ الفاظ کا ذکر نہیں کیا۔ عین ممکن ہے کہ امام بخاری نے خود ہی بقیہ الفاظ کو نقل کرنا ضروری نہ سمجھا ہو کیونکہ ہو سکتا ہے امام بخاری کے نزدیک بقیہ طویل مضمون اصلاً روایت سے خارج ہو۔ اسی لیے فقط قال کے ساتھ ترک ملاقات کا ذکر کر دیا۔

یا پھر یہ روایت معمر بن راشد کی سند سے اسی طرح ہی بیان ہوئی ہو۔ اگر ایسا ہی ہے تو یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ معمر نے ہی بقیہ الفاظ روایت نہیں کیے۔ دونوں صورتوں میں ان الفاظ کا اصلاً روایت سے خارج ہونا ثابت ہے۔

تیسری روایت:

حدثنا إسحاق بن إبراهيم و محمد بن رافع و عبد بن حميد (قال ابن رافع حدثنا وقال الآخران أخبرنا عبدالرزاق) أخبرنا معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة أن فاطمة والعباس أتيا أبا بكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه و سلم وهما حينئذ يطلبان أرضه من فدك وسهمه من خيبر فقال لهما أبو بكر إني سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم وساق الحديث بمعنى حديث عقيل عن الزهري غير أنه قال ثم قام علي فعظم من حق أبي بكر و ذكر فضيلته و سابقته ثم مضى إلى أبي بكر فبايعه فأقبل الناس إلى علي فقالوا أصبت وأحسنت فكان الناس قريبا إلى علي حين قارب الأمر المعروف.[282]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، وہ دونوں

[282] القشیری ، مسلم بن حجاج ، صحیح مسلم،کتاب الجهاد والسیر ،با ب قول النبی :لا نورث ماترکنا فهو صدقة، ص ۵۸۹ ،رقم:۱۷۵۹/۵۳

رسول اللہ ﷺ کے ترکے سے اپنی وراثت کا مطالبہ کر رہے تھے، اس وقت وہ آپ کی فدک کی زمین اور خیبر سے آپ کے حصے کا مطالبہ کر رہے تھے تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا انھوں نے بھی زہری سے عقیل کے ہم معنیٰ حدیث بیان کی ،البتہ انھوں نے کہا: پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اٹھے، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق کی عظمت بیان کی اور ان کی فضیلت اور (اسلام میں) سبقت کا ذکر کیا، پھر وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف گئے اور ان کی بیعت کی، اس پر لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف آئے اور کہنے لگے: آپ نے درست کیا، بہت اچھا کیا۔ جب وہ (سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی) امارت اور (اس کے حوالے سے) پسندیدہ روش کے قریب ہو گئے تو لوگ بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قریب ہو گئے۔

صحیح مسلم کی اس روایت میں معمر بن راشد نے ناراضی کے الفاظ ذکر نہیں کیے اس روایت پر غور کریں تو یہ بات قارئین پر واضح ہو گی کہ یہ روایت مختصر بیان کی گئی ہے بعض الفاظ اس روایت سے حذف ہیں۔ امام مسلم نے مختصر روایت ذکر کرنے کے بعد عقیل کی روایت کا حوالہ دیا ہے کہ معمر نے بھی عقیل کی مثل زہری سے یہ حدیث (فدک) بیان کی۔

اس کے بعد قال کے ساتھ یہ الفاظ (**ثم قام علي فعظم من حق أبي بكر و ذكر فضيلته**) نقل کیے ہیں، یعنی معمر نے اس روایت میں ناراضی کا ذکر نہیں کیا بلکہ سیدنا کے علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں جو مکالمہ ہوا اس کا ذکر قال کے ساتھ کیا۔ یعنی معمر نے ان الفاظ کو امام زہری کی نسبت سے بیان کیا ہے۔ یہ الفاظ اصلاً صحیح بخاری کی روایت (۴۲۴۰-۴۲۴۱) میں موجود ہیں۔

ان الفاظ سے متعلق سیر حاصل گفتگو ہم شعیب بن ابی حمزہ کی مرویات کے ذیل میں کر چکے ہیں۔ مزید طرق سے اس کی مکمل وضاحت قارئین کے سامنے آجائے گی۔

چوتھی روایت:

حدثنا عبد الرزاق قال حدثنا معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله عنها أن فاطمة و العباس أتيا أبا بكر رضي الله عنه يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما حينئذ يطلبان أرضه من فدك وسهمه من خيبر فقال لهم أبو بكر إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد في هذا المال وإني والله لا أدع أمرا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه فيه إلا صنعته[283]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر رسول اللہ ﷺ کی فدک والی زمین اور خیبر والے حصہ میں سے اپنا میراث والا حق طلب کیا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: میں نے رسول ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ ہمارے وارث نہیں بنتے، ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔ البتہ آل محمد ﷺ اس مال میں سے کھاتے رہیں گے، اللہ کی قسم! میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو جو کام جس طرح کرتے دیکھا، میں بھی ویسے ہی کروں گا۔

مسند احمد کی اس روایت میں بھی معمر نے ناراضی اور ترک ملاقات کا قطعاً ذکر نہیں کیا۔ صحیح

---

[283] ابن حبنل ، احمدبن محمد، مسند احمد ، مسند ابی بکر صدیق ، ج١، ص ١٨٨، رقم : ٩

بخاری کی روایت ۴۰۳۶-۴۰۳۵ میں ناراضی کاذکر نہیں وہ معمر سے ہشام نے بیان کی ہے اور جس روایت میں ناراضی کاذکر نہیں بلکہ ترک ملاقات کاذکر قال کے ساتھ ہے وہ روایت بھی معمر سے ہشام نے بیان کی ہے۔ مسند احمد کی اس روایت کو معمر سے عبدالرزاق نے بیان کیا ہے اور اس میں بھی ناراضی کا ذکر نہیں لیکن آگے چل کر ہم بتائیں گے کہ اسی سند (عبدالرزاق عن معمر) سے ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ بلکہ مکمل مدرج الفاظ بھی قال کے اضافے کے ساتھ منقول ہیں۔ یعنی معمر کے تلامذہ کے مابین بھی ان الفاظ کو قال کے ساتھ روایت کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

پانچویں روایت:

حدثنا محمد بن يحيى، قال: حدثنا عبد الرزاق، وحدثنا محمد بن علي الصنعاني، قال: أنبأ عبد الرزاق، قال: أنبأ معمر (ح) وحدثنا الدبري، عن عبد الرزاق، عن معمر، عن الزهري، عن عروة، عن عائشة رضي الله عنها، أن فاطمة والعباس رضي الله عنهما أتيا أبا بكر رضي الله عنه، يلتمسان ميراثهما، من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما حينئذ يطلبان أرضه من فدك، وسهمه من خيبر، فقال لهما أبو بكر: إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: لا نورث، ما تركنا صدقة، إنما يأكل آل محمد صلى الله عليه وسلم من هذا المال، وإني والله لا أدع أمرا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه فيه إلا صنعته، قال: فهجرته فاطمة فلم تكلمه في ذلك حتى ماتت، فدفنها علي رضي الله عنه ليلا ولم يؤذن بها أبا بكر، قالت عائشة: وكان لعلي من الناس وجه حياة فاطمة، فلما توفيت فاطمة انصرفت وجوه الناس عن علي، فمكثت فاطمة ستة أشهر بعد النبي صلى الله عليه وسلم ثم توفيت، قال رجل للزهري: فلم يبايعه علي

ستةأشهر، قال: ولا أحدمن بني هاشم، حتى بايعه علي فلما رأى علي انصراف وجوه الناس عنه ضرع إلى مصالحة أبي بكر، فأرسل علي إلى أبي بكر أن ائتنا ولا تأتنا معك بأحد، وكره أن يأتيه عمر لما علم من شدته، فقال عمر: لا تأتيهم وحدك، فقال أبو بكر: والله لآتينهم، وما عسى أن يصنعوا بي، فانطلق أبو بكر فدخل على علي وقد جمع بني هاشم عنده، فقام علي فحمد الله وأثنى عليه بما هو أهله، ثم قال: أما بعد فإنه لم يمنعنا أن نبايعك يا أبا بكر إنكار الفضيلتك، ولا نفاسة عليك لخير ساقه الله إليك، ولكنا كنا نرى أن لنا في هذا الأمر حقا فاستبددتم به علينا، ثم قال: ثم ذكر قرابتهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم وحقهم فلم يزل علي يذكر ذلك حتى بكى أبو بكر، فلما سكت علي، تشهد أبو بكر فحمد الله وأثنى عليه بما هو أهله، ثم قال: أما بعد فوالله لقرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم أحب إلي أن أصل من قرابتي، وإني والله ما ألوت في هذه الأموال التي كانت بيني وبينكم على الخير، ولكني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا نورث، ما تركنا صدقة، إنما يأكل آل محمد من هذا المال، وإني والله لا أدع أمرا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه فيه إلا صنعته إن شاء الله، قال علي: موعدك العشية للبيعة، فلما صلى أبو بكر الظهر أقبل على الناس بوجهه، ثم عذر عليا ببعض ما اعتذر به، ثم قام علي فعظم من حق أبي بكر، وذكر من فضيلته وسابقته، ثم مضى إلى أبي بكر فبايعه فأقبل الناس إلى علي، فقالوا: أصبت وأحسنت، قالت عائشة: فكان الناس قريبا إلى علي حين راجع الأمر، وقال أحدهما: قارب الأمر والمعروف[284]

[284] ابی عوانة ، یعقوب بن اسحاق ، الاسفرائینی ، مسند ابی عوانۃ ، کتاب الجهاد ، باب السنة فیمن لم یوجف علیه ، ص ٢٥٢-٢٥١، رقم : ٦٦٧٩

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس علیہما السلام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اپنی میراث کا مطالبہ کرنے آئے، یہ فدک کی زمین کا مطالبہ کر رہے تھے اور خیبر میں بھی اپنے حصے کا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے، بلاشبہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی مال میں سے اپنا خرچ پورا کرے گی، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ میں کوئی ایسی بات نہیں ہونے دوں گا، بلکہ جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کرتے دیکھا ہو گا وہ میں بھی کروں گا۔ راوی نے کہا: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئیں اور ان سے ترک ملاقات کر لیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی، جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں دی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ لوگ بہت توجہ رکھتے رہے لیکن ان کی وفات کے بعد انھوں نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں۔ کسی نے زہری سے کہا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی؟ زہری نے کہا بنو ہاشم میں سے کسی نے یہاں تک کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت نہیں کی۔ پس سیدنا علی رضی اللہ نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں اس وقت انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر

لینا چاہا۔ پھر انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ کو بلا بھیجا اور کہلا بھیجا کہ آپ صرف تنہا آئیں اور کسی کو اپنے ساتھ نہ لائیں ان کو یہ منظور نہ تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ آئیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ تنہا ان کے پاس نہ جائیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں وہ میرے ساتھ کیا کریں گے میں تو اللہ کی قسم! ضرور ان کی پاس جاؤں گا۔ آخر آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کو گواہ کیا' اس کے بعد فرمایا ہمیں آپ کے فضل و کمال اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے' سب کا ہمیں اقرار ہے جو خیر و امتیاز آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ہم نے اس میں کوئی ریس بھی نہیں کی لیکن آپ نے ہمارے ساتھ زیادتی کی (کہ خلافت کے معاملہ میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت کی وجہ سے اپنا حق سمجھتے تھے (کہ آپ ہم سے مشورہ کرتے) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ان باتوں سے گریہ طاری ہو گئی اور جب بات کرنے کے قابل ہوئے تو فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن میرے اور لوگوں کے درمیان ان اموال کے سلسلے میں جو اختلاف ہوا ہے تو میں اس میں حق اور خیر سے نہیں ہٹا ہوں لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، البتہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اولاد اس مال سے صرف کھا سکتی ہے اور اس سلسلہ میں جو راستہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھا خود میں نے

بھی اسی کو اختیار کیا سید نا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد سید نا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دوپہر کے بعد میں آپ سے بیعت کروں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر سید نا ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر آئے اور خطبہ کے بعد سید نا علی رضی اللہ عنہ کے معاملے کا اور ان کے اب تک بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور وہ عذر بھی بیان کیا جو سید نا علی رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا پھر سید نا علی رضی اللہ عنہ نے استغفار اور شہادت کے بعد سید نا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حق اور ان کی بزرگی بیان کی اور فرمایا کہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے اس کا باعث سید نا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے حسد نہیں تھا اور نہ ان کے فضل و کمال کا انکار مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت فرمایا یہ بات ضرور تھی کہ ہم اس معاملہ خلافت میں اپنا حق سمجھتے تھے (کہ ہم سے مشورہ لیا جاتا) ہمارے ساتھ یہی زیادتی ہوئی تھی جس سے ہمیں رنج پہنچا۔ مسلمان اس واقعہ پر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب سید نا علیؑ نے اس معاملہ میں یہ مناسب راستہ اختیار کر لیا تو مسلمان ان سے خوش ہو گئے اور سید نا علی رضی اللہ عنہ سے اور زیادہ محبت کرنے لگے جب دیکھا کہ انھوں نے اچھی بات اختیار کر لی ہے۔

مسند ابی عوانہ کی اس روایت میں معمر نے امام زہری سے حدیث فدک روایت کرتے ہوئے ترک ملاقات کے الفاظ قال کے ساتھ ذکر کیے ہیں۔ اس روایت میں جگہ جگہ قالت عائشہ کے الفاظ منقول ہیں اس سے قارئین دھوکہ نہ کھائیں۔ قالت عائشہ سے پہلے قال ہے اس کے بعد قالت ہے۔ حدیث وراثت اور سید نا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ کی گفتگو کے فوراً ترک ملاقات کا ذکر قال کے اضافے کے ساتھ ہے۔

یعنی اس (امام زہری) نے کہا فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو گئیں اور لا تعلقی اختیار کر لی۔ اس

کے بعد قالت عائشہ کے الفاظ ہیں۔ ہماری دانست میں یہ سارا مقدمہ امام زہری کا ہی قائم کردہ ہے کیونکہ قالت سے پہلے قال گزر چکا ہے اس لیے یہی بات قرین قیاس ہے کہ قالت عائشہ راوی کہہ رہا ہے یعنی یہ راوی (امام زہری) ہی کہہ رہا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ مزید یہ کہ یہ روایت اسحاق بن ابراہیم کی وجہ سے غیر مستند ہے۔ اس راوی سے متعلق علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

"إسحاق بن إبراهيم الدبری، صاحب عبد الرزاق. قال ابن عدی: استصفر في عبد الرزاق. قلت: ما كان الرجل حديث وإنما أسمعه أبوه واعتنى به، سمع من عبد الرزاق تصانيفه، وهو ابن سبع سنين أو نحوها، لكن روى عن عبد الرزاق أحاديث منكرة، فوقع التردد فيها، هل هي منه فانفرد بها، أو هي معروفة مما تفرد به عبد الرزاق. وقد احتج بالدبری أبو عوانة في صحيحه وغيره، وأكثر عنه الطبراني. وقال الدارقطني في رواية الحاكم: صدوق ما رأيت فيه خلافا، إنما قيل: لم يكن من رجال هذا الشأن. قلت ويدخل في الصحيح! قال: أي والله. وسبع عشرة سنة: الداری. هذه الترجمة ليست في ه. ليس في ل. وفي مرويات الحافظ أبی بكر بن الخير الاشبيلی كتاب الحروف الذی أخطأ فيها الدبری وصحفها في مصنف عبد الرزاق للقاضی محمد بن حمد مفرج القرطبی. وعاش الدبری إلی سبع وثمانين ومائتين"[285]

" اسحاق بن ابراہیم دبری، یہ امام عبدالرزاق کے شاگرد ہیں۔ شیخ ابن عدی فرماتے ہیں: امام عبدالرزاق نے انہیں کمتر قرار دیا ہے۔ (امام ذہبی فرماتے ہیں) میں یہ کہتا ہوں: یہ شخص حدیث کا ماہر نہیں ہے اس کے والد نے اسے

---

285 الذہبی ، محمد بن احمد ، میزان الاعتدال ، ج۱ ،ص ۳۳۲-۳۳۱، رقم : ۷۳۲

کچھ روایات سنائی تھیں اس کا صرف انہی سے واسطہ ہے اس نے امام عبدالرزاق سے ان کی تصانیف سنی ہیں اس وقت اس کی عمر سات برس کے لگ بھگ تھی تاہم اس نے امام عبدالرزاق کے حوالے سے منکر روایات نقل کی ہیں، جس کی وجہ سے ان کی روایات میں تردد پیدا ہو گیا ہے کہ کیا یہ روایات امام عبدالرزاق سے منقول ہیں اور انہیں نقل کرنے میں یہ راوی منفرد ہے یا پھر وہ روایات معروف ہیں جنہیں نقل کرنے میں امام عبدالرزاق منفرد ہیں۔ ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں اور دیگر راویوں نے "دبری" سے روایات نقل کی ہیں۔ طبرانی نے اس کے حوالے سے کثرت سے روایات نقل کی ہیں۔ حاکم نے دار قطنی کا یہ قول نقل کیا ہے: یہ راوی صدوق ہے۔ مجھے اس کے بارے میں کسی اختلاف کا علم نہیں ہے اور یہ بھی کہا گیا یہ کوئی بلند پائے کا آدمی نہیں ہے۔ میں نے ان سے پوچھا: کیا ان سے صحیح روایت نقل کی جاسکتی ہے انھوں نے جواب دیا: جی ہاں (اللہ کی قسم! ایسا ہو سکتا ہے)۔ حافظ ابو بکر شبلی کی مرویات میں "کتاب الحروف" ہے جس میں دبری نے غلطی کی ہے اور قاضی محمد قرطبیؒ سے منقول مصنف عبدالرزاق سے اس میں تصحیف کی ہے۔ دبری ۲۸۷ھ ہجری تک زندہ رہے تھے۔"

علامہ ذہبی نے اس راوی سے متعلق اس امر کی وضاحت فرمادی کہ یہ راوی اس قدر معتمد نہیں ہے کہ اس کی ہر روایت قبول کرلی جائے کیونکہ اس نے امام عبدالرزاق کی نسبت سے منکر روایات نقل کی ہیں۔ لہذا اس کی جو مرویات امام عبدالرزاق سے منقول ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ روایت بھی ایسی ہی ہے۔ لہذا یہ روایت نا قابل استدلال ہے۔

چھٹی روایت:

عبد الرزاق عن معمر عن الزهري عن عروة عن عائشه أن فاطمة والعباس اتيا ابا بكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه و سلم وهما حينئذ يطلبان أرضه من فدك وسهمه من خيبر فقال لهما أبو بكر سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول لانورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد صلى الله عليه و سلم من هذا المال وإني والله لا أدع أمرا رأيت رسول الله صلى الله عليه و سلم يصنعه إلا صنعته قال فهجرته فاطمة فلم تكلمه في ذلك حتي ماتت فدفنها علي ليلا ولم يؤذن بها أبا بكر قالت عائشة وكان لعلي من الناس حياة فاطمة حبوة فلما توفيت فاطمة انصرفت وجوه الناس عنه فمكثت فاطمة ستة أشهر بعد رسول الله صلى الله عليه و سلم ثم توفيت قال معمر فقال رجل للزهري فلم يبايعه علي ستة أشهر قال لا ولا أحد من بني هاشم حتى بايعه علي فلما رأى علي انصراف وجوه الناس عنه أسرع إلى مصالحة أبي بكر فأرسل إلي أبي بكر أن ائتنا ولا تأتنا معك بأحد وكره أن يأتيه عمر لما يعلم من شدته فقال عمر لا تأتهم وحدك فقال أبو بكر والله لآتينهم وحدي وما عسى أن يصنعوا بي قال فانطلق أبو بكر فدخل على علي وقد جمع بني هاشم عنده فقام علي فحمد الله وأثنى عليه بما هو أهله ثم قال أما بعد يا أبا بكر فإنه لم يمنعنا أن نبايعك إنكار لفضيلتك ولا نفاسة عليك بخير ساقه الله إليك ولكنا نرى أن لنا في هذا الأمر حقا فاستبدتم به علينا قال ثم ذكر قرابته من رسول الله صلى الله عليه و سلم وحقهم فلم يزل يذكر ذلك حتى بكى أبو بكر فلما صمت علي تشهد أبو بكر فحمد الله وأثنى عليه بما هو أهله ثم قال أما بعد فوالله لقرابة رسول الله صلى الله عليه و سلم أحرى إلي أن أصل من قرابتي والله ما ألوت في هذه الأموال التي

كانت بيني وبينكم عن الخير ولكني سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول لا نورث ما تركنا صدقة وإنما يأكل آل محمد صلى الله عليه و سلم في هذا المال واني والله لا أذكر أمرا صنعه رسول الله صلى الله عليه و سلم فيه إلا صنعته إن شاء الله ثم قال علي موعدك العشية للبيعة فلما صلى أبو بكر الظهر أقبل على الناس ثم عذر عليا ببعض ما اعتذر به ثم قام علي فعظم من حق أبي بكر رضي الله عنه وفضيلته وسابقيته ثم مضى إلى أبي بكر فبايعه فأقبل الناس إلى علي فقالوا أصبت وأحسنت قالت فكانوا قريبا إلى علي حين قارب الامر والمعروف. [286]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس علیہما السلام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنی میراث کا مطالبہ کرنے آئے، یہ فدک کی زمین کا مطالبہ کر رہے تھے اور خیبر میں بھی اپنے حصہ کا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے، بلاشبہ آل محمد ﷺ اسی مال میں سے اپنا خرچ پورا کرے گی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ، میں کوئی ایسی بات نہیں ہونے دوں گا، بلکہ جسے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہو گا وہ میں بھی کروں گا، راوی نے کہا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے خفا ہو گئیں اور ان سے ترک ملاقات کر لیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی، جب

---

286 الصنعانی ، عبدالرزاق بن ہمام ، المصنف ،کتاب المغازی ، باب خصومة علی و عباس ، دار التاصیل ، القاهره ، ١٤٣٦ھ، ج٥، ص ١٠٧-١٠٦، رقم : ١٠٥٣٤

ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں دی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر لوگ بہت توجہ رکھتے رہے لیکن ان کی وفات کے بعد انھوں نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں، سیدہ فاطمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں، معمر نے کہا: کسی نے زہری سے کہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی؟ زہری نے کہا بنو ہاشم میں سے کسی نے یہاں تک کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت نہیں کی۔ پس سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں اس وقت انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہا پھر انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور کہلا بھیجا کہ آپ صرف تنہا آئیں اور کسی کو اپنے ساتھ نہ لائیں ان کو یہ منظور نہ تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئیں کیوں کہ انہیں ان کے مزاج کی شدت کا پتا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ تنہا ان کے پاس نہ جائیں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں وہ میرے ساتھ کیا کریں گے میں تو اللہ کی قسم! ضرور ان کی پاس جاؤں گا آخر آپ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہانے اللہ کو گواہ کیا' اس کے بعد فرمایا ہمیں آپ کے فضل و کمال اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے' سب کا ہمیں اقرار ہے جو خیر و امتیاز آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ہم نے اس میں کوئی ریس بھی نہیں کی لیکن آپ نے

ہمارے ساتھ زیادتی کی (کہ خلافت کے معاملہ میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت کی وجہ سے اپنا حق سمجھتے تھے (کہ آپ ہم سے مشورہ کرتے) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ان باتوں سے گریہ طاری ہو گئی اور جب بات کرنے کے قابل ہوئے تو فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن میرے اور لوگوں کے درمیان ان اموال کے سلسلے میں جو اختلاف ہوا ہے تو میں اس میں حق اور خیر سے نہیں ہٹا ہوں لیکن میں نے رسول اللہ سے سنا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، البتہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اولاد اس مال سے صرف کھا سکتی ہے اور اس سلسلہ میں جو راستہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھا خود میں نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دوپہر کے بعد میں آپ سے بیعت کروں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر آئے اور خطبہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے معاملے کا اور ان کے اب تک بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور وہ عذر بھی بیان کیا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے استغفار اور شہادت کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حق اور ان کی بزرگی بیان کی اور فرمایا کہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے اس کا باعث سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے حسد نہیں تھا اور نہ ان کے فضل و کمال کا انکار مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت فرمایا یہ بات ضرور تھی کہ ہم اس معاملہ خلافت میں اپنا حق

سمجھتے تھے (کہ ہم سے مشورہ لیا جاتا) ہمارے ساتھ یہی زیادتی ہوئی تھی جس سے ہمیں رنج پہنچا، مسلمان اس واقعہ پر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔اس نے کہا(عائشہ) جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں یہ مناسب راستہ اختیار کر لیا تو مسلمان ان سے خوش ہو گئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اور زیادہ محبت کرنے لگے جب دیکھا کہ انھوں نے اچھی بات اختیار کر لی ہے۔

مصنف عبدالرزاق کی یہ روایت صحیح بخاری کی روایت ۴۲۴۱-۴۲۴۰ کی طرح مکمل نقل ہوئی ہے اس میں معمر نے ترک ملاقات کے الفاظ قال کے ساتھ نقل کیے ہیں۔اس روایت میں بھی قال کے ساتھ ترک ملاقات کے ذکر کے بعد قالت عائشہ کے الفاظ منقول ہیں۔ یعنی امام زہری ہی مزید الفاظ کو یہاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت بیان کر رہے ہیں۔جو کہ ارسال زہری میں سے ہیں۔

اس روایت پر اگر غور کریں تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس روایت میں قال کے ساتھ ترک ملاقات کا ذکر ہے اور اس کے بعد قالت عائشہ کے الفاظ ہیں۔اس کے بعد معمر بن راشد کی گفتگو کا ذکر ہے یعنی قالت عائشہ کے الفاظ قال کے درمیان میں ہیں۔پہلے بھی قال ہے اور بعد میں بھی قال ہے۔اور مزید روایت کے آخر میں بھی قالت کے ساتھ بعض الفاظ روایت کیے گئے ہیں۔اس سے یہی بات قرین قیاس ہے کہ امام زہری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے جگہ بدل بدل کر بعض الفاظ بیان کر رہے ہیں جو کہ اصلاً مراسیل زہری میں سے ہیں۔

ساتویں روایت:

أخبرنا أبو محمد : عبد الله بن يحيى بن عبد الجبار ببغداد أخبرنا إسماعيل بن محمد الصفار حدثنا أحمد بن منصور حدثنا عبد الرزاق أخبرنا معمر عن الزهرى عن عروة عن عائشة رضى الله عنها : أن فاطمة و العباس رضى الله عنهما أتيا أبا بكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما حينئذ يطلبان أرضه من فدك وسهمه من خيبر فقال لهما أبو بكر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد فى هذا المال . والله إنى لا أدع أمرا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه بعد إلا صنعته قال فغضبت فاطمة رضى الله عنها وهجرته فلم تكلمه حتى ماتت فدفنها على رضى الله عنه ليلا ولم يؤذن بها أبا بكر رضى الله عنه قالت عائشة رضى الله عنها : فكان لعلى رضى الله عنه من الناس وجه حياة فاطمة رضى الله عنها فلما توفيت فاطمة رضى الله عنها انصرفت وجوه الناس عنه عند ذلك قال معمر قلت للزهرى : كم مكثت فاطمة بعد النبى صلى الله عليه وسلم قال : ستة أشهر فقال رجل للزهرى : فلم يبايعه على رضى الله عنه حتى ماتت فاطمة رضى الله عنها قال : ولا أحد من بنى هاشم. رواه البخارى فى الصحيح من وجهين عن معمر ورواه مسلم عن إسحاق بن راهويه وغيره عن عبد الرزاق وقول الزهرى فى قعود على عن بيعة أبى بكر رضى الله عنه حتى توفيت فاطمة رضى الله عنها منقطع وحديث أبى سعيد رضى الله عنه فى مبايعته إياه حين بويع بيعة العامة بعد السقيفة أصح ولعل الزهرى أراد قعوده عنها بعد البيعة ثم نهوضه إليها ثانيا

و قیامه بو اجباتها و الله أعلم.[287]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس علیہما السلام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنی میراث کا مطالبہ کرنے آئے، یہ فدک کی زمین کا مطالبہ کر رہے تھے اور خیبر میں بھی اپنے حصہ کا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے' البتہ آل محمد ﷺ اسی مال سے کھاتی رہے گی اور میں اس طریقہ کار کو نہیں چھوڑوں گا جس پر میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی میں اس جائیداد کے بارے میں عمل کرتے دیکھا ہے راوی نے کہا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے خفا ہو گئیں اور ان سے ترک ملاقات کر لیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں دی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر لوگ بہت توجہ رکھتے رہے لیکن ان کی وفات کے بعد انھوں نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں۔ معمر نے کہا میں نے زہری سے کہا: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بعد کتنی دیر زندہ رہیں، زہری نے کہا چھ ماہ، ایک آدمی نے زہری سے کہا: سیدنا

---

[287] البیہقی ، احمد بن حسین ، السنن الکبری ، کتاب قسم الفیء والغنیمة ، باب بیان مصرف اربعة اخماس الفیء بعد رسول الله ج٦ ص ٤٨٩، رقم : ١٢٧٣٢

علی رضی اللہ عنہ نے (سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی) بیعت نہ کی تھی حتی کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں، زہری نے کہا: بنوہاشم میں سے کسی نے بیعت نہ کی۔ بخاری نے صحیح میں معمر کی سند سے دو طرق سے روایت کی ہے اور مسلم نے اسحاق بن راھویہ کی سند سے اور دوسرے نے عبدالرزاق کی سند سے روایت کی ہے ،اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کے بارے میں زہری کا قول منقطع ہے اور ابو سعید رضی اللہ عنہ کی حدیث ان سے بیعت کرنے کے بارے میں صحیح ہے جب انھوں نے سقیفہ کے بعد بیعت عامہ کی تھی شاید کہ امام زہری نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیعت سے رکے رہنے سے مراد ان کے بیعت کرنے کے بعد بیعت کے واجبات کی ادائیگی سے رکے رہنا لیا ہو (پھر چھ ماہ کے بعد) انھوں نے بیعت کے واجبات کو پورا کرنا شروع کیا۔

سنن بیہقی کی اس روایت میں معمر بن راشد نے قال کے ساتھ ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ ذکر کیے ہیں۔ اس روایت کی سند طویل ہے لیکن مرکزی سند (**عبدالرزاق عن معمر عن الزھری**) ایک ہی ہے۔ صحیح بخاری کی روایت کی سند میں امام عبدالرزاق نہیں ہیں باقی تمام روایات کی اسناد میں امام عبدالرزاق ہیں اور امام عبدالرزاق کی ہر روایت میں جہاں ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر ہے وہاں قال کا اضافہ ہے۔

صحیح بخاری کی جس روایت میں امام عبدالرزاق نہیں ہے اس روایت کا متن اور مسند احمد کی روایت (۹) کا متن ایک ہی ہے۔ یعنی اس مسئلہ میں امام زہری کے تلامذہ اور ان کے تلامذہ کے تلامذہ میں فقط امام عبدالرزاق اور معمر ہی واحد محدث ہیں جن کی روایات میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ قال کے ساتھ روایت کرنے میں اختلاف نہیں ہے۔

جہاں بھی یہ روایت صحیح بخاری کی روایت (۴۲۴۰-۴۲۴۱) کی طرح مفصلاً و کاملاً بیان ہوئی ہے اس میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ قال کے ساتھ بیان ہوئے ہیں یعنی معمر کی ایک روایت بھی ایسی نہیں جس میں یہ روایت مکمل بیان ہوئی ہو اور اس میں ناراضی و ترک ملاقات کا ذکر قال کے بغیر ہو۔

مزید یہ کہ اس روایت میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا ذکر بھی امام زہری ہی کر رہے ہیں۔ مزید امام بیہقی کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے متعلق قول، امام زہری کی وجہ سے منقطع ہے۔ اور امام صاحب نے بطور دلیل ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایات کا حوالہ دیا ہے۔ اس روایت میں اگر امام بیہقی کی نظر بقیہ الفاظ کی طرف نہیں گئی تو اس سے فرق نہیں پڑتا امام بیہقی نے بیعت سے متعلق الفاظ کو امام زہری کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور ہم نے بھی دلیل سے ہی ان تمام تر اقوال کو امام زہری کی طرف ہی منسوب کیا ہے۔

مصنف عبدالرزاق کی جس روایت میں قالت عائشہ کے الفاظ آئے ہیں وہ قال کے بعد آئے ہیں قرین قیاس یہی ہے کہ یہ راوی ہی ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے مزید گفتگو کر رہا ہے۔ کیونکہ قالت عائشہ سے پہلے قال ہے۔ مزید یہ کہ وہ تمام تر روایات جن میں قال کے بعد ناراضی کے الفاظ منقول ہیں اور اس کے بعد قالت عائشہ کے الفاظ منقول ہیں ان تمام تر روایات میں قالت عائشہ کے بعد ایک ہی جملہ روایات کیا گیا ہے (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر لوگ بہت توجہ رکھتے رہے لیکن ان کی وفات کے بعد انھوں نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں۔) اس جملہ کے فوراً بعد معمر کا بیان شروع ہو جاتا ہے۔

مسند ابی عوانہ اور مصنف عبد الرزاق میں قالت عائشہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے متعلق یہ بیان ہوا کہ انھوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک بیعت نہیں کی تھی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔

اس کے بعد معمر کی گفتگو کا آغاز ہوتا ہے کہ زہری سے کسی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے متعلق خلیفہ اول کی بیعت کا پوچھا۔ جبکہ سنن بیہقی میں اسی سند کے ساتھ قالت عائشہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے متعلق یہ بیان ہوا ہے کہ انھوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک بیعت نہیں کی تھی لیکن اس کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر نہیں ہوا۔ اس کے بعد معمر کی گفتگو شروع ہو جاتی ہے۔ سنن بیہقی میں معمر کی گفتگو کا آغاز ہی ان الفاظ سے ہوتا ہے "قال معمر قلت للزهري: كم مكثت فاطمة بعد النبي صلى الله عليه وسلم قال: ستة أشهر" یعنی سنن بیہقی میں معمر بن راشد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا ذکر امام زہری کی نسبت سے کر رہے ہیں۔

جبکہ مسند ابی عوانہ اور مصنف عبد الرزاق میں یہ جملہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے قالت عائشہ کے بعد روایت ہوا ہے۔ مزید قالت عائشہ اور اس کے بعد نقل شدہ الفاظ کی تردید (سیدہ عائشہ کی طرف منسوب ہونے کی تردید) امام بیہقی کے اس قول سے ہو جاتی ہے (اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنے کے بارے میں زہری کا قول منقطع ہے) جب اسی روایت میں قالت عائشہ کے بعد یہی الفاظ نقل ہو چکے ہیں۔

تو یہ کہنے کی کیا حاجت ہے کہ یہ زہری کا منقطع قول ہے اور ابو سعید کی حدیث صحیح ہے۔ امام بیہقی کے اس کلام سے یہ واضح ہے کہ اصلاً یہ امام زہری کے ہی الفاظ ہیں قالت عائشہ (اور عائشہ نے کہا) کہنے والے امام زہری ہی ہیں۔

کیونکہ اس سے پہلے قال گزر چکا ہے جو کہ امام زہری کے شاگرد رشید معمر بن راشد کے الفاظ ہیں یعنی ''قال''، معمر نے کہا ہے اور اس کے بعد اپنے شیخ کے الفاظ جو کہ ناراضی سے متعلق ہیں نقل کیے ہیں۔ اس کے بعد اسی تسلسل سے روایت جاری ہے درمیان میں قالت عائشہ آگیا، جو کہ منقطع قول ہے جیسا کہ امام بیہقی نے صراحت کی ہے۔

تاریخی طور پر یہ بات اثبت ہے کہ بنوہاشم نے ابتدائی دنوں میں ہی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی تھی تو یہ کیسے ممکن ہے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات سے بے خبر ہوں۔ ابو سعید خدری کی روایت اس بات پر شاہد ہے کہ وہ الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف غلطی سے منسوب کیے گئے ہیں۔ حدیث فدک کے ذیل میں یہ تمام تر الفاظ قال کے ساتھ ہی منقول ہے یہ دلیل اس لفظ (قالت عائشہ) کے مبنی بر خطا ہونے کے لیے کافی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

آٹھویں روایت:

أخبرنا محمد بن عمر حدثني معمر عن الزهري عن عرّوة عن عائشة قالت إن فاطمة بنت رسول الله أرسلت إلى أبي بكر تسأله ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما أفاء الله على رسوله وفاطمة حينئذ تطلب صدقة النبي التي بالمدينة وفدك وما بقي من خمس خيبر فقال أبو بكر إن رسول الله قال لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد في هذا المال وإني والله لا أغير شيئا من صدقات رسول الله عن حالها التي كانت عليها في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ولأعملن فيها بما عمل فيها رسول الله فأبى أبو بكر أن يدفع إلى فاطمة منها شيئا فوجدت فاطمة عليها السلام على أبي بكر فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت وعاشت بعد رسول الله ستة

أشهر[288]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (کسی کو) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، وہ ان سے اپنی میراث مانگ رہی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ترکہ میں سے جسے اللہ نے آپ کو مدینہ اور فدک میں اور خیبر کے خمس کے باقی ماندہ میں سے عطا کیا تھا، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اولاد اس مال سے صرف کھا سکتی ہے (یعنی کھانے کے بمقدار لے سکتی ہے)" اور میں قسم اللہ کی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صدقہ کی جو صورت حال تھی اس میں ذرا بھی تبدیلی نہ کروں گا، میں اس مال میں وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے تھے۔ پس سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس مال میں سے (بطور وراثت) کچھ دینے سے انکار کر دیا۔ پس سید فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں اور وفات تک ان سے بات نہیں کی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔

طبقات ابن سعد کی اس روایت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی قال کے بغیر منقول ہے لیکن یہ روایت محمد بن عمر کی وجہ سے نہایت کمزور ہے۔ محمد بن عمر کا پورا نام ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن واقدی الاسلمی ہے۔اس کو محدثین نے سخت ضعیف بلکہ متروک الحدیث

---

288 ابن سعد ، مُحمد بن سعد ، كتاب الطبقات الكبير ،في مغازى رسول اللهﷺو سراياه،ذكر ميراث رسول الله ﷺ ، وما ترک، مكتبة الخانجى ،با لقاهره ، ج٢ ص٢٧٣

قرار دیا ہے۔ لہذا معمر کی اس روایت سے یہ استدلال کرنا کہ اس روایت میں قال کے بغیر ناراضی کے الفاظ نقل ہوئے ہیں درست نہیں۔ علامہ ذہبی[289] نے محمد بن عمر الواقدی کے ترجمہ میں جرح و تعدیل کے علماء کی آرا نقل ہیں جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ شخص ضعیف، کذاب اور متروک الحدیث ہے۔

"قال أحمد بن حنبل: هو كذاب، يقلب الاحاديث، يلقى حديث ابن أخي الزهري على معمر و نحو ذا.[290]

"امام احمد بن حنبل کہتے ہیں: یہ کذاب ہے یہ احادیث کو الٹ پلٹ دیتا تھا یہ زہری کے بھتیجے کی نقل کردہ روایت کو معمر اور اُس جیسے افراد کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔"

وقال ابن معين: ليس بثقة وقال مرة: لا يكتب حديثه.[291]

یحیی بن معین کہتے ہیں: یہ ثقہ نہیں ہے۔ ایک مرتبہ انھوں نے یہ کہا ہے: اس کی حدیث کو تحریر نہیں کیا جائے گا۔

وقال البخاري وأبو حاتم: متروك.[292]

امام بخاری اور امام ابو حاتم کہتے ہیں: یہ متروک ہے۔

---

289 ذہبی ، محمد بن احمد ، میزان الاعتدال فی نقد الرجال ، دار الکتب العلمیة ، بیروت ، ۱۴۱۶ھ ، ج٦، ص ۲۷۳ ، رقم ۷۹۹۹

290 الرازی ، ابو حاتم کتاب الجرح و التعدیل ، احیاء التراث الاسلا می ، بیروت ، ج۸ ، ص۲۱ ، رقم ۹۲

عقیلی ، محمد بن عمرو بن موسی ،کتاب الضعفاء ،دار مجد اسلام ، القاهره ، ۱۴۲۹ھ ج۵ص ۳۴۶-۳۴۵

291 ایضا ، ج۵ص ۳۴۵

292 ایضا ، ج۵ص ۳۴۳

وقال أبو حاتم أيضا و النسائي: يضع الحديث.[293]

امام ابو حاتم نے یہ بھی کہا ہے اور امام نسائی نے بھی یہ کہا ہے: یہ حدیث ایجاد کرتا تھا۔

وقال الدار قطني: فيه ضعف.[294]

امام دار قطنی کہتے ہیں: اس میں ضعف پایا جاتا ہے۔

وقال ابن عدى: أحاديثه غير محفوظة و البلاء منه."[295]

ابن عدی کہتے ہیں: اس کی نقل کردہ روایات محفوظ نہیں ہیں اور خرابی کی جڑ یہی شخص ہے۔"

محمد بن عمر واقدی کا تفرد:

جرح و تعدیل کے ماہرین کے اقوال سے یہ بات واضح ہوئی کہ محمد بن عمر واقدی ضعیف، متروک الحدیث، اور حدیث گھڑنے والا شخص تھا۔ اگر واقدی سے متعلق ان اقوال سے صرف نظر کر لیا جائے تو پھر بھی اس کی اس روایت سے استدلال درست نہیں کیونکہ معمر بن راشد کے تمام تلامذہ میں سے کسی نے بھی ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ قال

---

293 النسائی ، احمد بن شعیب ، الضعفاء والمتروکین ، مؤسسة الکتب الثقافیة ، بیروت ، ۱۴۰۵ھ ، ص ۲۱۷ ، رقم : ۵۵۷
ابن الجوزی ، عبدالرحمن بن علی ، کتاب الضعفاء ا والمتروکین ، دار الکتب العلمیة ، بیروت ، ج ۳، ص۸۸-۸۷،رقم :۳۱۳۷

294 الدارقطنی ، علی بن عمر ، الضعفاء والمتروکون ، مکتبة المعارف ، الریاض ، ۱۴۰۴ھ ، ص ۳۴۷، رقم :۴۷۷

295 الجرجانی ، عبدالله بن عدی ، الکامل فی الضعفاء الرجال ، مکتبة الرشد ، ریاض ، ج ۹ ، ص ۳۲۵،رقم: ۱۷۲۵

کے بغیر ذکر نہیں کیے۔

محمد بن عمر واقدی نے اگر ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ قال کے بغیر ذکر کیے ہیں تو یہ محمد بن عمر واقدی کا تفرد ہے۔ معمر بن راشد کی ایک اور روایت بطریق عبدالرزاق " ترکۃ النبی للبغدای" میں بھی موجود ہے اس میں حدیث فدک کا بیان ناراضی اور ترک ملاقات کے بغیر ہے۔

نویں روایت:

حدثنا إبراهيم قال: ثنا أبي قال: ثنا محفوظ قال: ثنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة أن فاطمة و العباس أتيا أبا بكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلّى الله عليه و سلم و هما حينئذ يطلبان أرضه من فدك و سهمه من خيبر فقال لهما أبو بكر: سمعت رسول الله صلّى الله عليه و سلم يقول: لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل آل محمد في هذا المال و إني و الله لا أدع أمرا رأيت رسول الله صلّى الله عليه و سلم يصنعه إلا صنعته.[296]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس علیہما السلام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنی میراث کا مطالبہ کرنے آئے، یہ فدک کی زمین کا مطالبہ کر رہے تھے اور خیبر میں بھی اپنے حصہ کا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ نے خود ہی ارشاد فرمایا تھا کہ ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا' ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے' البتہ آل محمد ﷺ اسی

---

296 البغدادی، حماد بن اسحاق ، ترکۃ النبی ﷺ، والسبل التی وجهها فیہا ، دراسة و تحقیق : الدکتور اکرم ضیاء العمری ، ۱۴۰۴ھ ، ص۸۲

مال سے کھاتی رہے گی اور میں اس طریقہ کار کو نہیں چھوڑوں گا جس پر میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی میں اس جائیداد کے بارے میں عمل
کرتے دیکھا ہے۔
یہ روایت محفوظ بن ابی توبہ کی وجہ سے ضعیف ہے امام احمد ابن حنبل نے اس کی تضعیف کی
ہے۔[297]

دسویں روایت:

حدثنا أبو صالح الضراري قال حدثنا عبد الرزاق بن همام عن معمر
عن الزهري عن عروة عن عائشة أن فاطمة والعباس أتيا أبا بكر
يطلبان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه و سلم وهما حينئذ
يطلبان أرضه من فدك وسهمه من خيبر فقال لهما أبو بكر أما إني
سمعت رسول الله يقول لا نورث ما تركنا فهو صدقة إنما يأكل آل
محمد في هذا المال وإني والله لا أدع أمرا رأيت رسول الله يصنعه إلا
صنعته قال فهجرته فاطمة فلم تكلمه في ذلك حتى ماتت فدفنها
علي ليلا ولم يؤذن بها أبا بكر وكان لعلي وجه من الناس حياة فاطمة
فلما توفيت فاطمة انصرفت وجوه الناس عن علي فمكثت فاطمة
ستة أشهر بعد رسول الله صلى الله عليه و سلم ثم توفيت قال معمر
فقال رجل للزهري أفلم يبايعه علي ستة أشهر قال لا ولا أحد من بني
هاشم حتى بايعه علي فلما رأى علي انصراف وجوه الناس عنه ضرع
إلى مصالحة أبي بكر فارسل إلى أبي بكر أن ائتنا ولا يأتنا معك أحد
وكره أن يأتيه عمر لما علم من شدة عمر فقال عمر لا تأتهم وحدك
قال أبو بكر والله لآتينهم وحدي وما عسى أن يصنعوا بي قال فانطلق

---

297 ابن حنبل ، احمد بن محمد ، العلل والمعرفة ، ج۳، ص ۲۵۷، رقم : ۵۱۳۴

أبو بكر فدخل على علي وقد جمع بني هاشم عنده فقام علي فحمد الله وأثنى عليه بما هو أهله ثم قال أما بعد فإنه لم يمنعنا من أن نبايعك يا أبا بكر إنكار لفضيلتك ولا نفاسة عليك بخير ساقه الله إليك ولكنا كنا نرى أن لنا في هذا الأمر حقا فاستبددتم به علينا ثم ذكر قرابته من رسول الله صلى الله عليه وسلم وحقهم فلم يزل علي يقول ذلك حتى بكى أبو بكر فلما صمت علي تشهد أبو بكر فحمد الله وأثنى عليه بما هو أهله ثم قال أما بعد فوالله لقرابة رسول الله أحب إلي أن أصل من قرابتي وإني والله ما ألوت في هذه الأموال التي كانت بيني وبينكم غير الخير ولكني سمعت رسول الله يقول لا نورث ما تركنا فهو صدقة إنما يأكل آل محمد في هذا المال وإني أعوذ بالله لا أذكر أمرا صنعه محمد رسول الله اعتذر ثم قام علي فعظم من حق أبي بكر وذكر فضيلته وسابقته ثم مضى إلى أبي بكر فبايعه قالت فأقبل الناس إلى علي فقالوا أصبت وأحسنت قالت فكان الناس قريبا إلى علي حين قارب الحق والمعروف[298]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس علیہما السلام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنی میراث کا مطالبہ کرنے آئے، یہ فدک کی زمین کا مطالبہ کر رہے تھے اور خیبر میں بھی اپنے حصہ کا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے، بلاشبہ آل محمد ﷺ اسی مال میں سے اپنا خرچ پورا کرے گی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا،

298 الطبری ،محمد ابن جریر ، تاریخ الامم والملوک ، حدیث السقیفة، السنة الحادیة عشرة، دارالمعارف ، القاهرة ،ج٣،ص٢٠٧-٢٠٩-٢٠٨

واللہ ، میں کوئی ایسی بات نہیں ہونے دوں گا ، بلکہ جسے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہو گا وہ میں بھی کروں گا۔ راوی نے کہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے خفا ہو گئیں اور ان سے ترک ملاقات کر لیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی، جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر سیدنا علی رضی اللہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں دی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر لوگ بہت توجہ رکھتے رہے لیکن ان کی وفات کے بعد انھوں نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں۔ معمر نے کہا: کسی نے زہری سے کہا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی؟ زہری نے کہا بنو ہاشم میں سے کسی نے یہاں تک کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت نہیں کی۔ پس سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں اس وقت انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہا۔ پھر انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور کہلا بھیجا کہ آپ صرف تنہا آئیں اور کسی کو اپنے ساتھ نہ لائیں ان کو یہ منظور نہ تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ آئیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ تنہا ان کے پاس نہ جائیں۔ انہیں ان کی مزاج کی شدت کا علم تھا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں وہ میرے ساتھ کیا کریں گے میں تو اللہ کی قسم! ضرور ان کی پاس جاؤں گا۔ آخر آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ

کے یہاں گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ نے اللہ کو گواہ کیا' اس کے بعد فرمایا ہمیں آپ کے فضل و کمال اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے' سب کا ہمیں اقرار ہے جو خیر و امتیاز آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ہم نے اس میں کوئی ریس بھی نہیں کی لیکن آپ نے ہمارے ساتھ زیادتی کی (کہ خلافت کے معاملہ میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت کی وجہ سے اپنا حق سمجھتے تھے (کہ آپ ہم سے مشورہ کرتے) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ان باتوں سے گریہ طاری ہو گئی اور جب بات کرنے کے قابل ہوئے تو فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن میرے اور لوگوں کے درمیان ان اموال کے سلسلے میں جو اختلاف ہوا ہے تو میں اس میں حق اور خیر سے نہیں ہٹا ہوں لیکن میں نے رسول اللہ سے سنا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، البتہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اولاد اس مال سے صرف کھا سکتی ہے اور اس سلسلہ میں جو راستہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھا خود میں نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دوپہر کے بعد میں آپ سے بیعت کروں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر آئے اور خطبہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے معاملے کا اور ان کے اب تک بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور وہ عذر بھی بیان کیا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا پھر سیدنا علیؑ نے استغفار اور شہادت کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حق اور ان کی بزرگی بیان کی اور

فرمایا کہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے اس کا باعث سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے حسد نہیں تھا اور نہ ان کے فضل و کمال کا انکار مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت فرمایا یہ بات ضرور تھی کہ ہم اس معاملہ خلافت میں اپنا حق سمجھتے تھے (کہ ہم سے مشورہ لیا جاتا) ہمارے ساتھ یہی زیادتی ہوئی تھی جس سے ہمیں رنج پہنچا۔ مسلمان اس واقعہ پر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔ اس نے کہا (عائشہ) جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں یہ مناسب راستہ اختیار کر لیا تو مسلمان ان سے خوش ہو گئے اور علی رضی اللہ عنہ سے اور زیادہ محبت کرنے لگے جب دیکھا کہ انھوں نے اچھی بات اختیار کر لی ہے۔

تاریخ طبری کی اس روایت میں بھی ترک ملاقات کا ذکر قال کے اضافے کے ساتھ ہے اس روایت پر غور کریں تو اس روایت کو معمر سے عبدالرزاق نے روایت کیا اور عبدالرزاق سے ابو صالح الضراری نے روایت کیا۔ اور حدیث فدک بیان کرتے ہوئے ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ نقل کرتے ہوئے قال کا اضافہ کیا جس سے یہ واضح ہے کہ معمر کی تمام تر روایات میں ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ قال کے اضافے کے ساتھ روایت ہوئے ہیں، یہاں یہ بات بھی واضح ہے کہ امام عبدالرزاق کے تلامذہ بھی مدرج الفاظ کو قال کے اضافے کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔

یعنی معمر کی مرویات میں ان الفاظ کو راوی (امام زہری) کی طرف منسوب کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مزید یہ کہ اس روایت میں قال کے بعد ترک ملاقات کا ذکر ہے ۔ اس کے بعد مسند ابی عونہ، مصنف عبدالرزاق اور سنن بیہقی کی روایت کی طرح اس روایت میں قال کے بعد قالت عائشہ کے الفاظ نہیں ہیں اور بقیہ روایات میں جو الفاظ قالت عائشہ کہہ کر بیان کیے گئے تھے اس روایت میں قال کہہ کر بیان کئے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ روایت

بھی امام عبدالرزاق سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابو صالح الضراری نے اس روایت کو امام عبدالرزاق سے ان الفاظ (قالت عائشہ) سے نقل نہیں کیا۔ مسند ابی عوانہ، مصنف عبدالرزاق اور سنن بیہقی میں بطریق عبدلرازاق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے جو الفاظ منقول ہیں وہ ابو صالح کی اس روایت میں امام زہری کی نسبت سے بیان ہوئے ہیں۔

یعنی اس روایت کے مطابق امام زہری ہی کہہ رہے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد لوگوں کی نظریں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پھری ہوئی ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ مزید یہ کہ اس روایت کے آخر میں قالت کے الفاظ کے ساتھ عام مسلمانوں کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح و دوستی کا ذکر ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو لوگ ان سے خوش ہو گئے۔ تاریخ طبری میں ابو صالح نے امام عبدالرزاق کی روایت میں فقط یہی الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے بیان کیے ہیں۔

متن کے درمیان میں قال کے ساتھ ناراضی کے ذکر کے بعد قالت عائشہ یا فقط قالت کے الفاظ ابو صالح نے امام عبدالرزاق سے نقل نہیں کیے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصلاً قالت عائشہ کے الفاظ ادراج زہری میں سے ہی ہیں۔ کیونکہ امام احمد جو کہ امام عبدالرزاق کے اوثق تلامذہ میں سے ہیں انھوں نے جب اپنی مسند میں (۹) اس روایت کو بطریق عبدالرزاق نقل کیا تو ادراج زہری کے بغیر نقل کیا یعنی امام عبدالرزاق نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو (رأیت رسول اللہ یصنعہ إلا صنعتہ) کے بعد مدرج الفاظ حذف کر دیے۔ امام احمد کا فہم اصح ہے اور بقیہ ثقات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ امام احمد کی طرح امام عبدالرزاق کے ایک اور شاگرد " ابراہیم بن محمد بن عرعرۃ " بھی اسی روایت کو مدرج الفاظ کے بغیر روایت کر رہے ہیں۔

گیارہویں روایت:

حدثنا احمد بن علي قال حدثنا ابراهيم بن عرعرة قال حدثنا عبد الرزاق قال حدثنا معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله عنها قالت قال ابو بكر رضي الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه و سلم لا نورث ما تركنا صدقة[299]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ: ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہے۔

اس روایت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوال کا ذکر نہیں ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مسئلہ فدک سے متعلق خلیفہ اول سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی کثیر ثقات سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے فدک کا مطالبہ ثابت شدہ ہے اس روایت سے فقط یہ اخذ کرنا مقصود ہے کہ اس روایت میں ابراہیم بن محمد بن عرعرہ نے مدرج الفاظ کا قطعاً ذکر نہیں کیا۔

یعنی امام احمد کی روایت اور ابن عرعرہ کی روایت سے امام عبدالرزاق کے تلامذہ کے مابین جو الجھن تھی وہ حل ہوگئی کہ قالت عائشہ سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ یہ سیدہ عائشہ ہی کہہ رہی ہیں سوال یہ ہے کہ قالت کا قائل یعنی کہنے والا کون ہے اگر تو عروہ ابن زبیر ہے تو اس کی صراحت روایت میں کہیں موجود نہیں کیونکہ قالت جہاں بھی آیا ہے قال کے بعد آیا ہے۔ یعنی معمر نے قال کہہ کر تصریح فرمادی کہ زہری فرماتے ہیں مزید فرمایا

---

299 المروزی ، احمد بن علی، مسند ابی بکر صدیق ؓ باب عائشة عن ابيها ابی بکرؓ، المكتب الاسلامی ، بيروت ، ١٤٠٦ھ، ص٧٢-٧٣،رقم:٣٦

قالت عائشہ یہ اسی قال کے ذیل میں قالت عائشہ آیا ہے یعنی زہری فرماتے ہیں کہ عائشہ نے کہااور یہ امام زہری کاارسال ہے جو کہ ناقابل احتجاج ہے۔

معمر بن راشد کی روایت میں قالت کے الفاظ:

معمر بن راشد نے امام زہری سے ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ نقل کرتے ہوئے ہر روایت میں قال کا اضافہ کیا ہے یعنی اس مرد نے کہا کہ فاطمہ ناراض ہو گئیں اور تادم وصال ابو بکر سے گفتگو نہیں کی۔ معمر بن راشد کی ایک روایت مسند ابی بکر صدیق للمروزی میں بطریق عبدالرزاق منقول ہے جس میں قال کی بجائے قالت کے الفاظ منقول ہیں۔ بعض اہل علم اس روایت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس روایت میں قال کی بجائے قالت آیا ہے لہذا یہ سیدہ عائشہ ہی کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ اس روایت پر اگر غور کریں تو اس روایت کے متن میں ''قالت'' کے الفاظ راوی سے سہواً نقل ہوئے ہیں۔

بارہویں روایت:

حدثنا احمد بن علي قال حدثنا ابو بكر بن زنجويه قال حدثنا عبد الرزاق قال أرنا معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة أن فاطمة و العباس أتيا أبا بكر رضي الله عنهما يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه و سلم وهما حينئذ يطلبان أرضه من فدك وسهمه من خيبر فقال لهما أبو بكر سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول لا نورث ما تركنا صدقة إنما يأكل ال محمد صلى الله عليه و سلم في هذا المال واني والله لا ادع امرا رأيت رسول الله صلى الله عليه و سلم يصنعه فيه إلا صنعته قالت فهجرته فاطمة فلم تكلمه في ذلك حتى ماتت فدفنها علي رضي الله عنه ليلا ولم يؤذن بها ابو بكر

قالت فكان لعلي رضي الله وجه من الناس حياة فاطمة رضي الله عنها فلما توفيت فاطمة انصرفت وجوه الناس عن علي فمكثت فاطمة ستة اشهر بعد رسول الله صلى الله عليه و سلم ثم توفيت قال معمر فقال رجل للزهري رحمه الله فلم يبايعه ستة اشهر قال لا و لا أحد من بني هاشم حتى بايعه علي قال فلما رأى علي انصراف وجوه الناس عنه ضرع إلى مصالحة ابي بكر فأرسل إلى بكر رضي الله عنه ائتنا و لا تأتنا بأحد معك وكره أن يأتيه عمر لما علم من شدة عمر فقال عمر لا تأتهم وحدك فقال ابو بكر و الله لاتينهم وحدي و ما عسى أن يصنعوا بي فأنطلق ابو بكر فدخل على علي رضي الله عنه و قد جمع بني هاشم عنده فقام علي فحمد الله و اثنى عليه بما هو اهله ثم قال أما بعد فإنه لم يمنعنا أن نبايعك يا ابا بكر انكارا لفضيلتك و لا نفاسة عليك لخير ساقه الله اليك و لكنا كنا نرى ان لنا في هذا الامر حقا فاستبددتم علينا ثم ذكر قرابته من رسول الله صلى الله عليه و سلم و حقهم فلم يزل يذكر ذلك حتى بكى ابو بكر فلما صمت علي تشهد أبو بكر فحمد الله و أثنى عليه بما هو أهله ثم قال أما بعد فو الله لقرابة رسول الله صلى الله عليه و سلم أحب إلي أن اصل من قرابتي و اني و الله ما الوت في هذه الامور التي كانت بيني وبينكم عن الخير ولكني سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول لا نورث ما تركنا صدقة انما يأكل ال محمد في هذا المال و اني و الله لا اذكر امرا صنعه فيه الا صنعته إن شاء الله ثم قال علي رضي الله عنه موعدك العشية للبيعة فلما صلى أبو بكر رضي الله عنه الظهر أقبل على الناس ثم عذر عليا رضي الله عنه ببعض ما اعتذر به ثم قام علي فذكر من حق ابي بكر رضي الله عنهما و ذكر فضيلته و سابقته ثم مضى الى ابي بكر فبايعه

قال فأقبل الناس الی علي فقالو أصبت و احسنت[300]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس علیہما السلام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنی میراث کا مطالبہ کرنے آئے، یہ فدک کی زمین کا مطالبہ کر رہے تھے اور خیبر میں بھی اپنے حصہ کا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے، بلاشبہ آل محمد ﷺ اسی مال میں سے اپنا خرچ پورا کرے گی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ، میں کوئی ایسی بات نہیں ہونے دوں گا، بلکہ جسے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہو گا وہ میں بھی کروں گا۔ اس (عائشہ) نے کہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے خفا ہو گئیں اور ان سے ترک ملاقات کر لیا اور اس کے بعد وفات تک ان سے کوئی گفتگو نہیں کی، جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر سیدنا علی رضی اللہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر نہیں دی۔ عائشہ نے کہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر لوگ بہت توجہ رکھتے رہے لیکن ان کی وفات کے بعد انھوں نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے بعد چھ مہینے تک زندہ رہیں۔ معمر نے کہا: کسی نے زہری سے کہا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی؟ زہری نے کہا بنو ہاشم میں سے کسی نے یہاں تک کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ

---

300 المروزی ، احمد بن علی، مسند ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ باب عائشة عن ابیها ابی بکر رضی اللہ عنہ، المکتب الاسلامی ، بیروت ، ۱۴۰۶ھ، ص۷۴،رقم:۳۸

نے بھی بیعت نہیں کی۔ پس سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں اس وقت انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہا۔ پھر انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور کہلا بھیجا کہ آپ صرف تنہا آئیں اور کسی کو اپنے ساتھ نہ لائیں ان کو یہ منظور نہ تھا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ آئیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ کی قسم! آپ تنہا ان کے پاس نہ جائیں۔ انہیں ان کی مزاج کی شدت کا علم تھا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں وہ میرے ساتھ کیا کریں گے میں تو اللہ کی قسم! ضرور ان کی پاس جاؤں گا۔ آخر آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے۔ سیدنا علی رضی اللہ نے اللہ کو گواہ کیا' اس کے بعد فرمایا ہمیں آپ کے فضل و کمال اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا ہے' سب کا ہمیں اقرار ہے جو خیر و امتیاز آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا تھا ہم نے اس میں کوئی ریس بھی نہیں کی لیکن آپ نے ہمارے ساتھ زیادتی کی (کہ خلافت کے معاملہ میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی قرابت کی وجہ سے اپنا حق سمجھتے تھے (کہ آپ ہم سے مشورہ کرتے) سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ان باتوں سے گریہ طاری ہو گئی اور جب بات کرنے کے قابل ہوئے تو فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کے ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن میرے اور لوگوں کے درمیان ان اموال کے سلسلے میں جو اختلاف ہوا ہے تو میں اس میں حق اور خیر سے نہیں ہٹا ہوں لیکن میں نے رسول اللہ سے سنا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے

ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، البتہ محمد ﷺ کی آل اولاد اس مال سے صرف کھا سکتی ہے اور اس سلسلہ میں جو راستہ میں نے نبی کریم ﷺ کا دیکھا خود میں نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دوپہر کے بعد میں آپ سے بیعت کروں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر آئے اور خطبہ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے معاملے کا اور ان کے اب تک بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور وہ عذر بھی بیان کیا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا پھر سیدنا علیؑ نے استغفار اور شہادت کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حق اور ان کی بزرگی بیان کی اور فرمایا کہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے اس کا باعث سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے حسد نہیں تھا اور نہ ان کے فضل و کمال کا انکار مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت فرمایا یہ بات ضرور تھی کہ ہم اس معاملہ خلافت میں اپنا حق سمجھتے تھے (کہ ہم سے مشورہ لیا جاتا) ہمارے ساتھ یہی زیادتی ہوئی تھی جس سے ہمیں رنج پہنچا۔ مسلمان اس واقعہ پر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔ اس نے کہا (زہری) جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں یہ مناسب راستہ اختیار کر لیا تو مسلمان ان سے خوش ہو گئے اور علی رضی اللہ عنہ سے اور زیادہ محبت کرنے لگے جب دیکھا کہ انھوں نے اچھی بات اختیار کر لی ہے۔

یہ روایت صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن بیہقی، مصنف عبدالرزاق، مسند ابی عوانہ، تاریخ طبری میں مفصلا و کاملاً موجود ہے۔ ان میں معمر بن راشد سے ناراضی اور ترک ملاقات کے الفاظ لفظ قال کے ساتھ روایت ہوئے ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں امام

عبدالرزاق بن ہمام ہیں جو کہ معمر سے اس روایت کو نقل کررہے ہیں۔ امام عبدالرزاق بن ہمام نے جب اپنی کتاب "المصنف" میں معمر سے اسی روایت کو نقل کیا تو اسی طرح نقل کیا جس طرح معمر نے نقل کیا۔ یعنی ترک ملاقات کے الفاظ قال کے اضافے کے ساتھ بیان کیے جبکہ مسند ابی بکر صدیق للمروزی میں حدیث فدک بیان کرتے ہوئے ترک ملاقات کے الفاظ کے ساتھ قال کی بجائے قالت کا اضافہ کردیا۔ بظاہر متن میں اضطراب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس روایت کی سند میں موجود ایک راوی سے متعلق جرح و تعدیل کے علماء کی آرا سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس روایت کے متن میں شدید سقم موجود ہے۔ یعنی قال کو قالت بنادینے میں کسی راوی سے خطا ہوئی ہے۔

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ معمر نے قال کہہ کر امام زہری کے ادراج شدہ الفاظ کا تعین فرمایا ہے۔ معمر سے امام عبدالرزاق نے جب اس روایت کو المصنف میں نقل کیا تو انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا۔ لیکن مسند ابی بکر للمروزی میں امام عبدالرزاق سے اس روایت کو ابو بکر بن زنجویہ نے روایت کیا ہے لہذا سہو اس روایت میں ابو بکر بن زنجویہ سے ہوا ہے۔ کیونکہ امام عبدالرزاق اپنی کتاب میں ناراضی کے الفاظ قال کے اضافے کے ساتھ نقل فرمارہے ہیں۔ لہذا مصنف عبدالرزاق کی روایات معتبر ہے۔ امام بخاری نے اسی حوالے سے امام عبدالرزاق کی مرویات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"ماحدث من كتابه فهو أصح"[301]

"جو حدیث (امام عبدالرزاق) اپنی کتاب سے نقل کریں گے وہ زیادہ مستند ہوگی"

---

[301] بخاری ، محمد بن اسماعیل ، التاریخ الکبیر ، بابب عبد الرزاق ، ج ٦ ، ص ١٣٠ ، رقم : ١٩٣٣

امام بخاری کے اس قول سے یہ بات واضح ہے مصنف عبد الرزاق کی روایت ہی معتبر ہے لہذا یہ بات واضح ہے کہ اس روایت میں ابو بکر بن زنجویہ کو امام عبد الرزاق سے روایت سننے میں خطا ہوئی ہے۔ ابو بکر بن زنجویہ (ان کا پورا نام محمد بن عبد الملک بن زنجویہ ہے) ثقہ و صدوق راوی ہیں لیکن ابن حجر عسقلانی ان سے متعلق یہی فرماتے ہیں کہ یہ اکثر غلطی کر جاتے ہیں۔

"قلت و قال مسلمة ثقة كثير الخطأ"[302]

"میں کہتا ہوں اور مسلمہ نے بھی کہا کہ یہ ثقہ ہیں لیکن بہت زیادہ غلطیاں کرتے ہیں"

لہذا یہ بات مسلمہ ہے کہ مسند ابی بکر صدیق للمروزی میں قالت کے الفاظ محمد بن عبد الملک بن زنجویہ سے سہواً نقل ہوئے ہیں۔ معمر بن راشد کی کسی روایت میں ناراضی و ترک ملاقات کے الفاظ لفظ قال کے بغیر نقل نہیں ہوئے یہ امام زہری کے تلامذہ میں سے واحد ایسے تلمیذ رشید ہیں کہ جنہوں نے حدیث فدک میں موجود امام زہری کے ذاتی الفاظ سے متعلق ہر خاص و عام کو قال کہہ کر مطلع فرمادیا۔

اور اس مسئلہ میں معمر منفرد نہیں ہیں معمر کے علاوہ امام زہری کے بقیہ تلامذہ بھی امام زہری کی ذاتی الفاظ کو قال کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کسی نے وفات فاطمہ رضی اللہ عنہا سے متعلق قول کو قال کے ساتھ بیان کیا، کسی نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے یہ قول (ابو بکر نے فاطمہ کو اس مال میں سے کچھ دینے سے انکار کر دیا) قال کے ساتھ نقل کیا اور کسی نے ترک ملاقات اور لا تعلقی کو قال کے ساتھ بیان کیا۔ القصہ مختصر تمام تلامذہ حدیث فدک کے ذیل میں کسی نہ کسی طرح مدرج الفاظ قال کے

---

302 البخاری ، محمدبن اسماعیل ، التاریخ الکبیر ، باب عبدالرزاق ،ج٦، ص ١٣٠، رقم : ١٩٣٣

ساتھ بیان کر رہے ہیں مزید معمر بن راشد کی مرویات نے مہر ثبت کر دی کہ یہ سب الفاظ امام زہری کے ہیں۔

لہذا ابو بکر المروزی کی جس روایت میں قالت کے الفاظ نقل ہوئے ہیں وہ کسی صورت قابل احتجاج نہیں کیونکہ یہ الفاظ محمد بن عبد الملک بن زنجویہ کی خطا ہے۔ مزید یہ کہ محمد بن عبد الملک بن زنجویہ کی تائید کسی ثقہ راوی نے نہیں کی امام عبد الرزاق کے تلامذہ میں امام احمد، ابو صالح، احمد بن منصور، ان الفاظ کو قال کے ساتھ ہی بیان کر رہے ہیں حتی کہ امام عبد الرزاق المصنف میں بھی ان الفاظ کو قال کے ساتھ ہی بیان کر رہے ہیں۔

اس روایت پر غور کریں تو یہ بات قارئین پر واضح ہو گی کہ روایت کہ آخر میں قال کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں کے رویے کا ذکر ہے جبکہ مسند ابی عوانہ، مصنف عبد الرزاق اور تاریخ طبری میں یہ الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے بیان ہوئے ہیں۔ ان الفاظ کی اس طرح متن میں آمیزش راویان کے تصرفات ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

معمر بن راشد کی روایت اصح:

جیسا کہ ہم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی سے متعلق امام زہری کی ذاتی رائے کے ثبوت کے لیے ان کے تمام تر تلامذہ کی مرویات کا دقت نظر سے جائزہ لیا۔ تمام تلامذہ نے حدیث فدک کے ذیل میں مدرج الفاظ کو قال کے ساتھ روایت کیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ معمر بن راشد کی ہر روایت میں یہ الفاظ قال کے ساتھ منقول ہیں جبکہ باقی تلامذہ کی مرویات میں بعض جگہ قال کا اضافہ ملتا ہے اور بعض جگہ نہیں ملتا۔

امام زہری کے تلامذہ میں معمر کے علاوہ قال کے لفظ کو نقل کرنے میں اختلاف کی وجہ ان کی صواب دید ہے یعنی یہ شاگرد کی صوابدید پر ہے کہ وہ استاد کے ذاتی الفاظ قال کہہ کر بیان کرے یا قال کے بغیر بیان کرے۔

امام زہری کے تلامذہ کے اس اختلاف کو معمر بن راشد نے رفع کیا ہے۔ معمر بن راشد کی روایت اس مسئلہ میں فیصلہ کن ہے۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک امام زہری کے تلامذہ میں سے معمر بن راشد زیادہ معتمد شاگرد ہیں۔

ابو اسحاق ابراہیم بن عبداللہ الختلی بیان فرماتے ہیں

"سئل يحيى بن معين وأنا أسمع، من أثبت من روى عن الزهري؟ فقال: مالك بن أنس ثم معمر ثم عقيل ثم يونس ثم شعيب والأوزاعي والزبيدي وسفيان بن عيينة وكل هؤلاء ثقات"[303]

"یحیی بن معین سے پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ زہری سے حدیث روایت کرنے میں کون زیادہ قابل اعتماد ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ مالک بن انس پھر معمر پھر عقیل پھر یونس پھر شعیب اور اوزاعی اور زبیدی اور سفیان بن عیینہ اور یہ سب ثقہ ہیں"

ابن رجب حنبلی شرح علل ترمذی میں بیان کرتے ہیں

---

303 الختلی ، ابراہیم بن عبداللہ ، سؤالات ابن الجنید لیحیی بن معین مکتبة الدار بالمدینة المنورة ،۱۴۰۸ھ ، ، ص ۳۰۸، رقم : ۱۴۷
ذہبی ، محمد بن احمد ، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام ، دار الکتاب العربی ، بیروت ، ۱۴۱۱ھ ، ج ۹ ، ص ۶۲۹
ابن عساکر ،علی بن الحسن ، تاریخ مدینة دمشق ، دار الفکر ، بیروت ، ۱۴۱۸ھ ، ج ۵۹، ص ۴۱۰

”وقال : معمر أحبهم إليّ و أحسنهم حديثاً و أصح يعني أصحاب الزهری“[304]

” امام احمد فرماتے ہیں معمر مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور امام زہری کے اصحاب میں سے حدیث میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ مستند ہیں “

یعقوب بن سفیان ”کتاب المعرفة والتاريخ“ میں بیان فرماتے ہیں

”قال أبو طالب: قال أبو عبدالله: و معمر أثبت من سفيان.“[305]

”ابو طالب نے کہا: ابو عبد اللہ نے کہا اور معمر سفیان سے زیادہ قابل اعتماد ہیں“

ان اقوال سے یہ بات اثبت ہے کہ امام زہری کے تلامذہ میں سے معمر بن راشد زیادہ قابل اعتماد ہیں لہذا ان کی نقل کردہ روایات اصح ہیں۔ مزید ایک بات اس حوالے سے ضروری ہے اور وہ یہ کہ اگر ان الفاظ کو درست مان لیا جائے تو معمر نے ایک جگہ ان الفاظ کی وضاحت بھی کی ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے موت تک بات نہ کرنے سے مراد کیا ہے۔ لیکن معمر اس وضاحت کو بھی امام زہری ہی کی نسبت سے قال کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔

تیرہویں روایت:

حدثنا إسحاق بن إدريس قال، حدثنا محمد بن ثور، عن معمر، عن الزهري، عن عُروَة، عن عائشة رضي الله عنها: أَن فاطمة و العباس

---

304 ابن رجب الحنبلی ، عبدالرحمن بن احمد ، شرح علل الترمذی ، دارالسلام ،القاهره ،۱۴۳۷ھ ، ج ۱ ص ۱۸۳

305 البسوی ، يعقوب بن سفيان ، كتاب المعرفة والتاريخ ، مكتبة الدار بالمدينة المنورة ، ۱۴۱۰ھ ، ج ۲ ، ص ۲۰۱

رضي الله عنهما أَتيا أَبا بكر رضي الله عنه، يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم، وهما حينئذ يطلبان أَرضه من فَدَك وسهمه من خيبر فقال لهما أَبو بكر رضي الله عنه: إِني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا نُورث، ما تركنا صدقة، إِنما يأكُل آل محمد من هذا المال، وإِني والله لا أُغيِّر أَمرًا رأَيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنعه إِلا صنعته. قال: فهجرَتْهُ فاطمة رضي الله عنها، فلم تكلمه في ذلك المال حتى ماتت.[306]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس علیہما السلام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنی میراث کا مطالبہ کرنے آئے، یہ فدک کی زمین کا مطالبہ کر رہے تھے اور خیبر میں بھی اپنے حصہ کا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے، بلاشبہ آل محمد ﷺ اسی مال میں سے اپنا خرچ پورا کرے گی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ، میں کوئی ایسی بات نہیں ہونے دوں گا، بلکہ جسے میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہو گا وہ میں بھی کروں گا۔ اس (زہری) نے کہا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور وفات تک ان سے اس مال سے متعلق گفتگو نہیں کی۔

معترضین اگر قال کے لفظ کو نظر انداز کر کے ان الفاظ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے ہی قبول کرنے پر بضد ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ اس روایت میں قال کے بعد منقول الفاظ

---

306 تاریخ المدينة لابن شبة ،ذكر فاطمة و العباس و على رضى الله عنهم و طلب ميراثهم من تركة النبى ﷺ

کو بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے ہی قبول فرمالیں۔

ایک اہم نکتہ :

بعض اہل علم ادراج زہری کی عدم قبولیت کے حوالے سے یہ دلیل دیتے ہیں کہ ماضی میں کسی محدث نے ان الفاظ کو ادارج زہری میں شمار نہیں کیا، یہ فقط اہلسنت منابع سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور کچھ نہیں حالانکہ امام حمیدی جو کہ پانچویں صدی ہجری کے محدث ہیں انھوں نے اپنی کتاب ''**الجمع بين الصحيحين**'' میں ان الفاظ کو راوی کی طرف منسوب کیا ہے۔

اور جس انداز میں موصوف نے ان الفاظ کی نسبت راوی کی طرف کی ہے اس سے یہ واضح ہے کہ وہ امام زہری کے تلامذہ ہی کی بات کر رہے ہیں۔اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہ الفاظ امام حمیدی کے نزدیک امام زہری کے ہی ہیں۔

> ''زاد في رواية صالح بن كيسان إني أخشى إن تركت شيئاً من أمره أن أزيغ قال وأما صدقته بالمدينة فدفعها عمر إلى علي وعباس فغلبه عليها علي وأما خيبر وفدك فأمسكهما عمر وقال هما صدقة رسول الله {صلى الله عليه وسلم} كانتا لحقوقه التي تعروه ونوائبه وأمرهما إلى من ولي الأمر قال فهما على ذلك إلى اليوم قال غير صالح في روايته في حديث أبي بكر فهجرته فاطمة فلم تكلمه في ذلك حتى ماتت فدفنها علي ليلاً ولم يؤذن بها أبا بكر قال فكان لعلي وجهٌ من الناس حياة فاطمة فلما توفيت فاطمة انصرفت وجوه الناس عن علي ومكثت فاطمة بعد رسول الله {صلى الله عليه وسلم} ستة أشهر

ثم توفیت''[307]

''صالح بن کیسان کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ '' میں ڈرتا ہوں کہ آپؐ کے کسی حکم کو چھوڑ کر گمراہ نہ ہو جاؤں، اس نے کہا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ کا جو صدقہ تھا وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو (اپنے عہد خلافت میں) دے دیا البتہ خیبر اور فدک کی جائیداد کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے روک رکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ ہیں اور ان حقوق کے لئے جو وقتی طور پر پیش آتے یا وقتی حادثات کے لئے رکھی تھیں۔ یہ جائیداد اس شخص کے اختیار میں رہیں گی جو خلیفہ وقت ہو۔ راوی نے کہا، چنانچہ ان دونوں جائدادوں کا انتظام آج تک (بذریعہ حکومت) اسی طرح ہوتا چلا آتا ہے۔ صالح کے علاوہ کسی اور نے اپنی راویت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں فرمایا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور وفات تک ان سے بات نہیں کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے انھیں رات میں دفن کیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہیں کی۔ اس نے کہا: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر لوگ بہت توجہ رکھتے رہے لیکن ان کی وفات کے بعد انھوں نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں پھر ان کی وفات ہو گئی''

---

[307] الحمیدی ، محمد بن فتوح ، الجمع بین الصحیحین ، القسم الاول ،مسانید العشرة،مسند ابی بکر صدیق ؓ دار ابن حزم ، بیروت ،ج ۱ ،ص۸۷-۸۶-۸۵، رقم : ٦

امام حمیدی کے تبصرہ پر غور کریں تو قارئین پر یہ بات بخوبی واضح ہو جائے گی کہ یہ امام زہری کے شاگرد نے قال کہہ کر اپنے شیخ کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ امام حمیدی نے صالح بن کیسان کی روایت پر تبصرہ فرمایا کہ اس کی روایت میں یہ اضافہ ہے اس کے بعد فرمایا کہ صالح کے علاوہ کسی اور نے یہ کہا: **فهجرته فاطمة فلم تكلمه في ذلك حتى ماتت فدفنها علي ليلاً**۔ ان الفاظ سے یہ واضح ہے کہ وہ صالح کا حوالہ دے کر پھر یہ کہہ کر کہ صالح کے علاوہ کسی اور نے یہ کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ امام زہری کے کسی شاگرد کی بات کر رہے ہیں جو صالح کے علاوہ ہے۔ لہذا ان لوگوں کا یہ اعتراض کہ ماضی میں کسی نے اس کو ادراج زہری میں شمار نہیں کیا سراسر باطل ہے۔ امام حمیدی نے آج سے کم و بیش نو سو سال پہلے اس مسئلہ کی وضاحت فرمادی تھی۔

مزید اس اقتباس میں وہی الفاظ قال کے ساتھ نقل ہوئے ہیں جو بقیہ روایات میں متن کے درمیان میں قال کے بعد قالت عائشہ کے ساتھ بیان کیے گئے تھے۔ اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہوا کہ اصلاً قال ہی ہے اور اس کے بعد قالت عائشہ ہے۔ جو کہ امام زہری کا ارسال ہے۔ مزید یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ معمر بن راشد کی روایت میں جہاں قال کے بعد قالت کے ساتھ کچھ الفاظ منقول ہیں وہ راوی کی خطا ہو۔ اگر اس خطا کی نسبت امام عبدالرزاق کی طرف کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

کیونکہ امام دارقطنی نے امام عبدالرزاق سے متعلق اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ امام عبدالرزاق اکثر معمر سے حدیث نقل کرنے میں غلطی کر جاتے ہیں۔

"سألت ابا الحسن الدارقطني عنه، فقال: ثقة يخطيء على معمر في احاديث لم تكن في الكتاب"[308]

"(ابن بکیر کہتے ہیں) میں نے ابو الحسن دار قطنی سے عبدالرزاق کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: وہ ثقہ ہیں لیکن معمر سے احادیث بیان کرنے میں غلطی کر جاتے ہیں جو کتاب میں نہیں ہوتیں" ۔

امام دار قطنی کے اس قول سے یہ امکان بھی ان روایات میں پایا جاسکتا ہے کہ قالت کے الفاظ امام عبدالرزاق سے سہواً ادا ہوئے ہوں۔ کیونکہ معمر سے فقط یہی ان الفاظ کو نقل کر رہے ہیں صحیح بخاری میں معمر کی روایت میں قال کے ساتھ ترک ملاقات کا ذکر ہے لیکن مزید الفاظ کا ذکر نہیں ہے۔ معترضین یہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب امام بخاری کے نزدیک امام عبدالرزاق کی کتاب کی روایات معتبر ہیں تو پھر مصنف عبدالرزاق میں موجود قالت کو خطا کیسے کہا جاسکتا ہے اور جب معمر بن راشد کی روایات اصح ہیں تو ان کی طرف خطا کی نسبت کرنا کیسے درست ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی امام کا کسی کتاب کی تعریف کرنا یا اس کی مرویات کو صحیح قرار دینے کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ قرآن مجید کی طرح سو فیصد صحیح ہیں۔ قرآن کے

---

[308] سؤالات ابی عبدالله بن بكير وغيره لابی الحسن الدارقطنی ، دراسه و تحقيق : علی حسن علی عبدالحميد، دار عمار ، عمان ، ۱۴۰۸ھ ، ، ص ۳۵، رقم : ۲۰

الذهبی ، محمد بن احمد ، من تُكُلِّمَ فيه وهو موثق أو صالح الحديث،(تحقيق : عبد الله بن ضيف الله الرحيلي) مكتبة المدينة الرقمية، الرياض ، ۱۴۲۶ھ ص ۲۳۰ ، رقم : ۲۱۸

علاوہ ہر کتاب میں غلطی کا امکان موجود ہے۔

امام بخاری نے مجموعی طور پر کلیتاً بات کی ہے۔ امام بخاری کے قول کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ مصنف عبدالرزاق میں ساری روایات صحیح ہیں۔ اکثر روایات صحیح ہیں اور یہ بات امام بخاری نے ان کے تلامذہ کے مقابلے میں عرض کی ہے۔

کیونکہ امام عبدالرزاق آخری دور میں نابینا ہو گئے تھے اس لیے آئمہ نے اس قول کو اختیار کیا کہ امام عبدالرزاق اگر اپنی کتاب سے کچھ روایات کریں تو معتبر ہے ورنہ نہیں ہے۔

ان آئمہ کا یا فقط امام بخاری کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ مصنف عبدالرزاق میں مدرج، مصحف یا مقلوب روایات نہیں ہیں۔ ہر دور میں سند و متن کی تحقیق پر کام ہوتا رہا ہے کسی کی تحقیق سے کام رکا نہیں۔ ہر کوئی اپنے حصے کی خدمت کر کے چلا جاتا ہے۔ اور جہاں تک امام زہری کے تمام تلامذہ میں سے معمر بن راشد کے اوثق ہونے کا تعلق ہے تو اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ اب معمر سے بھی خطا نہیں ہو سکتی۔

اس کا فقط یہ مطلب ہے کہ معمر سے خطا کا امکان بہت کم ہے۔ معمر نے امام زہری کے علم کو زیادہ محفوظ کیا ہے۔ لیکن معمر سے بھی خطا ہو سکتی ہے۔ براہین قاطعہ سے اس خطا کا تعین نا گزیر ہے۔ یعنی فقط خطا کے امکان سے خطا ثابت نہیں ہو جاتی، ہم نے قالت عائشہ سے متعلق جو یہ کہا کہ یہ راوی کی خطا ہے تو فقط احتمال کی حد تک کہا ہے۔ کنفرم بات وہی ہے کہ یہ امام زہری کا ادراج اور ارسال ہے۔

جس کی کوئی اصل نہیں۔ لیکن اگر خطا یا وہم کو بھی مان لیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں وہ الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہوتے۔

خلاصہ کلام:

ان تمام تر دلائل سے یہ بات بالکل درجہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ امام زہری کا ادراج ہے۔ اب اگر تو امام زہری نے اپنی طرف سے اس کو بیان کیا ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر کسی سے سن کر کیا ہے تو یہ ارسال ہے اور امام زہری کی مراسیل محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہیں جیسا کہ ان کے ترجمہ میں ہم وضاحت کر چکے ہیں۔

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات

پہلی روایت:

حدثنا محمد بن المثنى حدثنا أبو الوليد حدثنا حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو عن ابي سلمة عن ابي هريرة قال جات فاطمة إلى ابي بكر فقالت من يرثك؟ قال أهلي وولدي قالت فما لي لا أرث بي؟ فقال ابو بكر سمع رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول لا نورث ولكني أعول من كان رسول الله صلى الله عليه و سلم يعوله وأنفق على من كان رسول الله صلى الله عليه و سلم ينفق عليه قال ابو عيسى عن عمر و طلحة و الزبير و عبد الرحمن بن عوف و سعد و عائشة وحديث أبي هريرة حسن غريب من هذا الوجه إنما أسنده حماد بن سلمة وعبد الوهاب بن عطاء عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة وسألت محمدا عن هذا الحديث فقال لا أعلم أحدا رواه عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة إلا حماد بن سلمة وروى عبد الوهاب بن عطاء عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة وعن أبي هريرة نحو رواية حماد بن سلمة قال أبو عيسى حديث حسن

غریب من ھذا الوجہ صحیح.[309]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا: آپ کی وفات کے بعد آپ کا وارث کون ہو گا؟ انھوں نے کہا: میرے گھر والے اور میری اولاد، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: پھر کیا وجہ ہے کہ میں اپنے باپ کی وارث نہ بنوں؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ ہم (انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا لیکن رسول اللہ ﷺ جس کی کفالت کرتے تھے ہم بھی اس کی کفالت کریں گے اور آپ ﷺ جس پر خرچ کرتے تھے ہم بھی اس پر خرچ کریں گے۔ امام ترمذی کہتے ہیں: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اسے حماد بن سلمہ اور عبدالوہاب بن عطاء نے مسنداً روایت کیا ہے یہ دونوں اور محمد بن عمر سے اور محمد ابو سلمہ سے، اور ابو سلمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں کہا: میں حماد بن سلمہ کے علاوہ کسی کو نہیں جانتا ہوں جس نے اس حدیث کو محمد بن عمرو سے محمد نے ابو سلمہ سے اور ابو سلمہ نے ابوہریرہ سے (مرفوعاً) روایت کی ہو۔ (ترمذی کہتے ہیں: ہاں) عبدالوہاب بن عطاء نے بھی محمد بن عمرو سے اور محمد نے ابو سلمہ سے اور ابو سلمہ نے ابوہریرہ سے حماد بن سلمہ کی روایت کی طرح روایت کی ہے،

---

309 الترمذی ،محمد بن عیسی ، سنن الترمذی ،کتاب السیر عن رسول اللہ ﷺ،باب ماجاءَ فی ترکةرسول اللہ ﷺ،دار الحضارة ، الریاض ، ١٤٣٦ھ، ص ٣٣٩، رقم:١٦٠٨ ؛ البغدادی، حماد بن اسحاق ، ترکة النبی ﷺ،ص ٨١

اس باب میں عمر، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث آئی ہیں۔

اس روایت میں سیدہ فاطمہ کی ناراضی کا ذکر نہیں۔ مزید اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی نے اس روایت سے متعلق امام بخاری کا قول بھی نقل فرمادیا کہ یہ روایت اسی سند سے مرفوعاً منقول ہے۔

دوسری روایت:

حدثنا بذلك علي بن عيسى قال: حدثنا عبد الوهاب بن عطاء حدثنا محمد بن عمرو عن ابي سلمة عن أبي هريرة أن فاطمة جاءت أبا بكر و عمر رضي الله عنهما تسأل ميراثها من رسول الله صلى الله عليه و سلم فقالا: سمعنا رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول: إني لا اورث قالت و الله لا أكلمكما أبدا فماتت و لا تكلمهما قال علي بن عيسى معنى لا أكلمكما تعني في هذا الميراث أبدا أنتما صادقان و قد روي هذا الحديث من غير وجه عن أبي بكر الصديق عن النبي صلى الله عليه و سلم.[310]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث سے اپنا حصہ طلب کرنے آئیں، ان دونوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے "میرا کوئی وارث نہیں ہو گا"، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں: اللہ کی قسم! میں تم دونوں سے کبھی بات نہیں کروں گی، چنانچہ وہ انتقال کر گئیں، لیکن ان دونوں سے بات نہیں کی۔

---

310 الترمذی ، محمد بن عیسی ، سنن الترمذی ،کتاب السیر عن رسول الله ﷺ،باب ماجاءَ فی ترکۃرسول الله ﷺ،ص ۳۳۹، رقم:۱۶۰۹

راوی علی بن عیسیٰ کہتے ہیں: لا أکلمکما کا مفہوم یہ ہے کہ میں اس میراث کے سلسلے میں کبھی بھی آپ دونوں سے بات نہیں کروں گی، آپ دونوں سچے ہیں۔ (امام ترمذی کہتے ہیں) یہ حدیث کئی سندوں سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔

سنن ترمذی کی اس روایت میں بھی ناراضی اور ترک ملاقات کا ذکر نہیں اس روایت میں سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی گفتگو کے فوراً بعد سیدہ فاطمہ کے الفاظ نقل ہوئے ہیں کہ "میں تم دونوں سے بات نہیں کروں گی" یہ روایت اسی سند کے ساتھ مسند احمد میں بھی موجود ہے۔

لیکن مسند احمد کی روایت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ منقول نہیں ہیں۔ سنن ترمذی کی روایت (۱۶۰۸) کو محمد بن عمرو بن علقمہ سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا جبکہ سنن ترمذی کی روایت (۱۶۰۹) کو محمد بن عمرو بن علقمہ سے عبدالوہاب بن عطاء نے بیان کیا۔ حماد بن سلمہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے ان (و اللہ لا أکلمکما أبدأ فماتت و لا تکلمهما) الفاظ کو نقل نہیں کیا۔

جبکہ عبدالوہاب بن عطاء نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے ان (و اللہ لا أکلمکما أبدأ فماتت و لا تکلمهما) الفاظ کو نقل کیا ہے۔ اس روایت سے متعلق حیران کن بات یہ ہے کہ عبدالوہاب بن عطاء کی یہی روایت جس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے یہ (و اللہ لا أکلمکما أبدأ فماتت و لا تکلمهما) الفاظ منقول ہیں مسند احمد کی روایت میں یہی الفاظ عبدالوہاب بن عطا نے نقل نہیں کیے۔

ایک ہی شخص ایک جگہ ان الفاظ کو نقل کر رہا ہے اور دوسری جگہ نقل نہیں کر رہا اس سے یہ بات واضح ہے کہ سیدہ کی نسبت سے ان الفاظ کے نقل ہونے میں اختلاف ہے۔

عبدالوہاب بن عطاء کی وہ روایت درج ذیل ہے۔

حدثنا عبد الوهاب بن عطاء قال أخبرنا محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة أن فاطمة رضي الله عنها جاءت أبا بكر وعمر رضي الله عنهما تطلب ميراثها من رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالا إنا سمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إني لا أورث.[311]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی میراث کا مطالبہ کیا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا" ہمارے ترکے میں وراثت نہیں چلتی۔"

مسند احمد کی یہ روایت اور سنن ترمذی کی روایت (۱۶۰۹) ایک ہی روایت ہے ایک ہی سند سے منقول متن میں اختلاف موجود ہے سنن بیہقی میں بھی اسی سند کے ساتھ یہ روایت امام بیہقی نے نقل کی ہے لیکن اس روایت میں بھی عبدالوہاب بن عطاء نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے۔

أخبرنا عبد الله بن يوسف الأصبهاني أنا أبو سعيد بن الأعرابي ثنا عباس بن محمد الدوري ثنا عبد الوهاب ثنا محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة قال جاءت فاطمة إلى أبي بكر وعمر رضي الله عنهم تطلب ميراثها فقالا سمعنا رسول الله صلى الله عليه و سلم

[311] ابن حنبل ، احمد بن محمد ، مسند احمد ،مسند ابی بکر صدیق،ج ۱، ص ۲۴۱ ، رقم:۷۹

يقول لا نورث ما تركنا صدقة[312]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی میراث کا مطالبہ کیا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

مسند ابی بکر صدیق للمروزی میں بھی یہ روایت اسی سند سے سے موجود ہے لیکن اس روایت میں بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے ان الفاظ کا ذکر نہیں ہے۔

حدثنا احمد بن علي قال حدثنا ابو خيثمة قال حدثنا عبد الوهاب بن عطاء عن محمد بن عمرو عن ابي سلمة عن ابي هريرة قال لما قبض النبي صلى الله عليه و سلم ارسلت فاطمة الى ابي بكر وعمر رضي الله عنهما تطلب ميراثها من النبي صلى الله عليه و سلم فقال أبو بكر وعمر إنا سمعنا النبي صلى الله عليه و سلم يقول اني لا اورث[313]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی وفات ہوئی تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کسی کو بھیجا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث سے اپنا حصہ مانگ رہی تھیں، ان دونوں نے کہا: ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: "میرا کوئی وارث نہیں ہو گا"

---

312 البیقہی ، احمد بن محمد ، السنن الکبری ،کتاب قسم الفیء والغنیمۃ،باب بیان مصرف اربعۃ اخماس الفیءبعد رسول اللہ، ج٦، ص٤٩٣-٤٩٢ ،رقم:١٢٧٤٠

313 المروزی ، احمد بن علی ، مسند ابی بکر صدیقؓ،باب ما روی ابوہریرۃ عن ابی بکرؓص٩٤،رقم:٥٤

سیدناابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کہ وہ الفاظ نقل نہیں ہوئے۔ان تمام تر روایات میں سنن ترمذی کی روایت کے علاوہ کسی ایک روایت میں بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے وہ الفاظ منقول نہیں ان تمام تر روایات کی مرکزی سند ایک ہی ہے یعنی اس روایت کو عبدالواہاب بن عطاء نے محمد بن عمرو سے روایت کیا، محمد بن عمرو نے ابوسلمہ سے روایت کیااور ابوسلمہ نے اس روایت کو سیدناابوہریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ محمد بن عمرو بن علقمہ سے حماد بن سلمہ نے بھی اس روایت کو نقل کیا لیکن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے وہ الفاظ ذکر نہیں کیے محمد بن عمرو بن علقمہ کے تلامذہ کے مابین اس قدر اختلاف یہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ الفاظ اصلاً روایت سے خارج ہیں عین ممکن ہے یہ راوی کا ظن ہو۔

یہاں یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ محمد بن عمرو بن علقمہ کے تلامذہ میں سے صرف عبدالوہاب بن عطاء نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے ان الفاظ کا ذکر کیا ہے لیکن عبدالوہاب کسی جگہ ان الفاظ کو نقل کرتے ہیں اور کسی جگہ نہیں کرتے۔اس کے علاوہ کسی ایک شاگرد نے بھی ان الفاظ کا ذکر نہیں کیا۔

اس اعتبار سے یہ عبدالوہاب بن عطاء کا تفرد مانا جائے گا۔چونکہ باقی حفاظ سے یہ الفاظ منقول نہیں ہیں۔اس کو ایک لحاظ سے مخالفت الثقات میں بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔کہ عبدالوہاب بن عطاء نے ہی فقط ان الفاظ کا ذکر کیا ہے باقی کسی ثقہ راوی نے ان الفاظ کو بیان نہیں کیا لہذا عبدالوہاب کی روایت اس اعتبار سے شاذ کہلائے گی کیونکہ اس میں ثقات کی مخالفت پائی جاتی ہے۔

اور یہ روایت بطریق عبدالوہاب فقط ایک ہی روایت ہے جو کہ سنن ترمذی میں موجود ہے اس روایت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے وہ الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

یہ روایت اصلاً مرسل ہے:

سنن ترمذی کی روایت (۱۶۰۸) جو کہ ابو سلمہ سے مروی ہے یہ روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے اس روایت کو حماد بن سلمہ نے محمد بن عمرو بن علقمہ سے بیان کیا محمد بن عمرو بن علقمہ نے ابو سلمہ سے بیان اور ابو سلمہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد امام ترمذی نے اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے امام بخاری کی رائے نقل کی ہے۔ کہ اس روایت میں حماد بن سلمہ کا تفرد ہے انھوں نے اس کو مرفوع سند سے ذکر کیا ہے۔ اس کے برعکس محمد بن عمرو بن علقمہ کے تلامذہ اس کو مرسلاً ہی نقل کر رہے ہیں مزید یہ کہ یہی روایت حماد بن سلمہ سے بھی مرسلاً منقول ہے۔ یہی روایت مسند احمد میں حماد بن سلمہ نے مرسلاً بیان کی ہے۔

حدثنا عفان حدثنا حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة أن فاطمة رضي الله عنها قالت لأبي بكر من يرثك إذا مت قال ولدي وأهلي قالت فما لنا لا نرث النبي صلى الله عليه وسلم قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول إن النبي لا يورث ولكني أعول من كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعول وأنفق على من كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينفق.[314]

ابو سلمہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اگر آپ مر گئے تو آپ کا وارث کون ہوگا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے بچے اور میری بیوی، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میراث کیوں نہیں

---

314 ابن حنبل ، احمد بن محمد ، مسند احمد ،مسند ابی بکر صدیق، ج۱ ص ۲۲٦ رقم:٦٠

حاصل کر سکتے ،انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا :"نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا لیکن میں کفالت کروں گا جن کی کفالت رسول اللہ ﷺ کرتے تھے اور میں ان پر خرچ کروں گا جن پر رسول اللہ ﷺ خرچ کرتے تھے۔

مسند احمد کی اس روایت حماد بن سلمہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر نہیں کیا یہاں حماد بن سلمہ اس کو مرسلاً بیان کر رہے ہیں اسی طرح محمد بن عمرو بن علقمہ کے ایک اور شاگرد عبدالعزیز بن محمد نے بھی اس روایت کو مرسلاً نقل کیا ہے۔

حدثنا القعنبي قال، حدثنا عبدالعزيز بن محمد، عن محمد بن عمر، وعن أبي سلمة: أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم أتت أبا بكر رضي الله عنه، فذكرت له ما أفاء الله على رسوله بفدك، فقال أبو بكر رضي الله عنه: إني سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن النبي لا يورث، من كان النبي يعوله فأنا أعوله، ومن كان ينفق عليه فأنا أنفق عليه. قالت يا أبا بكر: أترثك بناتك ولا ترث رسول الله صلى الله عليه وسلم بناته؟. قال هو ذاك. [315]

ابوسلمہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں،آپ رضی اللہ عنہا نے اس مال کا ذکر کیا جو اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو فدک سے بطور مال فے عطا کیا تھا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک انبیاء کو کوئی وارث نہیں ہوتا، نبی ﷺ جس کی کفالت کرتے تھے میں بھی اس کی کفالت کروں گا نبی ﷺ جس پر خرچ کرتے تھے میں بھی اس پر خرچ کروں گا۔

---

[315] ابن شبة ، محمد بن عمر، تاریخ المدینة ،ذکر فاطمة و العباس و علی رضی الله عنهم و طلب میراثهم من ترکة النبی ﷺ، ج۱،ص۱۹۲-۱۹۱

یہی روایت شارح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید نے بھی اپنی سند کے ساتھ مرسلاً ذکر کی ہے۔

قال أبوبكر : وأخبرنا أبو زيد قال : أخبرنا القعنبى قال : حدثنا عبدالعزيز بن محمد، عن محمد بن عمر، عن أبى سلمة أن فاطمة طلبت فدك من أبى بكر، فقال: إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلميقول: (إن النبي لا يورث)، من كان النبي يعوله فأنا أعوله، ومن كان النبي صلى الله عليه وسلم ينفق عليه فأنا أنفق عليه. فقالت :يا أبا بكر، أيرثك بناتك ولا يرث رسول الله صلى الله عليه وآله بناته ؟فقال هو ذاك[316]

ابو سلمہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فدک کا مطالبہ کیا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ نبی ﷺ جس کی کفالت کرتے تھے میں بھی اس کی کفالت کروں گا نبی ﷺ جس پر خرچ کرتے تھے میں بھی اس پر خرچ کروں گا۔ اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے ابو بکر، آپ کی بیٹی تو آپ کی وارث ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ان کی وارث نہیں، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمایا وہ ایسے ہی ہے۔

لہذا یہ بات مسلمہ ہے کہ حماد بن سلمہ نے اسے مرفوعاً بھی نقل کیا ہے اور مرسلاً بھی نقل کیا ہے جو کہ حماد بن سلمہ کا وہم ہے۔ کیونکہ یہ روایت حماد بن سلمہ اور عبد العزیز بن محمد نے مرسلاً ہی روایت کی ہے۔ حماد بن سلمہ کے وہم کے حوالے سے علامہ ذہبی بیان کرتے ہیں

316 ابن ابی الحدید ، عبدالحمید بن ہبة الله ، شرح نہج البلاغة ، ج١٦، ص٣٢٦-٣٢٥

"و کان ثقه، له أوهام"[317]

"یہ ثقہ ہیں تاہم انہیں وہم لاحق ہو جایا کرتے تھے"

حقیقت یہ ہے کہ ابو سلمہ جو کہ عبد الرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں یہ اکثر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایات نقل کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انھوں نے ہر روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنی ہو۔ اس روایت میں ایسا ہی کچھ معاملہ ہے۔ یہ روایت اصلاً مرسل ہے لیکن چونکہ ابو سلمہ اکثر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں تو اس روایت کو نقل کرنے میں حماد بن سلمہ کو وہم ہو گیا اور اس نے اس مرسل کو مرفوع بنا دیا یعنی یہ بات چونکہ ابو سلمہ کی نسبت سے عام تھی کہ وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں۔

اس لیے حماد بن سلمہ نے بقیہ ثقات کی طرح توجہ نہیں فرمائی اور عام معمول کے مطابق اس روایت کو ابو سلمہ کی نسبت سے مرفوعا نقل کر دیا فن کی اصطلاح میں اسے "سلوک الجادة" کہتے ہیں[318] مزید ان مرویات سے متعلق امام دار قطنی کی تحقیق پیش خدمت ہے امام دار قطنی نے کئی ایک طرق کا تذکرہ کیا اور دلائل سے اس روایت میں موجود علت کو واضح کیا۔ ان طرق کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

"وسئل عن حديث يرويه أبو هريرة عن أبي بكر الصديق عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال لا نورث فقال هو حديث رواه محمد بن عمرو عن أبي سلمة واختلف عنه فيه فرواه حماد بن سلمة من رواية

---

317 ذہبی ، محمد بن احمد ، میزان الاعتدال فی نقد الرجال ، ج۲ ، ص ۳۶۰، رقم :۲۲۳۴

318 ابن ابی حاتم ، عبدالرحمن بن محمد ، العلل، مطابع الحميضي ، الرياض ، ۱۴۲۷ھ، ج۱ ص ۱۱۸

أبي الوليد الطيالسي ويحيى بن سلام عنه فأسنداه عنه عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة عن أبي بكر وخالفهما عفان بن مسلم فرواه عن حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة مرسلا عن أبي بكر لم يذكر فيه أبا هريرة وتابعه عبد العزيز بن محمد الدراوردي وأنس بن عياض وغير واحد عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة لم يذكروا فيه أبا هريرة ورواه عبد الوهاب بن عطاء الخفاف عن محمد بن عمرو فأسنده عن أبي سلمة عن أبي هريرة عن أبي بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم وروى نحو هذا الحديث وهذا المعنى شيخ لاهل البصرة يقال له سيف بن مسكين حدث به عن سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة عن أبي بكر وزاد فيه ألفاظا لم يأت بها غيره وسيف بن مسكين هذا ليس بالقوي ولم يتابع على روايته هذه عن سعيد وليس بمحفوظ عن قتادة من هذا الوجه ولا غيره والصحيح من هذا الحديث المرسل لكثرة من رواه من الحفاظ عن محمد بن عمرو مرسلا وروي عن حماد بن سلمة عن محمد بن إسحاق عن الزهري عن أبي سلمة عن أبي هريرة عن أبي بكر وليس ذلك بمحفوظ ولا هذا من حديث الزهري والصحيح ما تقدم ذكره عن حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة۔"[319]

" امام دار قطنی سے اس روایت سے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا اس حدیث کو محمد بن عمرو نے ابو سلمہ سے روایت کیا ہے اور اس میں ان سے اختلاف کیا ہے۔ مزید اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے روایت کیا ابو الولید الطیالسی اور یحیی بن سلام کی روایت سے انھوں نے اس کو اس سند (**عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة عن أبي بكر**) کے ساتھ

[319] دار قطنی، علی بن عمر، العلل الواردة فی الاحادیث النبویة ، دار طیبه ، ریاض ، ۱۴۰۵ھ ، ج۱، ص ۲۲۰-۲۱۹-۲۱۸ س: ۲۵

مسنداً بیان کیا اور عفان بن مسلم نے ان دونوں کی مخالفت کی اور عفان نے اس حدیث کو اس سند (عن حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة) سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت کیا اور اس میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔اور اس کی متابعت عبدالعزیز بن محمد الداوردی،انس بن عیاض اور ایک سے زیادہ لوگوں سے ہے انھوں نے بھی اس روایت کو اس سند (عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة) سے بیان کیا لیکن سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔ اور عبدالوہاب بن عطاء الخفاف نے اس حدیث کو محمد بن عمرو سے روایت کیا اور ابو سلمہ سے اس سند (عن أبي هريرة عن أبي بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم) سے مسنداً یہی حدیث نقل کی۔ یہی حدیث اسی مضمون سے بصرہ کے ایک شیخ سیف بن مسکین نے اس سند (عن سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة عن أبي بكر) سے بیان کی اور اس میں ایک لفظ کا اضافہ کر دیا جو دیگر راویان سے مروی نہیں ہیں۔اور سیف بن مسکین قوی نہیں ہے اور بطریق سعید اس کی اس روایت کی متابعت نہیں ملتی۔اور یہ روایت بطریق قتادہ اور اس کے علاوہ کسی اور طریق سے بھی محفوظ نہیں ہے اور اس حدیث میں درست بات یہی ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اس حدیث کو کثیر حفاظ نے محمد بن عمرو سے مرسلاً روایت کیا ہے۔اور اس کو بطریق حماد بن سلمہ اس سند (عن محمد بن إسحاق عن الزهري عن أبي سلمة عن أبي هريرة عن أبي بكر) سے بھی روایت کیا گیا ہے لیکن یہ محفوظ نہیں ہے اور یہ امام زہری کی حدیث بھی نہیں ہے صحیح حدیث وہی ہے جس کا ذکر ہم اس

سند (عن حماد بن سلمة عن محمد بن عمرو عن أبي سلمة) کے
ساتھ پہلے کر چکے ہیں"

امام دارقطنی کے اس کلام سے مہر ثبت ہوگئی کہ یہ روایت اصلاً مرسل ہے۔ لہذا اس سے استدلال کسی صورت جائز نہیں۔

سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ کی مرویات

پہلی روایت:

حدثنا عثمان بن أبی شیبة حدثنا محمد بن الفضیل عن الولید بن جمیع عن أبی الطفیل قال جاءت فاطمة رضی الله عنها إلی أبی بکر رضی الله عنه تطلب میراثها من النبی صلی الله علیه وسلم قال فقال أبو بکر علیه السلام سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم- یقول « إن الله عز وجل إذا أطعم نبیا طعمة فهی للذی یقوم من بعده[320]

سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس نبی اکرم ﷺ کے ترکہ سے اپنی میراث مانگنے آئیں، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: اللہ عزوجل جب کسی نبی کو کوئی معاش دیتا ہے تو وہ اس کے بعد اس کے قائم مقام (خلیفہ) کو ملتا ہے۔

---

[320] ابی داود ، سلیمان بن اشعث ، سنن ابی داود ،کتاب الخراج والإمارة والفیء،باب فی صفایا رسول الله ﷺمن الاموال،ص ۳۸۰، رقم:۲۹۷۳

دوسری روایت:

حدثنا عبد الله بن محمد بن أبي شيبة قال عبد الله و سمعته من عبد الله بن أبي شيبة قال حدثنا محمد بن فضيل عن الوليد بن جميع عن أبي الطفيل قال لما قبض رسول الله صلى الله عليه و سلم أرسلت فاطمة إلى أبي بكر أنت ورثت رسول الله صلى الله عليه و سلم أم أهله قال فقال لا بل أهله قالت فأين سهم رسول الله صلى الله عليه و سلم قال فقال أبو بكر إني سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول إن الله عز و جل إذا أطعم نبيا طعمة ثم قبضه جعله للذي يقوم من بعده فرأيت أن أرده على المسلمين فقالت فأنت و ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه و سلم أعلم[321]

سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ کا انتقال ہوا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاں پیغام بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کے وارث آپ ہیں یا آپ ﷺ کے گھر کے افراد؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا جی آپ ﷺ کا وارث میں نہیں ہوں، بلکہ آپ کے اہل خانہ ہی ہیں، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو پھر رسول اللہ ﷺ کا حصہ کہاں ہے؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی نبی کو کوئی چیز عطا کرتا ہے اور اسکے بعد اپنے نبی کی روح کو قبض کر لیتا ہے تو وہ چیز اس کے خلیفہ

321 ابن حنبل ، احمد بن محمد ، مسند احمد ،مسند ابی بکر صدیقؓ، ج۱ ص ۱۹۱، رقم:۱۴ ؛ التیمی ، احمد بن علی ، مسند ابی یعلی الموصلی ، مسند فاطمة بنت رسول اللهﷺ ، ج ۱ ص ۱۱۹رقم :۳۷ ؛ ابن شبة ، تا ریخ المدینة ،ذکر فاطمة و العباس و علی رضی الله عنهم و طلب میراثهم من ترکة النبی ﷺ، ج۱،ص۱۹۱؛ المروزی ، احمد بن علی ، مسند ابی بکر صدیقؓ باب ابوطفیل عن ابی بکرؓ ص۱۲۱ ،رقم:۷۸

کے کنٹرول میں آجاتی ہے۔ پس میں نے سوچا ہے کہ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دوں، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو پھر آپ ہی اس کو جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنی ہے، بہتر جانتے ہیں۔

تیسری روایت:

حدثنا عبد الرحمن بن صالح حدثنا محمد بن فضيل عن الوليد بن جميع عن أبي الطفيل قال جاءت فاطمة إلى أبي بكر فقالت : يا خليفة رسول الله أنت ورثت رسول الله صلى الله عليه وسلم أم أهله؟ قال: بل أهله قالت فما بال سهم رسول الله ؟ قال: إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا أطعم الله نبيا طعمة ثم قبضه جعله للذي يقوم بعده فرأيت أن أرده على المسلمين فقالت : أنت ورسول الله أعلم[322]

سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور فرمایا: اے رسول اللہ کے جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث آپ ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے افراد؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا جی! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث میں نہیں ہوں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل خانہ ہی ہیں، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے کا کیا کیا؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی نبی کو کوئی چیز عطا کرتا ہے اور اسکے بعد اپنے نبی کی روح کو قبض کر لیتا

322 التيمى ، احمد بن على ، مسند ابى يعلى الموصلى ، مسند فاطمة بنت رسول الله ، دار المامون للتراث ، بيروت ، ١٤١٠هـ، ج ١ ص ١١٩ رقم :٦٧٥٢

ہے تو وہ چیز اس کے خلیفہ کے کنڑول میں آجاتی ہے۔ پس میں نے سوچا ہے کہ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دوں، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ اور رسول اللہ ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

چوتھی روایت:

حدثنا عبد الله بن سعيد الكندي قال : نا محمد بن فضيل قال : نا الوليد بن جميع ، عن أبي الطفيل قال : أرسلت فاطمة رحمة الله عليها إلى أبي بكر رحمه الله : يا خليفة رسول الله أنت ورثت رسول الله صلى الله عليه وسلم أم أهله؟ قال : بل أهله ، قالت : فما بال سهم النبي صلى الله عليه وسلم؟ قال : سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول : إذا أطعم الله نبيا طعمة ، ثم قبضه فهو للذي يقوم من بعده ، فرأيت أن أرده على المسلمين» فقالت : أنت ورسول الله أعلم.[323]

سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا (اور کہا) کہ اے رسول اللہ ﷺ کے جانشین آپ رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں یا ان کے گھر والے؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر والے ہی ان کے وارث ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا تو پھر رسول اللہ ﷺ کے حصے کا کیا ہو گا؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی نبی کو کوئی چیز عطا کرتا ہے اور اسکے بعد اپنے نبی کی روح کو قبض کر لیتا ہے تو وہ چیز

---

323 البزار، احمد بن عمر، مسند البزار، مسند ابی بکر صدیق ما روی ابو طفیل ،مکتبة العلوم والحکم ، مدینة المنورة ،١۴٠٩ ھ ، ج١،، ص١٢۴ رقم : ۵۴

اس کے خلیفہ کے کنٹرول میں آجاتی ہے۔ پس میں نے سوچا ہے کہ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دوں، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ اور رسول اللہ ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

پانچویں روایت:

أخبرنا أبو الحسين علي بن محمد بن عبد الله بن بشران ببغداد أنا أبو جعفر محمد بن عمرو الرزاز ثنا أحمد بن عبد الجبار العطاردي ثنا بن فضيل عن الوليد بن جميع عن أبي الطفيل قال جاءت فاطمة إلى أبي بكر رضي الله عنهما فقالت يا خليفة رسول الله صلى الله عليه و سلم أنت ورثت رسول الله صلى الله عليه و سلم أم أهله قال لا بل أهله قالت فما بال الخمس فقال إني سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول إذا أطعم الله نبيا طعمة ثم قبضه كانت للذي يلي بعده فلما وليت رأيت أن أرده على المسلمين قالت أنت و رسول الله صلى الله عليه و سلم أعلم ثم رجعت[324]

سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور فرمایا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے جانشین آپ رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں یا ان کے گھر والے؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر والے ہی ان کے وارث ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا تو پھر خمس کا کیا ہو گا؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی نبی کو کوئی چیز عطا کرتا ہے اور اسکے بعد اپنے نبی کی روح کو قبض کر لیتا ہے تو وہ چیز اس کے خلیفہ کے کنٹرول میں آجاتی

ہے۔ پس میں نے سوچا ہے کہ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دوں، سیدہ
فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ اور رسول اللہ ﷺ زیادہ بہتر جانتے
ہیں۔ پھر وہ لوٹ گئیں۔

ان تمام تر روایات میں کہیں بھی سیدہ فاطمہ کی ناراضی کا ذکر نہیں۔ سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ کی روایت کی خاص بات یہ ہے کہ ان کی روایت میں سیدہ فاطمہ کا اپنا کلام بھی نقل ہوا ہے جس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جواب کی تحسین فرمائی ہے اور اطمینان کا اظہار فرمایا ہے اور سب سے اہم بات اس روایت میں سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ کہا ہے۔

سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ کی تمام تر روایات میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہ (**وما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم أعلم**) الفاظ نقل ہوئے ہیں۔ جس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ناراض نہیں ہیں۔ فقط سنن ابی داود کی روایت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ نقل نہیں ہوئے باقی تمام تر روایات میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہ (**وما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم أعلم**) الفاظ منقول ہیں۔

سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ کی مرویات کے تمام طرق پر اگر غور کریں تو ان تمام تر طرق کے مرکزی راوی دو ہیں۔ یعنی محمد بن فضیل، ابوالولید بن جمیع، ہر روایت کی سند میں یہ دو راوی موجود ہیں۔ سنن ابی داود کی جس روایت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وہ الفاظ منقول نہیں وہ روایت بھی انہی دو راویوں سے مروی ہے۔

اب جس روایت میں راوی نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وہ الفاظ ذکر نہیں کیے ممکن ہے اختصار کی وجہ سے نقل نہ کیے ہوں کیونکہ باقی راویان ان الفاظ کا تذکرہ روایت میں

کر رہے ہیں۔ سنن ابی داود کی روایت میں ولید بن جمیع سے عثمان بن ابی شیبہ نے اس روایت کو نقل کیا ہے اس ایک روایت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وہ الفاظ منقول نہیں ہیں۔

اس کے بر عکس ولید بن جمیع کے تمام تلامذہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وہ الفاظ روایت میں ذکر کیے ہیں۔ جہاں تک بات عثمان بن ابی شیبہ کی ہے تو انھوں نے خود بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ (مسند احمد، رقم: ۱۴، تاریخ المدینہ لابن شبہ، مسند ابی بکر صدیق للمروزی، رقم: ۷۸) نقل کیے ہیں۔

سنن ابی داود کی روایت میں ابن ابی شیبہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ کے الفاظ نقل نہیں کیے جبکہ مسند احمد کی روایت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ نقل کیے ہیں لہذا یہ بات مسلمہ ہے کہ سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ کی روایت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وہ الفاظ مستند ہیں۔ سنن ابی داود میں ان الفاظ کا عدم ذکر عثمان بن ابی شیبہ اختصار بھی ہو سکتا ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہے کہ ابن ابی شیبہ نے اس روایت کو ایک جگہ مختصر بیان کر دیا اور دوسری جگہ مفصلاً بیان کر دیا۔ چونکہ باقی راویان سے ان الفاظ کا نقل ہونا ثابت شدہ ہے اور خود ابن ابی شیبہ سے بھی ان الفاظ کا نقل ہونا ثابت ہے تو یہ دونوں باتیں قرین قیاس ہیں۔

سیدہ اُم ھانی رضی اللہ عنہا کی مرویات

پہلی روایت:

اخبرنا روح بن عبادة، ناسفيان، عن محمد بن سائب، عن ابى صالح عن ام هانى، ان فاطمة اتت ابابكر تساله سهم ذى القربى ،فقال، سمعت رسول الله ﷺ يقول ،سهم ذى القربى لهم فى حياتى وليس لهم بعد موتى[325]

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور ان سے رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کے حصے سے متعلق سوال کیا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قریبی رشتہ داروں کا حصہ میری زندگی تک ہے میری وفات کے بعد ان کا کوئی حصہ نہیں ہے

یہ روایت محمد بن سائب اور ابو صالح کی وجہ سے ضعیف ہے۔ محمد بن سائب اور ابو صالح ضعیف راوی ہیں۔ ان دو اشخاص پر سخت ترین جرح موجود ہے۔ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی تمام تر مرویات انہی دو راویوں سے منقول ہیں۔ لہذا معترضین سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی مرویات پر گفتگو کرنے سے پہلے ان کی اسناد پر بھی غور فرمالیں۔

---

325 المروزى ، اسحاق بن ابراہيم ، مسند اسحاق بن راهويه ، ،مسند بقية النساء،مايروى عن فاطمة بنت رسول الله عن رسول الله ،مكتبة دار الايمان ، المدينة المنورة، ج٥، ص ٢٧ رقم:٢١٢٨

محمد بن سائب:

ابن حجر عسقلانی "تہذیب التہذیب" میں بیان فرماتے ہیں:

"وقال علي بن الجنيد والحاكم أبو أحمد والدارقطني متروك وقال الجوزجاني كذاب ساقط وقال بن حبان وضوح الكذب فيه أظهر من أن يحتاج إلى الاغراق في وصفه روى عن أبي صالح التفسير وأبو صالح لم يسمع من بن عباس لا يحل الاحتجاج به وقال الساجي متروك الحديث وكان ضعيفا جدا لفرطه في التشيع وقد اتفق ثقات أهل النقل على ذمه وترك الرواية عنه في الأحكام والفروع قال الحاكم أبو عبد الله روى عن أبي صالح أحاديث موضوعة"[326]

" اور علی بن جنید، حاکم اور ابو احمد دار قطنی نے کہا کہ یہ متروک ہے او رجوزجانی نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے اور ابن حبان نے کہا دین میں اس کا مسلک اور اس کی کذب بیانی اتنی نمایاں ہے کہ اس کے بارے میں کچھ اور کہنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی ہے اس نے ابو صالح کے حوالے سے سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر روایت کی ہے اور ابو صالح نے عبداللہ بن عباس سے سماع نہیں کیا لہذا اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔اور ساجی نے کہا یہ متروک الحدیث ہے اور اور شیعت میں غلو کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ تمام اہل حدیث علماء کا اس کی مذمت پر اور احکام و فروع میں اس کی روایت ترک کرنے میں اتفاق ہے اور ابو عبداللہ حاکم نے

326 عسقلانی ، ابن حجر ، تہذیب التہذب ، ج۵، ص ۵۹۶-۵۹۵، رقم : ۶۹۷۱ مزی ، تہذیب الکمال ، ج ۲۵ ص۲۴۶، بخاری ، التاریخ الکبیر، ج ۱ ، ص ۱۰۱

کہا اس نے ابوصالح سے من گھڑت روایات نقل کی ہیں۔"

مزید ابن حجر فرماتے ہیں:

"محمد بن السائب بن بشر، الكلبي، أبو النضر الكوفي، النسابة المفسر، متهم بالكذب، ورمي بالرفض، من السادسة"[327]

"محمد بن سائب بن بشر، الکلبی، ابو نضر کوفی، ماہر انسب، مفسر، اس پر جھوٹ کی تہمت اور ہے اور اس پر رافضیت کا الزام لگایا گیا ہے"

باذام ابوصالح:

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں بیان کرتے ہیں:

"باذام، أبو صالح. تابعي. ضعفه البخاري. وقال النسائي: باذام ليس بثقة. وقال ابن معين: ليس به بأس وقال ابن عدى: عامة ما يرويه تفسير. قلت: روى عن مولاته أم هانئ، وأخيها على، وأبى هريرة. وعنه مالك بن مغول، وسفيان الثوري وابن أخته عمار بن محمد. وقال يحيى القطان: لم أر أحدا من أصحابنا ترك أبا صالح مولى أم هانئ. وقال محمد بن قيس، عن حبيب بن أبى ثابت: كنا نسمى أبا صالح باذام مولى أم هانئ دروعزن. وقال زكريا بن أبى زائدة: كان الشعبى يمر بأبى صالح فيأخذ بأذنه فيهزها، ويقول: ويلك! تفسر القرآن وأنت لا تحفظ القرآن. وقال إسماعيل بن أبى خالد كان أبو صالح يكذب، فما سألته عن شئ إلا فسره لى. وروى ابن إدريس، عن الاعمش، قال: كنا نأتى مجاهدا فنمر على أبى

327 عسقلانی، ابن حجر، تہذیب تقریب التہذیب، مکتبۃ الرشد، الریاض، ۱۴۳۱ھ، (تالیف: ابی معاذ طارق بن عوض اللہ بن محمد) ج۴ ص ۳۲۵-۳۲۴، رقم: ۵۹۳۸

صالح وعنده بضعة عشر غلاما ما نرى أن عنده شيئا . ابن المديني ، سمعت يحيى بن سعيد يذكر عن سفيان ، قال : قال الكلبي : قال لي أبو صالح : كلما حدثتك كذب . وروى مفضل بن مهلهل ، عن مغيرة ، قال : إنما كان أبو صالح صاحب الكلبي يعلم الصبيان وضعف تفسيره . وقال ابن معين : إذا روى عنه الكلبي فليس بشئ"[328]

" باذام، ابو صالح، یہ تابعی ہیں امام بخاری نے انہیں "ضعیف" قرار دیا ہے۔ امام نسائی نے کہا ہے : باذام ثقہ نہیں ہے۔ یحیی بن معین کہتے ہیں : اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ شیخ ابن عدی فرماتے ہیں : اس کی نقل کردہ اکثر روایات تفسیر کے بارے میں ہیں۔ (امام ذہبی فرماتے ہیں :) میں یہ کہتا ہوں : اس نے اپنی مالکن سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا وران کے بھائی سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات نقل کی ہیں۔ ان سے مالک بن مغول، سفیان ثوری اور اس کے بھانجے عمار بن محمد نے روایات نقل کی ہیں۔ یحی بن سعید قطان فرماتے ہیں : میں نے اپنے اصحاب (یعنی محدثین) میں سے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس نے سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہ کے غلام ابو صالح کو "متروک" قرار دیا ہو۔ محمد بن قیس نے حبیب بن ابو ثابت کا یہ قول نقل کیا ہے : ہم لوگ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے غلام ابو صالح باذام کو" در وعزن" کہا کرتے تھے۔ زکریا کہتے ہیں : امام شعبی جب ابو صالح کے پاس سے گزرتے تھے

---

328 ذہبی ، میزان الاعتدال ، ج ۲، ص ۳، رقم : ۱۱۲۳
مزی ، تہذیب الکمال ، ج۱، ص ۱۳۷، عسقلانی ، تہذیب التہذیب ، ج۱ ص ۴۱۶، بخاری ، التاریخ الکبیر ، ج۳ص ۱۴۴، ۱۴۷

اس کے کان پکڑ کر کھینچتے ہوئے یہ کہا کرتے تھے۔ تمہارا ناس ہو! تم قرآن کی تفسیر بیان کرتے ہو حالاں کہ تم نے قرآن حفظ بھی نہیں کیا ہوا۔ اصمعی بن ابو خالد کہتے ہیں: ابو صالح جھوٹ بولا کرتا تھا میں نے اس سے جس بھی چیز کے بارے میں دریافت کیا اس نے اس کے بارے میں مجھے کوئی تفسیری روایت بیان کر دی۔ اعمش کہتے ہیں: ہم مجاہد کے پاس آئے ہمارا گزر ابو صالح کے پاس سے ہوا تو اس کے پاس دس سے زیادہ غلام تھے (یا شاگرد تھے جو اس سے استفادہ کر رہے تھے) تو ہم نے نہیں دیکھا کہ اس کے پاس کوئی چیز موجود ہو۔ ابن مدینی یحیی بن سعید کے حوالے سے سفیان سے نقل کرتے ہیں۔ کلبی کہتے ہیں: ابو صالح نے مجھ سے کہا میں نے تمہیں جو بھی روایات سنائی ہیں وہ جھوٹی ہیں۔

مغیرہ کہتے ہیں ابو صالح کلبی کے ساتھی تھے وہ بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے اور ان کی تفسیری روایات ضعیف ہیں۔ یحیی بن معین عین اللہ کہتے ہیں: جب کلبی اس کے حوالے سے روایت نقل کرے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔

مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں یہ بات مسلمہ ہیں کی محمد بن سائب الکلبی اور باذام ابو صالح کی مرویات غیر مستند ہیں یہ استاد شاگرد دونوں غیر معتمد راوی ہیں لہذا حدیث فدک کے باب میں ان کی مرویات کا کوئی اعتبار نہیں۔ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی تمام تر روایات انہی دو راویوں سے مروی ہیں۔ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کی مزید مرویات درج ذیل ہیں۔

دوسری روایت:

أخبرنا عفان بن مسلم أخبرنا حماد بن سلمة حدثني الكلبي عن أبي

صالح عن أم هانئ أن فاطمة قالت لأبي بكر من يرثك إذا مت قال ولدي وأهلي قالت فمالك ورثت النبي دوننا فقال يا بنت رسول الله إني والله ما ورثت أباك أرضا ولا ذهبا ولا فضة ولا غلاما ولا مالا قالت فسهم الله الذي جعله لنا وصافيتنا التي بيدك فقال إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إنما هي طعمة أطعمنيها الله فإذا مت كان بين المسلمين[329]

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کی وفات کے بعد آپ کا وارث کون ہوگا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری اولاد اور میری بیوی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپ کو کیا ہو گیا ہے جو ہمیں چھوڑ کر آپ رسول اللہ ﷺ کے وارث بن گئے، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی رضی اللہ عنہا بے شک اللہ کی قسم میں نے آپ ﷺ کے والد کی وراثت میں سے سونا، چاندی، غلام اور مال میں سے کچھ بھی نہیں لیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر اللہ کا مقرر کردہ وہ حصہ (خمس) جو اس نے ہمارے لیے مقرر کیا، اور ہمارا وہ مخصوص حصہ جو آپ کے قبضہ میں ہے اس کا کیا ہو گا اور کس کو ملے گا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ صرف ایک لقمہ ہے جو اللہ نے ہمیں کھلا دیا جب میں مروں گا تو وہ مسلمانوں پر خرچ ہو گا۔

---

329 ابن سعد، مُحمد بن سعد، كتاب الطبقات الكبير، في مغازي رسول الله ﷺ و سراياه، ذكر ميراث رسول الله ﷺ، وما ترك، مكتبة الخانجي بالقاهره، ج٢ ص٢٧٣.

تیسری روایت:

حدثنا عمرو بن عاصم، و موسى بن إسماعيل قالا، حدثنا حماد بن سلمة، عن الكلبي عن أبي صالح، عن أم هانئ: أن فاطمة رضي الله عنها قالت لابي بكر رضي الله عنه: من يرثك إذا مت ؟ قال: ولدي وأهلي قالت فمالك ترث رسول الله صلى الله عليه وسلم دوننا؟ قال: يا بنت رسول الله، ما ورثت أباك دارا ولا مالا ولا ذهبا ولا فضة قالت: بلى، سهم الله الذي جعله لنا، وصافيتنا التي بفدك فقال أبو بكر رضي الله عنه: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: " إنما هي طعمة أطعمنا الله، فإذا مت كانت بين المسلمين.[330]

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے وایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کی وفات کے بعد آپ کا وارث کون بنے گا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میری اولاد اور میری بیوی (میرے گھر والے) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو پھر آپ ہمارے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث کیسے بن گئے؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی! میں آپ کے والد کے گھر، مال، سونا اور چاندی کا وارث نہیں ہوں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اچھا! تو اللہ تعالی کا وہ حصہ جو اس نے فدک کی صورت میں ہمیں دیا ہے (اس کا کیا ہوگا) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا

---

330 ابن شبة ، عمر بن شبة ، تا ريخ المدينة ،ذكر فاطمة و العباس و على رضى الله عنهم و طلب ميراثهم من تركة النبى ﷺ، ج١،ص١٩١-١٩٠
ابن ابى الحديد ،عبدالحميد بن هبة الله ، شرح نهج البلاغة ، ج١٦، ص٣٢٥

ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ایک کھانا ہے جو اللہ نے ہمیں کھلایا ہے جب میں فوت ہو جاؤں گا تو یہ مسلمانوں کے درمیان (تقسیم) ہو گا۔

چوتھی روایت:

حدثنا ابن عائشة التيمي قال: حدثنا حماد بن سلمة عن محمد بن السائب الكلبي عن أبي صالح باذام، عن أم هاني أن فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم أتت أبا بكر الصديق رضي الله عنه فقالت له: من يرثك إذ مت ؟ قال: ولدي وأهلي قالت: فما بالك ورثت رسول الله صلى الله عليه وسلم دوننا؟ فقال: يا بنت رسول الله ! والله ما ورثت أباك ذهبا ولا فضة ولا كذا ولا كذا فقالت: سهمنا بخيبر وصدقتنا فدك فقال: يا بنت رسول ! سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنما هي طعمة أطعمنيها الله حياتي فإذا مت فهي بين المسلمين[331]

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور پوچھا: "جب آپ مر جائیں گے تو آپ کا وارث کون ہو گا:"؟ انھوں نے کہا:" میری اولاد" جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "پھر آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ ہمارے ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث بن گئے ہو" انھوں نے کہا: "اے بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی قسم میں نے آپ کے والد سے سونا، چاندی یا کسی اور چیز کی کوئی وراثت نہیں پائی ہے" سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا خیبر ہمارا

331 البلاذری، احمد بن یحیی ، فتوح البلدان ، بحث فدک ، مؤسسة المعارف ، بیروت ، ص۴۲-۴۳

حصہ اور فدک ہمارا صدقہ ہے"۔ابو بکر ضی اللہ عنہ نے کہا؛"اے بنت رسول ﷺ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وجہ معاش اللہ نے میری زندگی تک کے لیے عطا فرمائی ہے جب میں مروں تو اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہ کی تمام تر رویات میں ایک ہی مضمون روایت کیا گیا ہے۔ لیکن ان روایات سے استدلال کسی صورت جائز نہیں کیونکہ یہ روایت غیر مستند ہیں جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

فتوح البلدان میں دو غیر مستند روایات

پہلی روایت:

حدثنا عبد الله بن ميمون المكتب قال: أخبرنا الفضيل بن عياض عن مالك ابن جعونه، عن أبيه قال: قالت فاطمة لابي بكر: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم جعل لى فدك فاعطني إياها وشهد لها على بن أبى طالب فسألها شاهدا آخر، فشهدت لها أم أيمن فقال: قد علمت يا بنت رسول الله أنه لا تجوز إلا شهادة رجلين أو رجل وامرأتين فانصرفت.[332]

مالک بن جعونہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا"فدک مجھے

332 البلاذری ، احمد بن یحیی بن جابر ، فتوح البلدان ، ص۴۳

دے دو کہ وہ رسول اللہ نے میرے لیے مخصوص فرمادیا تھا''اور شہادت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پیش کیا،انھوں نے دوسرا گواہ مانگا،آپ نے ام ایمن کو پیش کیا،انھوں نے کہا کہ :''اے بنت رسول اللہ ﷺ !آپ جانتی ہیں کہ شہادت بغیر اس کے جائز نہیں ہوتی کہ دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں''۔یہ سن کر وہ واپس چلی گئیں۔

اس روایت میں عبداللہ بن میمون ایک راوی ہے اس نام سے دو اشخاص کا ذکر علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کیا ہے۔اور دونوں کے بارے میں آئمہ جرح و تعدیل کے اقوال سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں غیر معتمد راوی ہیں۔

عبدالله بن ميمون [ت] القداح المكى . عن جعفر بن محمد ، وطلحة ابن عمرو . قال أبو حاتم : متروك . وقال البخاري ذاهب الحديث . وقال ابن حبان : لا يجوز أن يحتج بما انفرد به.[333]

''عبداللہ بن میمون (ت) القداح المکی ، اس نے جعفر بن محمد (یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ)اور طلحہ بن عمرو سے روایات نقل کی ہیں امام ابو حاتم فرماتے ہیں یہ متروک ہے ، امام بخاری کہتے ہیں : اس کی حدیث رخصت ہو گئی تھی ، ابن حبان کہتے ہیں : جب یہ کسی سے روایت کو نقل کرنے میں منفرد ہو تو اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے''

''عبدالله بن ميمون . عن زهير بن منقذ لا يدرى من ذا ، وكذا شيخه روى عنه ابن أبى نجيح''[334]

''اس نے زہیر بن منقذ سے روایات نقل کی ہیں۔یہ پتا نہیں چل سکا کہ یہ کون ہے اسی طرح اس کے استاد کا بھی پتا نہیں چل سکا ابن ابو نجیح نے اس

---

333 ذہبی ، میزان الاعتدال ، ج۴ ، ص ۲۱۱-۲۱۰، رقم :۴۶۴۷

334 ذہبی ، میزان الاعتدال ، ص ۲۱۱، رقم : ۴۶۴۸

سے روایات نقل کی ہیں“

مالک بن جعونہ مجہول الحال ہے اس سے متعلق معجم الکبیر (للطبرانی) کے محقق حمدی عبدالمجید سلفی ایک روایت کی سند پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وفیہ مالک بن جعونۃ ولم اعرفہ“[335]

”اور اس میں مالک بن جعونہ ہے اور ہم اس کو نہیں جانتے“

ان اقوال کی روشنی میں یہ روایت غیر مستند اور ناقابل احتجاج ہے۔

دوسری روایت:

وحدثني روح الكرابيسي قال: حدثنا زيد بن الحباب قال: أخبرنا خالد ابن طهمان، عن رجل حسبه روح جعفر بن محمد أن فاطمة رضى الله عنها قالت لابي بكر الصديق رضى الله عنه: أعطني فدك، فقد جعلها رسول الله صلى الله عليه وسلم لى فسألها البينةفجاءت بأم أيمن ورباح مولى النبي صلى الله عليه وسلم فشهدا لها بذلك فقال: إن هذا الامر لاتجوز فيه إلا شهادة رجل وامرأتين.[336]

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”فدک مجھے دے دو کہ وہ رسول اللہ نے میرے لیے مخصوص فرمادیا تھا“ اور شہادت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پیش کیا، انھوں نے دوسرا گواہ مانگا، آپ نے ام ایمن اور رباح کو جو نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے پیش فرمایا، دونوں نے شہادتیں دیں، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ”کسی معاملہ میں یہ ثبوت کافی نہیں ہو سکتا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت

---

335 الطبرانی ،احمد بن سلیمان، المعجم الکبیر، ج۲۳ ، ص ۳۲۹

336 البلاذری ، احمد بن یحیی بن جابر، فتوح البلدان ،ص۴۴، ۴۳

ہونی چاہیے۔

اس روایت کی سند پر اگر غور کریں تو اس روایت کی سند میں کے آخر میں "**عن رجل حسبه جعفر بن محمد**" کے الفاظ ہیں اب یہاں رجل سے مراد کون شخص ہے یہ بات مجہول ہے جیسا کہ سند سے واضح ہے مکمل سند کا ترجمہ یوں ہے مجھ سے بیان کیا روح الکرابیسی نے وہ فرماتے ہیں۔ ہم سے بیان کیا زید بن الحباب نے وہ فرماتے ہیں ہمیں خبر دی خالد بن طہمان نے اور ان سے ایک اور شخص نے جسے روح نے محمد بن جعفر سمجھا۔ اب یہاں بات واضح نہیں ہے۔ اگر یہاں رجل سے مراد سیدنا امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ ہیں تو یہ روایت سنداً مرسل ہیں امام جعفر بن محمد (امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ)مرسلاً بیان کر رہے ہیں۔ سیدنا امام جعفر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا لہذا یہ مرسل روایت ہے۔

اس روایت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا اور اگر روح کے قیاس پر اس کو محمول کریں جیسا کہ سند میں بیان ہوا ہے کہ رجل سے مراد روح نے جعفر بن محمد مراد لیے ہیں تو یہاں قطعیت سے نہیں کہا جا سکتا کہ رجل سے مراد کون ہے یعنی انتہائے سند سے ایک راوی مجہول ہے جس کی کچھ ہتا نہیں کہ وہ کون ہے۔ القصہ مختصر دونوں صورتوں میں یہ روایت غیر مستند ہے۔

طبقات ابن سعد میں دو غیر مستند روایات

پہلی روایت:

أخبرنا محمد بن عمر حدثني هشام بن سعد عن عباس بن عبد الله بن معبد عن جعفر قال جاءت فاطمة إلى أبي بكر تطلب ميراثها وجاء العباس بن عبد المطلب يطلب ميراثه وجاء معهما علي فقال أبو بكر قال رسول الله لا نورث ما تركنا صدقة وما كان النبي يعول فعلي فقال علي ورث سليمان داود وقال زكريا يرثني ويرث من آل يعقوب قال أبو بكر هو هكذا وأنت والله تعلم مثلنا أعلم فقال علي هذا كتاب الله ينطق فسكتوا وانصرفوا[337]

جعفر سے روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی میراث طلب کرنے کے لیے آئیں اور سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اپنی میراث طلب کرنے آئے، اور ان دونوں کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی آئے، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارا کوئی وارث نہیں ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے اور جن کی کفالت رسول اللہ ﷺ کرتے تھے وہ میرے ذمے ہے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سلیمانؑ تو داودؑ کے وارث

---

337 ابن سعد ، مُحمد بن سعد ، کتاب الطبقات الکبیر ،فی مغازی رسول اللہ ﷺ و سرایاہ،ذکر میراث رسول اللہ ﷺ ، وما ترک، مکتبۃ الخانجی ،با لقاھرہ ، ج۲ ص۲۷۴

بنے تھے ،اور زکریاؑ نے فرمایا تھا مجھے اولاد دے جو میرا وارث بنے اور آل یعقوبؑ کا بھی وارث بنے ،سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی میراث کا معاملہ اسی طرح ہے ،تم تو واللہ اسی طرح جانتے ہو جس طرح میں جانتا ہوں ،سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کتاب اللہ ہے جو بول رہی ہے ،پس وہ سب خاموش ہو گئے اور چلے گئے۔

دوسری روایت:

أخبرنا محمد بن عمر أخبرنا هشام بن سعد عن زيد بن أسلم عن أبيه قال سمعت عمر يقول لما كان اليوم الذي توفي فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم بويع لأبي بكر في ذلك اليوم فلما كان من الغد جاءت فاطمة إلى أبي بكر معها علي فقالت ميراثي من رسول الله أبي صلى الله عليه وسلم فقال أبو بكر أمن الرثة أو من العقد قالت فدك وخيبر وصدقاته بالمدينة أرثها كما يرثك بناتك إذا مت فقال أبو بكر أبوك الله خير مني وأنت والله خير من بناتي وقد قال رسول الله لا نورث ما تركنا صدقة يعني هذه الأموال القائمة فتعلمين أن أباك أعطاكها فوالله لئن قلت نعم لأقبلن قولك ولأصدقنك قالت جاءتني أم أيمن فأخبرتني أنه أعطاني فدك قال فسمعته يقول هي لك فإذا قلت قد سمعته فهي لك فأنا أصدقك وأقبل قولك قالت قد أخبرتك ما عندي[338]

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب وہ دن ہوا جس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو

[338] ابن سعد ، مُحمد بن سعد ، كتاب الطبقات الكبير ،فی مغازی رسول اللهﷺو سراياه،ذكر ميراث رسول الله ﷺ ، وما ترک، ج۲ ص۲۷۴

اسی روز سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی گئی دوسرا دن ہوا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں ،انھوں نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے والد، رسول اللہ ﷺ کی میراث مجھے ملنی چاہیے، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آیا اسباب خانہ داری سے یا جائیداد سے انھوں نے کہا کہ فدک ، خیبر ،صدقات مدینہ کی میں وارث ہوں جیسا کہ جب آپ مریں گے تو آپ کی بیٹیاں آپ کی وارث ہوں گی، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخدا آپ کے والد مجھ سے بہتر تھے ،آپ واللہ میری بیٹیوں سے بہتر ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے ،یعنی اموال موجودہ،آپ جانتی ہیں کہ آپ کے والد نے وہ آپ کو دے دیا ہے ،واللہ اگر آپ ہاں کہہ دیں تو میں ضرور ضرور آپ کا قول قبول کروں گا اور ضرور ضرور آپ کی تصدیق کروں گا،انھوں نے کہا کہ میرے پاس ام ایمن آئیں اور انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ رسول اللہ ﷺ نے فدک مجھے دیا ہے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر آپ نے بھی آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا کہ فدک آپ کے لیے ہے، اگر آپ ہاں کہہ دیں گی کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ فدک آپ کے لیے ہے تو میں تصدیق کروں گا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا جو دلیل میرے پاس تھی اس سے میں آپ کو آگاہ کر چکی۔

یہ دونوں روایات محمد بن عمر الواقدی کی وجہ سے سخت ضعیف ہیں یعنی غیر مستند ہیں جیسا کہ اس کے ترجمہ میں ہم واضح کر چکے ہیں۔ان روایات سے استدلال کسی صورت جائز نہیں۔

تاریخ المدینہ لابن شبہ میں ایک غیر مستند روایت

حدثنا محمد بن عبد الله بن الزبير قال، حدثنا فضيل ابن مرزوق قال، حدثني النميري بن حسان قال: قلت لزيد بن علي رحمة الله عليه و أنا أريد أن أهجن أمر أبي بكر: إن أبا بكر رضي الله عنه انتزع من فاطمة رضي الله عنها فدك فقال: إن أبا بكر رضي الله عنه كان رجلا رحيما، و كان يكره أن يغير شيئا تركه رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأتته فاطمة رضي الله عنها فقالت: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم أعطاني فدك فقال لها: هل لك على هذا بينة فجاءت بعلي رضي الله عنه فشهد لها، ثم جاءت بأم أيمن فقالت: أليس تشهد أني من أهل الجنة؟ قال: بلى قال أبو أحمد: يعني أنها قالت ذاك لابي بكر وعمر رضي الله عنهما قالت: فأشهد أن النبي صلى الله عليه وسلم أعطاها فدك فقال أبو بكر رضي الله عنه: فبرجل و امرأة تستحقينها أو تستحقين بها القضية؟ قال زيد بن علي: و أيم الله لو رجع الامر إلى لقضيت فيها بقضاء أبي بكر رضي الله عنه.[339]

نمیری بن حسان کہتے ہیں کہ میں نے زید بن علی سے کہا اور میرا ارادہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے معاملے کو عیب دار کرنے کا تھا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فدک چھین لیا، تو اس نے کہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ تو رحم دل آدمی تھے، اور وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ میں سے کسی شے کو تبدیل کریں، تو ان کے پاس سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے

---

339 النميرى ، عمر بن شبة ، اخبار المدينة النبوية ،ذكر فاطمة و العباس و على رضى الله عنهم و طلب ميراثهم من تركة النبى ﷺ، دار العليا ن ، ج١،ص ١٩٢-١٩٣

فدک دے دیا تھا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے ؟، تو وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو لے کر آئیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں گواہی دی، پھر ام ایمن کو وہ لے آئیں تو انھوں نے (سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے) کہا، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اہل جنت میں سے ہوں انھوں نے کہا کیوں نہیں، ابو احمد نے کہا، یعنی انھوں نے یہ بات سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کی، انھوں نے کہا، میں گواہی دیتی ہوں کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا تھا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا آپ فقط ایک مرد اور ایک عورت سے اس کی مستحق بنیں گی، یا اس کے فیصلے کی مستحق بنیں گے، زید بن علی نے کہا کہ اللہ قسم اگر یہ معاملہ میرے پاس آتا تو میں بھی وہی فیصلہ کرتا جو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

یہ روایت چند ایک وجوہ سے غیر مستند ہے۔ اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن عبداللہ بن زبیر سے متعلق امام عجلی ''معرفۃ الثقات'' میں بیان فرماتے ہیں:

''محمد بن عبد الله بن الزبير الأسدي يكنى أبا أحمد كوفى ثقة وكان يتشيع''[340]

''محمد بن عبداللہ زبیر الاسدی جن کی کنیت ابو احمد ہے یہ کوفی تھے اور شیعہ تھے''

---

340 العجلی ،احمد بن عبدالله ، معرفة الثقات ، مكتبة الدار ، مدينة المنورة ، ١٤٠٥ھ ، ج٢ ص ٢٤٢ ، رقم : ١٦١١

امام ابو حاتم بیان کرتے ہیں:

"حدثنا عبد الرحمن قال سئل ابی عن ابی احمد الزبیري فقال حافظ للحدیث عابد مجتهد له اوهام"[341]

"مجھے عبد الرحمن نے بتایا وہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے ابو احمد الزبیری کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ حدیث کے بہت بڑے حافظ ہیں مجتہد ہیں لیکن انہیں وہم لاحق ہو جاتا ہے"

فضیل بن مرزوق سے متعلق امام عجلی بیان فرماتے ہیں:

"فضیل بن مرزوق جائز الحدیث ثقة و کان فیه تشیع"[342]

"فضیل بن مرزوق جائز الحدیث اور ثقہ راوی ہیں اور ان میں تشیع پایا جاتا ہے"

امام ابو حاتم بیان فرماتے ہیں:

"نا عبد الرحمن قال سألت ابی عن فضیل بن مرزوق فقال هو صدوق صالح الحدیث یهم کثیرا یکتب حدیثه, قلت یحتج به؟ قال لا."[343]

" مجھے عبد الرحمن نے بتایا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے فضیل

---

341 الرازی ، عبد الرحمن بن أبي حاتم، كتاب الجرح و التعديل ، احياء التراث العربی ، بیروت ، ج۷، ص ۲۹۷ ،رقم : ۱۶۱۱
مزی ، تہذیب الکمال ، ج،۲۵،ص ۴۸۰-۴۷۹ ؛ عسقلانی ، تہذیب التہذیب ، ج۵، ص ۶۶۵، رقم :۷۱۲۵

342 العجلی ، معرفة الثقات ، ج۲ ص ۲۴۲ ، رقم : ۱۴۸۸

343 الرازی ، عبد الرحمن بن أبي حاتم، كتاب الجرح و التعديل ،ج۷، ص ۷۵،رقم : ۴۲۳

بن مرزوق سے متعلق پوچھا تو انھوں نے جواب دیا وہ صدوق اور صالح الحدیث ہیں بہت اہم ہیں وہ اپنی حدیث لکھتے ہیں میں نے پوچھا کیا اس سے دلیل پکڑ سکتے ہیں انھوں نے کہا نہیں۔"

امام ابن حبان بیان فرماتے ہیں:

"کان ممن یخطیء"[344]

"یہ غلطیاں کرنے والوں میں سے تھے۔"

فضیل بن مرزوق کے حوالے سے ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں بیان فرماتے ہیں :

"قال معاذ بن معاذ سألت الثوري عنه فقال ثقة و قال الحسن بن علي الحلواني سمعت الشافعي يقول سمعت بن عيينة يقول فضيل بن مرزوق ثقة و قال بن أبي خيثمة عن بن معين ثقة و قال عبد الخالق بن منصور عن بن معين صالح الحديث إلا أنه شديد التشيع و قال أحمد لا أعلم إلا خيرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔و قال النسائي ضعيف"

"معاذ بن معاذ کہتے ہیں میں نے ثوری سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا یہ ثقہ ہیں اور حسن بن علی حلوانی فرماتے ہیں میں نے امام شافعی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے (شافعی) ابن عیینہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فضیل بن مرزوق ثقہ ہیں اور ابن ابی خیثمہ ابن معین کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے اور عبد الخالق بن منصور ابن معین کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ یہ صالح الحدیث ہیں مگر ان میں شدید ترین تشیع پایا جاتا ہے اور احمد نے کہا ہم اس سے متعلق خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے۔۔۔۔۔۔۔

---

[344] ابن حبان ، محمد بن حبان ، کتاب الثقات، دائرة المعارف العثمانية ، حیدر آباد دکن ، ۱۳۹۳ھ ، ، ج۷ ، ص ۳۱۶

اور امام نسائی نے کہا کہ یہ ضعیف ہے"

محمد بن عبداللہ بن زبیر اور فضیل بن مرزوق بظاہر ثقہ راوی ہیں لیکن ان میں تشیع پایا جاتا ہے یہاں تشیع سے مراد رافضیت نہیں ہے یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف ہرزہ سرائی نہیں کرتے تھے۔ یہاں تشیع سے مراد غالباً سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی افضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ علامہ ذہبی نے فضیل بن مرزوق کی طرف تشیع کی نسبت کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا نہیں کہتے تھے۔

"قلت: و کان معروفا بالتشیع من غیر سب"[345]

"(امام ذہبی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں: یہ تشیع کے حوالے سے معروف ہے لیکن یہ (صحابہ کرام کو) برا بھلا نہیں کہتا"

ان اقوال سے یہ بات بھی واضح ہے کہ محمد بن عبداللہ بن زبیر اور فضیل بن مرزوق ثقہ راوی ہیں لیکن ان سے متعلق یہ قول بھی آئمہ سے منقول ہے کہ یہ ضعیف راوی ہیں۔ محمد بن عبداللہ بن زبیر سے متعلق تو یہ بھی بیان ہوا کہ ان کو وہم لاحق ہو جایا کرتا ہے۔ اگر ان کو ضعیف راوی تصور کر لیا جائے تو یہ روایت اس اعتبار سے غیر مستند قرار پاتی ہے۔ اور اگر ان سے متعلق جرح کا قول نظر انداز کر دیا جائے تو تب بھی یہ روایت غیر مستند ہے۔

محمد بن عبداللہ بن زبیر اور فضیل بن مرزوق سے اس روایت کو بیان کرنے خطا لاحق ہوئی ہے اور وہ خطا ثقات کی مخالفت ہے۔ کسی بھی ثقہ راوی سے حدیث فدک کے باب میں اس واقعہ کا ثبوت نہیں ملتا۔ حدیث فدک کے باب میں مستند بات حدیث زہری بطریق معمر اور حدیث ابو طفیل ہی ہے۔ جس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حدیث وراثت

345 ذہبی ، میزان الاعتدال ، ج ۵، ص ۴۴۰، رقم :٦٧٧٨

سن کر مطمئن ہو گئی ہیں۔ ان کو ثقہ قرار دینے کے ساتھ ساتھ چند ایک محدثین نے ان کی تضعیف بھی کی ہے۔ جیسا کہ امام نسائی اور ابن حجر کے کلام سے واضح ہے۔ علامہ ذہبی نے فضیل بن مرزوق سے متعلق کئی ایک اہل علم کے اقوال نقل کرنے بعد اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

"قلت: عطية أضعف منه. قال ابن عدى: عندي أنه إذا وافق الثقات يحتج به. وروى أحمد بن أبي خيثمة، عن ابن معين: ضعيف"[346]

"(امام ذہبی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں عطیہ اس سے زیادہ ضعیف ہے، ابن عدی کہتے ہیں: میرا خیال یہ ہے کہ یہ جب ثقہ راویوں کے موافق نقل کرے تو اس سے استدلال کیا جائے گا احمد بن ابی خیثمہ نے یحیی بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے: یہ ضعیف ہے"

ان اقوال سے یہ واضح ہے کہ فضیل بن مرزوق کی یہ روایت نا قابل احتجاج ہے کیونکہ اس میں ثقات کی مخالفت پائی گئی ہے۔ یہ روایت مزید وجوہ کی بناء پر بھی غیر مستند قرار پاتی ہے۔ فضیل بن مرزوق نے اس روایت کو النمیری بن حسان سے روایت کیا ہے یہ النمیری بن حسان کون ہے، اس کے بارے میں کوئی معلومات ہمارے علم میں نہیں لہذا یہ راوی ہمارے نزدیک مجہول الحال ہے۔ بعض نسخوں میں حسان کی جگہ حیان آیا ہے۔ جو کہ تصحیف ہے۔ یہی روایت شرح نہج البلاغہ میں ابن الحدید نے بھی نقل کی ہے اس میں النمیری بن حسان کی جگہ البحتری بن حسان لکھا ہوا ہے جو کہ واضح تصحیف[347] ہے۔

---

346 ذہبی، محمد بن احمد، میزان الاعتدال، ج۵، ص ۴۴۰

347 ہم جنس یا ہم شکل لفظوں کے پڑھنے لکھنے یا کتابت میں غلطی کرنا، اصل عبارت کو بدل دینا، نقطے بدل دینا/ حدیث مصحف، تصحیف سے ماخوذ ہے جس کے معانی ہیں پڑھنے اور لکھنے میں غلطی

قال أبو بكر : و أخبرنا أبو زيد قال : حدثنا محمد بن عبد الله بن الزبير قال : حدثنا فضيل بن مرزوق قال : حدثنا البحترى بن حسان قال : قلت لزيد بن على عليه السلام و أنا أريد أن أهجن أمر أبى بكر ، أن أبا بكر أنتزع فدك من فاطمة عليه السلام رحيما ، و كان يكره أن يغير شيئا فعله رسول الله صلى الله عليه و آله، فأتته فاطمة فقالت : إن رسول الله صلى الله عليه و آله أعطاني فدك، فقال لها : هل لك على هذا بينة؟ فجاءت بعلى عليه السلام ، فشهدلها ، ثم جاءت أم أيمن فقالت : ألستما تشهدان أنى من أهل الجنه !قالا : بلى قال أبو زيد يعنى أنها قالت لابي بكر و عمر - قالت : فأنا أشهد أن رسول الله صلى الله عليه و آله أعطاها فدك، فقال أبو بكر : فرجل آخر أو أمراة أخرى لتستحقي بها القضيه . ثم قال أبو زيد: و ايم الله لو رجع الامر إلى لقضيت فيها بقضاء أبى بكر . [348]

ان دونوں روایات کی مرکزی سند ایک ہی ہے یعنی محمد بن عبد اللہ بن زبیر اور فضیل بن مرزوق دونوں اس روایات کی سند میں موجود ہیں۔ سند میں راوی کے نام کی تبدیلی بظاہر یہی ظاہر کر رہی ہے کہ یہ راوی کی خطا ہے۔

کیونکہ ایک ہی روایت میں ایک جگہ فضیل النمیری بن حسان کا نام لے رہا ہے جو کہ مجہول ہے اور دوسری جگہ البحتری بن حسان کا نام لے رہا ہے یہ بھی مجہول الحال ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ میری ناقص معلومات کے مطابق امام زید بن علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں ان دونوں اشخاص کا نام نہیں ملتا۔

کرنا۔اصطلاح میں وہ حدیث جس میں سند اور متن کی صورت تو بدستور باقی رہے مگر نقطوں میں تبدیلی کے ساتھ ثقہ کی مخالفت ہو جائے۔

348 ابن ابی الحدید ، عبدالحمید بن هبة الله ، شرح نہج البلاغة ، ج١٦، ص٣٢٦ (سابقه روایت کا ترجمه ملاحظه فرمائیں)

یہ کون ہیں ان سے متعلق تاریخ بالکل خاموش ہے۔ پھر تاریخ ابن شبہ میں قال ابو احمد کے الفاظ ہیں۔ جبکہ شرح بن الحدید میں قال ابو زید کے الفاظ ہیں اسی طرح متن کے آخر میں تاریخ ابن شبہ میں قال زید بن علی لکھا ہوا ہے جبکہ شرح ابن الحدید میں قال ابو زید لکھا ہوا ہے۔ ان دلائل سے یہ واضح ہے کہ یہ مضطرب روایت ہے۔ محمد بن عبداللہ بن زبیر جو کہ کثیر الوہم ہیں اور فضیل بن مرزوق جو ثقہ ہونے کے ساتھ ساتھ خطا کر جاتے ہے اور ان کی خطا اور وہم قارئین کے سامنے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ان تمام تر دلائل سے اگر صرف نظر کر لیا جائے تو یہ روایت ایک اور دلیل سے غیر مستند قرار پاتی ہے اور وہ یہ کہ سیدنا زید بن علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی ان کی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ہے۔ اس اعتبار سے اس روایت کی سند ہی منقطع ہے۔ اور منقطع سند سے استدلال کسی صورت بھی جائز نہیں۔ مزید حدیث فدک کے باب میں سیدہ فاطمہ اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو مکالمہ راویان نے بیان کیا ہے غیر مستند ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے یہ بات کہ انھوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ سے گواہ طلب کیے تھے غیر مستند بات ہے۔ اس کی اصل کسی صحیح روایت میں موجود نہیں۔ جو روایات کتب تاریخ میں منقول ہیں وہ تمام تر روایات ناقابل احتجاج ہیں۔ اس روایات کی اسناد میں موجود راویان پر ہم سیر حاصل کلام کر چکے ہیں۔ لہذا ان روایات کو بطور دلیل پیش کرنا کسی صورت درست نہیں۔ مزید یہ کہ اس مسئلہ پر امام حماد بن اسحاق نے سیر حاصل بحث کی ہے وہ فرماتے ہیں:

"قال حماد: أن فاطمة رضي الله عنها طلبت فدك و ذكرت أن رسول الله صلّى الله عليه و سلم أقطعها أياها و شهد لها علي رضي الله عنه فلم يقبل أبو بكر شهادته لأنه زوجها فهذا أمر لا أصل له ولا تثبت به

روایۃ"[349]

"حماد فرماتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے) فدک کا مطالبہ کیا اور اس بات کا ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فدک ان کو عطا کر دیا تھا اور بطور شہادت انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پیش کیا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس شہادت کو قبول نہیں کیا کیونکہ وہ ان کے شوہر تھے اس امر کی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ ہی یہ روایت (مستند ذرائع سے) ثابت ہے"

ان تمام تر دلائل سے یہ بات درجہ ثبوت کو پہنچ چکی کہ یہ روایت اور اس عنوان سے متعلق تمام تر روایات غیر مستند ہیں اس روایت سے پہلے جن روایات میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مکالمہ منقول ہے وہ سب ضعیف روایات ہیں۔ اور یہ روایت راویان کا وہم اور ان کی خطا ہے جو کہ ہم واضح کر چکے ہیں۔

خلاصہ کلام:

ان تمام تر دلائل سے یہ بات درجہ ثبوت کو پہنچ چکی کہ حدیث فدک کے ذیل میں بعض الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہیں بلکہ امام زہری کے ہیں یعنی امام زہری اس روایت کو بیان کرنے کے بعد اس روایت پر تبصرہ فرما رہے ہیں۔ کہ سیدہ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے خفا ہو گئیں وغیرہ وغیرہ۔ بعض اذہان میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ جن روایات پر سیر حاصل تحقیق کی گئی ہے ان روایت میں اکثر راوی ثقہ ہیں لیکن ان ثقات سے متعلق کبھی یہ کہنا کہ فلاں سے خطا ہوئی ہے کبھی یہ کہنا کہ فلاں

---

[349] البغدادی ، حماد بن اسحاق ، ترکۃ النبی ﷺ ، تحقیق ، اکرم ضیاء العمری ، ج١ ص ٨٦

کو وہم لاحق ہوا ہے اور کبھی یہ کہنا کہ فلاں سے نسیان ہوا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف راوی ثقہ ہو اور ساتھ اس سے روایت بیان کرتے ہوئے خطا ہو جائے۔ اگر روای مخطی ہے تو وہ ثقہ کیسے ہے۔اولاًاس کا جواب یہ ہے کہ ایسی بات کرنے والااس فن سے بالکل واقف نہیں ہے ثقہ ہونے کا یہ ہر گز مطلب نہیں کہ راوی سے حدیث بیان کرنے میں خطا نہیں ہو سکتی۔

ضعیف تو ضعیف ثقہ سے بھی خطا کا صدور ممکن ہے۔ اور یہاں خطا سے مراد روایت حدیث میں کذب بیانی نہیں ہے راوی بعض اوقات اختلاط کا شکار ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات راوی کو بعض الفاظ کے نقل کرنے میں وہم لاحق ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات راوی سے کچھ الفاظ حذف ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام کے تمام امکانات درست ہیں اس سے راوی کی ثقاہت پر فرق نہیں پڑتااور جہاں تک اس مکمل تحقیق کا تعلق ہے۔ ہم نے جس جس روایات پر سیر حاصل کلام کیا فن حدیث کی روشنی میں کیا۔ ثقہ راوی کے تفردات کو واضح کیا۔ ثقہ راوی کے وہم کو متعین کیا۔

آئمہ فن رجال و جرح و تعدیل سے ثقات سے خطا کے صدور کے امکان سے متعلق کئی ایک اقوال منقول ہیں۔ یہ بات ہم نے اپنی طرف سے نہیں کی۔اس پر ماہرین کا اتفاق ہے کہ دلائل کی بنیاد پر صدوق راوی کی روایت بھی مسترد کی جاسکتی ہے۔ اگر روایت مسترد ہو سکتی ہے تو روایت میں موجود مدرج الفاظ، شاذ الفاظ، اور وہم پر مبنی الفاظ کا تعین کر کے فقط ان الفاظ کو بھی مسترد کیا جاسکتا ہے۔

ثقات سے خطا کا صدور ممکن ہے:

کسی بھی ثقہ راوی سے روایت بیان کرتے ہوئے خطا کا صدور ممکن ہے حدیث

کے طالب کے لیے ضروری ہے وہ دلائل سے اس خطا کا تعین کرے تا کہ ایسا نہ ہو کہ خوامخواہ ثقات سے متعلق خطا کا قول عام ہو جائے اور بغیر کسی دلیل کے ہر خاص و عام فقط خطا کے صدور کے امکان کو سامنے رکھ کر ثقات کی ہر روایت کا انکار کر دے۔

امام یحیی بن معین فرماتے ہیں:

" لست أعجب ممن يحدث فيخطىء إنما العجب ممن يحدث فيصيب "[350]

" مجھے اس پر تعجب نہیں کہ جو کوئی حدیث بیان کرے اور غلطی کرے بلکہ اس پر تعجب ہے کہ جو کوئی حدیث بیان کرے اور غلطی نہ کرے "

مزید فرماتے ہیں:

" من لا يخطىء في الحديث فهو كذاب "[351]

جو حدیث بیان کرنے میں غلطی نہ کرے وہ جھوٹا ہے "

ہر ثقہ راوی سے خطا کا صدور ممکن ہے اس حوالے سے امام احمد بن حنبل اور امام علی بن عبد اللہ المدینی کا مکالمہ ملاحظہ فرمائیں۔

" سمعت أبي يقول كنت أنا وعلي بن المديني فذكرنا أثبت من يروي عن الزهري فقال علي : سفيان بن عيينة وقلت أنا مالك بن أنس وقلت مالك أقل خطأ عن الزهري و ابن عيينة يخطىء في نحو عشرين حديثا عن الزهري في حديث كذا و حديث كذا فذكرت

---

[350] ابن معين ، يحيى بن معين ، تاريخ ابن معين (برواية الدورى) ج۴ ، ص۱۲-۱۳ ، رقم : ۵۲

[351] ابن معين ، يحيى بن معين ، تاريخ ابن معين (برواية الدورى) ، ج۴ ، ص ۲۷۴ ،رقم :۴۳۲۴

منها ثمانية عشر حديثا و قلت هات ما أخطأ فيه مالك فجاء بحديثين أو ثلاثة فرجعت فنظرت فيما أخطأ فيه بن عيينة فإذا هي أكثر من عشرين حديثا."[352]

" عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے والد صاحب (امام احمد) کو کہتے سنا کہ میں اور علی بن مدینی ساتھ تھے۔ وہاں ہم نے تذکرہ شروع کیا کہ زہری سے روایت بیان کرنے میں اثبت (سب سے زیادہ قابل اعتبار) کون ہے۔ تو علی بن مدینی نے کہا کہ سفیان بن عیینہ اثبت ہیں اور میں نے کہا کہ امام مالک بن انس اثبت ہیں۔ کیونکہ امام مالک کی زہری سے غلطیاں (بمقابلہ سفیان) تھوڑی ہیں۔ جبکہ ابن عیینہ نے ہیں کے قریب احادیث میں زہری سے روایت بیان کرنے میں غلطی کی ہے، جیسے فلاں اور فلاں حدیث میں، یہاں تک کہ ان (بیس) میں سے میں نے اٹھاراں روایات گنوادیں۔ اور پھر کہا، لائیں دکھائیں جو مالک نے غلطیاں کی ہیں! تو علی بن مدینی صرف دو یا تین احادیث لاسکے۔ پھر جب میں گھر لوٹا (اور مزید تحقیق کی) تو سفیان بن عیینہ کی بیس سے زائد روایات میں غلطیاں تھیں۔"

امام مسلم بن حجاج فرماتے ہیں:

"فليس من ناقل خبر و حامل أثر من السلف الماضين إلى زماننا و إن كان من أحفظ الناس، و أشدهم توقياً و اتقاناً لما يحفظ و ينقل إلا الغلط و السهو ممكن في حفظه و نقله"[353]

"ماضی کے سلف جو خبر کے ناقل اور آثار کو تھامنے والے تھے سے لے کر

---

[352] ابن حنبل ، احمد بن محمد ، كتاب العلل والمعرفة ، الرجال ، ج٢، ٣٥٠- ٣٤٩، رقم : ٢٥٤٣

[353] القشيرى ، مسلم بن حجاج ، كتاب التمييز ، وزارة المعارف السعودية ، الرياض ، ١٤٠٢هـ، ص١٧٠

آج ہمارے زمانے تک کوئی ایسا موجود نہیں تو نقل وحفظ میں غلطی اور بھول
سے پاک ہو بے شک وہ لوگوں میں سب سے بڑا حافظ اور سب سے زیادہ
قوی اور اتقان والا ہو۔"

امام ترمذی فرماتے ہیں:

"**لم يسلم من الخطأو الغلط كبير أحد من الآئمة مع حفظهم**"[354]
" اپنے حفظ کے باوجود بڑے سے بڑے آئمہ میں سے بھی کوئی غلطی سے و
خطاسے محفوظ نہیں"

ان اقوال کی روشنی میں یہ بات اثبت ہے کہ ہر ثقہ راوی سے خطا کا صدور ممکن ہے اور خطاہوئی بھی ہے جیسا کہ امام احمد ابن حنبل نے بیان کیا لیکن اس کے ضروری ہے کہ راوی کی طرف سے حدیث میں پائی جانے والی غلطی کو دلائل سے واضح کیا جائے۔ ہم نے د لائل کے ساتھ راوی کی خطا، وہم اور تفرد اور ادراج کو واضح کیا ہے۔

ایک گزارش:

میں ایک انسان ہوں۔ میں خطاسے معصوم نہیں ہوں میں تقریباً دوسال سے اس کتاب پر کام کر رہاہوں الحمدللہ آج یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ میں نے علم و عقل کے مسلمات کی روشنی میں ان حوالہ جات سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا اور مسلک و منہج حق اہل السنۃ والجماعت کے موقف کو واضح کیا۔ میری اس تحقیق میں کوئی سقم نظر آئے، اصول تحقیق، اصول حدیث یا علم و عقل کے مسلمات کے مطابق کوئی خطا نظر آئے تو ضرور میری اصلاح

---

354 الترمذی ، محمد بن عیسی ، العلل الصغیر ، دار احیاء التراث العربی ، بیروت ، ۱۳۵۷ھ ، ص ۷۴۶

فرمائیں۔اللہ تعالی ہم سب کو رجوع الی الحق نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد طلحہ علوی،ایم فل اسکالر:03041399692

مندرجہ بالا روایات کے اجمالی خاکے کا جدول

نمبر شمار	کتاب کا نام	تعداد	نمبر شمار	کتاب کا نام	تعداد
1	صحیح بخاری	05	14	مصنف عبدالرزاق	01
2	صحیح مسلم	03	15	شرح معانی الآثار	01
3	سنن ترمذی	02	16	شرح مشکل الآثار	01
4	سنن ابی داود	04	17	صحیح ابن حبان	02
5	سنن نسائی	01	18	دلائل النبوۃ	01
6	سنن بیہقی	06	19	المعجم الاوسط	01
7	المنتقی من السنن	01	20	ترکۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	03
8	مسند احمد	06	21	تاریخ طبری	01
9	مسند ابی عوانۃ للاسفرائینی	03	22	تاریخ المدینۃ لابن شبۃ	06
10	مسند ابی یعلی	03	23	طبقات ابن سعد	04
11	مسند الشامیین	01	24	فتوح البلدان	03
12	مسند البزار	01	25	مسند ابی بکر صدیق للمروزی	04
13	مسند اسحاق بن رھویہ	01	26	الجمع بین الصحیحین للحمیدی	01

مصادرومراجع

القرآن الحکیم

الحدیث

البخاری، محمدبن اسماعیل، صحیح بخاری، دار الحضارۃ، الریاض، ۱۴۳۶ ھ
القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم،، دار الحضارۃ، الریاض، ۱۴۳۶ ھ
الترمذی، محمدبن عیسی، سنن الترمذی، دار الحضارۃ، الریاض، ۱۴۳۶ ھ
ابی داود، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، دار الحضارۃ، بیروت، ۱۴۳۶ ھ
النسائی، احمدبن علی، السنن الکبری، دار التاصیل، القاہرہ، ۱۴۳۳ ھ
ابن حنبل، احمدبن محمد، مسند احمد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت
ابی عوانۃ ، یعقوب بن اسحاق ، مسند ابی عوانۃ ، دارالمعرفۃ، بیروت ، ۱۴۱۹ھ
البزار، احمدبن عمرو، البحر الزخار المعروف بمسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۹ ھ
التیمی ، احمد بن علی ، مسند ابی یعلی الموصلی ، دار المامون للتراث ، بیروت، ۱۴۱۰ ھ
المروزی ، احمد بن علی، مسند ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ، المکتب الاسلامی ، بیروت، ۱۴۰۶ ھ
المروزی، اسحاق بن ابراہیم، مسند اسحاق بن راھویہ، مکتبۃ دار الایمان، المدینۃ المنورۃ
الطبرانی ، سلیمان بن احمد بن ایوب ، مسند الشامیین ، موسسۃ الرسالۃ ، بیروت، ۱۴۰۹ ھ
الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ
البیہقی ، احمد بن حسین ، السنن الکبری ، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت ،

۱۴۲۴ھ
بیہقی، احمدبن حسین، دلائل النبوۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۸ھ
الجارود ، محمد بن عبداللہ ، المنتقی من السنن المسندۃ عن رسول اللہ ﷺ، الصفایا، دار الجنان، بیروت، ۱۴۰۸ھ
الفارسی ، علی بن بلبان ، علاء الدین ، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان ، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت
الحاکم، محمدبن عبداللہ، المستدرک، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۱ھ
الحمیدی، محمدبن فتوح، الجمع بین الصحیحین، دار ابن حزم، بیروت
الصنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، المصنف، دار التاصیل، القاہرہ، ۱۴۳۶ھ
ابی شیبۃ، عبداللہ بن محمد بن ابراہیم، المصنف، الفاروق الحدیثیۃ للطباعۃ والنشر، القاہرہ، ۱۴۲۹ھ
البغدادی، حماد بن اسحاق ، ترکۃ النبی ﷺ، والسبل التی وجھھا فیھا ، دراسۃ و تحقیق: الدکتور اکرم ضیاء العمری، ۱۴۰۴ھ
الطحاوی، احمد بن محمد، ابو جعفر، شرح مشکل الآثار، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
الطحاوی، احمد بن محمد، ابو جعفر، شرح معانی الآثار، دار عالم الکتاب، بیروت، ۱۴۱۴ھ
شیخ صدوق، محمدبن علی، القمی، علل الشرائع، :، بیروت، ۱۴۲۷ھ

الھندی، علاء الدین علی المتقی بن حسان الدین، کنز العمال فی سنن اقوال و الافعال، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ
المجلسی، محمدباقر، بحار الانوار، احیاء الکتب الاسلامیۃ، قم، ۱۳۸۸ھ
البانی ، ناصر الدین ، سلسلۃ الا حادیث الضعیفۃ والموضوعۃ وا ثرھا السیئ فی الامۃ، مکتبۃ المعارف، الریاض، ۱۴۰۸ھ
ابن مقلن، عمر بن علی، مختصر استدراک الحافظ الذھبی علی مستدرک ابی عبداللہ الحاکم، دار العاصمۃ، الریاض، ۱۴۱۱ھ

الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، دار الحرمین، القاهرة، ۱۴۱۵ھ
الشیبانی، عبداللہ بن احمد، السنة، دار ابن القیم، الریاض، ۱۴۰۶ھ
الهیثمی، علی بن ابی بکر، نور الدین، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، مکتبة القدسي، القاهرة، ۱۴۱۴ھ
المقدسی، محمد بن عبدالواحد، الاحادیث المختارة، دار خضر، بیروت، ۱۴۲۰ھ
ابن الجوزی، عبدالرحمن، جمال الدین، صفة الصفوة، دار الکتاب الغربی، ۱۴۳۳ھ
الجوینی، ابراهیم بن محمد، ، فرائد السمطین، دار الحبیب، قم، ۱۴۲۸ھ
الشیخ، محمد آصف، محسنی، معتبر من البحار الانوار دار المحجة البیضاء، بیروت، ۱۴۳۷ھ
سیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، جمع الجوامع، الأزهر الشریف، القاهرة، ۱۴۲۶ھ
شیخ صدوق، محمد بن علی، القمی، علل الشرائع، دار المرتضیٰ، بیروت، ۱۴۲۷ھ
القادری، محمد طاہر، الدرة البیضاء فی مناقب فاطمۃ الزہراؓ، منہاج پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۰ء

التاریخ

الطبری، ابن جریر، تاریخ طبری، دار المعارف، مصر، ۱۳۸۷ھ
البرزنجی، محمد بن طاهر، کتاب صحیح و ضعیف تاریخ الطبري، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۲۸ھ
بلاذری، احمد بن یحیی، انساب الاشراف، منشورات مؤسسة الاعلمي للمطبوعات، بیروت، ۱۳۹۴ھ
ابن الاثیر، عی بن ابی الکرم محمد، الکامل فی التاریخ، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۰۷ھ

ابن حزم، علی بن احمد، جمہرۃ انساب العرب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۳ھ
ابن کثیر اسماعیل بن کثیر، الدمشقی، البدایۃ و النہایۃ، مکتبۃ المعارف، بیروت، ۱۴۱۳ھ،
ابن عساکر، علی بن حسین، تاریخ مدینۃ دمشق، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
النمیری، عمر بن شبۃ، اخبار المدینۃ النبویۃ، دار العلیان،
ابن سعد، مُحمد بن سعد، کتاب الطبقات الکبیر، مکتبۃ الخانجی، بالقاہرہ
صفدی، خلیل بن ایبک، صلاح الدین، الوافئ بالوفیات، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ
البلاذری، احمد بن یحیی، فتوح البلدان، مؤسسۃ المعارف، بیروت
یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ الیعقوبی، دار صادر، بیروت، ۱۴۱۵ھ
یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ الیعقوبی (ت) عبد الامیر مہنا، شرکۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت
ذہبی، محمد بن احمد، سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۳ھ
الذہبی، محمد بن احمد، تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر و الاعلام، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۱۱ھ
ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، دار الجیل، بیروت، ۱۴۱۲ھ
الاصبہانی، احمد بن عبد اللہ، معرفۃ الصحابۃ، دار الوطن
السبکی، تاج الدین، طبقات الشافعیۃ الکبری، دار احیاء الکتب العربیۃ، القاہرہ
الشہرستاني، محمد بن عبد الکریم بن أبی بکر، الملل و النحل، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ
ابو الفداء، اسماعیل بن علی بن محمود، تاریخ ابی الفداء المسمی المختصر فی اخبار البشر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
الطہرانی، آقابزرگ، الشیخ، الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ، دار الاضواء، بیروت، ۱۴۰۳ھ

الاندلسی، احمد بن محمد بن عبدربہ، العقدالفرید، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۴ھ

المسعودی، علی بن حسین، مروج الذھب و معادن الجواھر، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، ۱۴۲۵ھ

الگنجی، محمد بن یوسف، کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب، دار إحیاء تراث أھل البیت علیہم السلام، قم

ابن اسحاق، محمد بن اسحاق، السیرۃ النبویۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۴ھ

خطیب بغدادی، احمد بن علی، تاریخ مدینۃ السلام، دار الغرب الاسلامی، بیروت، ۱۴۲۲ھ

ابن قتیبۃ، محمد بن مسلم، دینوری، الامامۃ و السیاسۃ، کیف کانت بیعۃ علي بن أبي طالب، دار الاضواء، بیروت، ۱۴۱۰ھ

ابن قتیبۃ، عبداللہ بن مسلم، دینوری، المعارف، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، القاھرۃ، ۱۹۹۲ء

المسعودی، علی بن حسین، اثبات الوصیۃ للامام علی بن ابی طالب علیہ السلام، دار الاضواء بیروت، ۱۴۰۹ھ

مجلسی، محمد باقر، حیات القلوب (مترجم: سید بشارت حسین) مجلس علمی اسلامی، پاکستان،

التُستری، نور اللہ، قاضی، مجالس المومنین، دار ہشام

دھلوی، ولی اللہ، شاہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، دار القلم، دمشق، ۱۴۳۴ھ

دہلوی، عبدالعزیز، شاہ، تحفہ اثنا عشریہ، (مترجم: مولانا خلیل الرحمن نعمانی) دارالاشاعت، کراچی

نعمانی، شبلی، علامہ، الفارق، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۹۱ء

نقوی، شہنشاہ حسین، مصائب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیھا، باب العلم دارالتحقیق، کراچی

اصول الحدیث

ابن الصلاح، عثمان بن عبدالرحمان، علوم الحدیث، دار الفکر، بیروت
الدکتور، صبحی الصالح، علوم الحدیث و مصطلحہ، مطبعۃ جامعۃ دمشق، دمشق، ۱۳۸۲ھ
الدکتور، محمود الطحان، تیسر مصطلح الحدیث، مکتبۃ المعارف، الریاض، ۱۴۳۱ھ
سخاوی، محمد بن عبدالرحمن، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث، بحث مدرج، مکتبہ دار المنہاج، ریاض، ۱۴۲۶ھ
خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت، الکفایۃ فی علم الروایۃ، باب الکلام في أحکام الأداء و شرائطہ، دار الھدی، ۱۴۲۳ھ
عسقلانی، ابن حجر، النکت علی کتاب ابن الصلاح و نکت العراقی، دار المیمان، الریاض، ۱۴۳۴ھ
عسقلانی، ابن حجر، نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، مکتبۃ البشری، الکراتشی، ۱۴۳۲ھ
سیوطی، عبدالرحمن بی ابی بکر، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، دار الیسر، مدینۃ المنورۃ، ۱۴۳۷ھ
ذھبی، محمد بن احمد، الموقظۃ فی علم مصطلح الحدیث، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت
ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
شھید الثانی، زین الدین بن علی، العاملی، الرعایۃ فی علم الروایۃ، مکتبۃ سماحۃ آیۃ اللہ المرعشی النجفی، قم، ۱۳۹۰ھ
السبحانی، جعفر، الاستاذ الشیخ، اصول الحدیث و احکامہ فی علم الدرایہ، جماعہ المدرسین بقم، مؤسسہ النشر الاسلامی

الغوری، عبدالماجد، سید، موسوعة علوم الحدیث و فنونه، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۴۲۸ھ، ج ۳، ص ۲۱۶

شریفی، محمد علی، ترجمہ و تحقیق اصول الحدیث واحکامہ، اشاعت میراث علمی مکتب اہل بیت ع، ۲۰۲۰ء، ص ۵۰

اسماء الرجال

ابن حنبل، احمد بن محمد، العلل و المعرفة، دار الخانی، الریاض، ۱۴۲۲ھ

البخاری، محمد بن اسماعیل، التاریخ الکبیر، دار الکتب العلمیه، بیروت

البخاری، محمد بن اسماعیل، التاریخ الاوسط، دار المعارفة، بیروت، ۱۴۰۶ھ

البخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب الضعفاء الصغیر، دار المعرفة، بیروت، ۱۴۰۶ھ،

سؤالات ابی عبداللہ بن بکیر و غیرہ لابی الحسن الدارقطنی، دراسه و تحقیق: علی حسن علی عبدالحمید، دار عمار، عمان، ۱۴۰۸ھ

مزی، جمال الدین ابو الحجاج الیوسف، تهذیب الکمال، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۴۰۲ھ

الذهبی، محمد بن احمد، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۱۶ھ

الرازی، ابو حاتم کتاب الجرح و التعدیل، احیاء التراث الاسلامی، بیروت،

العقیلی، محمد بن عمرو بن موسی، کتاب الضعفاء، دار مجد اسلام، القاهره، ۱۴۲۹ھ

النسائی، احمد بن شعیب، الضعفاء و المتروکین، مؤسسة الکتب الثقافیة، بیروت، ۱۴۰۵ھ

الدارقطنی، علی بن عمر، الضعفاء و المتروکون، مکتبة المعارف، الریاض، ۱۴۰۴ھ

البغدادی، احمد بن علی، الخطیب، الکفایة فی علم الروایة، دار الهدی، ۱۴۲۳ھ،

الجرجانی، عبداللہ بن عدی، الکامل فی الضعفاء الرجال، مکتبۃ الرشد، ریاض
الختلی، ابراھیم بن عبداللہ، سؤالات ابن الجنید لیحیی بن معین مکتبۃ الدار بالمدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۸ھ
ابن رجب الحنبلی، عبدالرحمن بن احمد، شرح علل الترمذی، دار السلام، القاھرہ، ۱۴۳۷ھ
البسوی، یعقوب بن سفیان، کتاب المعرفۃ و التاریخ، مکتبۃ الدار بالمدینۃ المنورۃ، ۱۴۱۰ھ
ابن ابی حاتم، عبدالرحمن بن محمد، العلل، مطابع الحمیضي، الریاض
ابن معین، یحیی بن معین، تاریخ ابن معین (بروایۃ الدوری) مرکز البحث العلمی و احیاء التراث الاسلامی، المکۃ المکرمۃ، ۱۳۹۹ھ
القشیری، مسلم بن حجاج، کتاب التمییز، وزارۃ المعارف السعودیۃ، الریاض، ۱۴۰۲ھ، ص ۱۷۰
ابن ابی حاتم، عبدالرحمن بن ابی حاتم، الجرح و التعدیل، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد دکن، ۱۳۷۱ھ
ابو حاتم، محمد بن ادریس، الرازی، الجرح و التعدیل، دائرۃ معارف العثمانیۃ، حیدر آباد دکن، ۱۳۷۱ھ
الرازی، عبدالرحمن بن ابی حاتم، المراسیل، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۸ھ
ترمذی، محمد بن عیسی، العلل الصغیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۵۷ھ
دار قطنی، علی بن عمر، العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ، دار طیبہ، ریاض، ۱۴۰۵ھ
العجلی، احمد بن عبداللہ، معرفۃ الثقات، مکتبۃ الدار، مدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۵ھ
العجلی، احمد بن عبداللہ بن صالح، تاریخ الثقات، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۵ھ
المدینی، علی بن عبداللہ بن جعفر، العلل، المکتب الإسلامي، دمشق
الرازی ، عبد الرحمن بن أبي حاتم، کتاب الجرح و التعدیل ، احیاء التراث العربی ، بیروت

ابن حبان، محمد بن حبان، کتاب الثقات، دائرة المعارف العثمانیة، حیدر آباد دکن، ۱۳۹۳ھ
ابو داود، سلیمان بن اشعث، سؤالات ابی عبید الآجری، مؤسسة الریان، بیروت، ۱۴۱۸ھ
العلائی، صلاح الدین بن خلیل، جامع التحصیل فی احکام المراسیل، عالم الکتب ،بیروت، ۱۴۰۷ھ
خطیب بغدادی، احمد بن علی بن ثابت، کتاب الفقیة و المتفقه، دار ابن الجوزیه، ریاض ،۱۴۱۷ھ
ابن عبد البر، یوسف بن عبداللہ، التمہید لما فی الموطا من المعانی و الاسانید، مؤسسة الفرقان للتراث الاسلامی، لندن، ۱۴۳۰ھ
الشافعی، سبط ابن العجمی، التبیین لاسماء المدلسین، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۰۶ھ
الاصبهانی، احمد بن عبداللہ، ابو نعیم، الضعفاء، دار القلم، دمشق، ۱۴۳۱ھ
عسقلانی ، ابن حجر ، تعریف اهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس ، مکتبة المنار، عمان، ۱۴۰۳ھ
عسقلانی، ابن حجر، تقریب التهذیب، دار الرشید، سوریا
عسقلانی ، ابن حجر ،تهذیب تقریب التهذیب ،مکتبة الرشد ، الریاض ، ۱۴۳۱ھ، (تالیف: ابی معاذ طارق بن عوض)
عسقلانی، ابن حجر، لسان المیزان، مکتب المطبوعات الاسلامیة، بیروت، ۱۴۲۳ھ
المصنعی، محمد بن احمد، العنسی، مصباح الأریب في تقریب الرواة الذین لیسوا في تقریب التهذیب، مکتبة صنعاء الاثریة، صنعاء، ۱۴۲۶ھ،
عسقلانی، ابن حجر، التهذیب التهذیب، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۴۲۵ھ
ابن الجوزی، عبدالرحمن بن علی، الضعفاء و المتروکین، دار الکتب العلمیة، بیروت ،۱۴۰۶ھ
الذهبی ، محمد بن احمد ، من تُکُلِّمَ فیه وهو موثق أو صالح الحدیث، مکتبة المدینة

الرقمیة، الریاض ۱۴۲۶ھ
النووی ، محی الدین بن شرف ، التقریب والتیسیر لمعرفة سنن البشیر والنذیر ، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ
ابن عبدالبر ، یوسف بن عبدالله ، الاستغناء في معرفة المشهورین من حملة العلم بالکنی، دار ابن تیمیة، الریاض، ۱۴۰۵ھ
الاصبهانی، عبدالله آفندی، میرزا ، ریاض العلماء و حیاض الفضلاء، منشورات مکتبة الآیة الله العظمی، الرعشی النجفی، قم
نجاشی، احمد بن علی، رجال النجاشی، مؤسسة النشر الاسلامی، قم، ۱۴۱۸ھ
الاسدی، حسن بن یوسف بن مطهر، خلاصة الاقوال فی معرفة الرجال، مؤسسة نشر الفقاهة
القمی، عباس بن محمد، الکنی و الالقاب، مکتبة الصدر، تهران
الحلی، محمد بن منصور، کتاب السرائر، کتاب الحج، مؤسسة النشر الاسلامی
الموسوی، محمد باقر، میرزا، روضات الجنات فی احوال العلماء و السادات، مکتبة اسماعیلیان، قم
حلّی، سید ابن طاووس، رضی الدین، علی، فرج المهموم فی تاریخ علماء النجوم، دار الذخائر، ۱۳۶۸ھ
الامام، سید محسن الامین، اعیان الشیعة، دار المعارف، بیروت، ۱۴۰۳ھ
الشاهرودی، علی النمازی، مستدرکات علم رجال الحدیث، مؤسسة النشر الاسلامی، قم، ۱۴۲۶ھ
الشیخ، الامینی، الغدیر، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۳۸۷ھ
شیخ الطائفة ، محمد بن حسن ، طوسی ، تهذیب الاحکام ، باب فضل الجماعة ، دار الکتب الاسلامیة، تهران
القمی، محمد بن علي بن بابویه، الامالی، مرکز الطباعة و النشر فی مؤسسة البعثة، قم
الجوهری، محمد، المفید من معجم رجال الحدیث، مؤسسة التاریخ العربی، بیروت، ۱۴۳۰ھ

مجلسی، محمد باقر بن محمد، الوجیز فی علم الرجال، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات ،بیروت، ۱۴۱۵ھ
الحلی، الحسن بن یوسف، خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال، مؤسسۃ نشر الفقاھۃ، قم ، ۱۴۳۱ھ
الخوئی، ابو القاسم الموسوی، السید، معجم رجال الحدیث و تفصیل طبقات الرواۃ، مکتبۃ الامام الخوئی، النجف
القمی، عباس، شیخ، الکنی و الالقاب، مؤسسۃ النشر الاسلامی، قم

شرح السنۃ

عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، الرسالۃ العالمیۃ، بیروت، ۱۴۳۴ھ
ملا علی قاری، علی بن محمد، جمع الوسائل في شرح الشمائل، المطبعۃ الشرفیۃ، مصر، طبع علی نفقۃ مصطفی البابي الحلبي و إخوتہ العظیم آبادی
المجلسی، محمد باقر بن محمد، مرآۃ العقول في شرح أخبار آل الرسول، کتاب الحج ،دار الکتب الاسلامیۃ، طھران، ۱۳۶۵ھ
دھلوی، ولی اللہ، شاہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، (مترجم: مولانا اشیاق احمد) قدیمی کتب خانہ، کراچی
شمس الحق، عون المعبود شرح سنن ابی داود مع شرح الحافظ ابن القیم الجوزیۃ، الناشر محمد عبد المحسن، المکتبۃ السلفیۃ، المدینۃ المنورۃ
السھارنفوری، خلیل احمد، بذل المجھود فی حل سنن ابی داود، مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی، الھند، ۱۴۲۷ھ
علامہ، وحید الزمان، لغات الحدیث، خ، نعمانی کتب خانہ، لاہور، ۲۰۰۵ء
الطبرسي، حسین النوري، الشیخ، خاتمۃ مستدرك الوسائل، مؤسسۃ آل البیت علیھم السلام لإحیاء التراث، قم، ۱۴۱۵ھ

ابن ابی الحدید، شرح نهج البلاغة، دار الکتاب الغربی، بغداد، ۱۴۲۷ھ

فتاوی جات

بریلوی، احمد رضا، امام، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، ۱۴۲۶ھ

فقه

الشاهرودی، علی الحسینی، سید، محاضرات فی فقه الجعفری، اخبار حلق اللحیة، دار الکتاب الإسلامي

متفرق

ابن زنجویه، حمید بن مخلد بن قتیبة، کتاب الاموال، مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الإسلامیة، السعودیة، الریاض، ۱۴۰۶ھ

اِدارہ علم و تحقیق:

زینب اسلامک ریسرچ سینٹر چنیوٹ پاکستان